

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222999

UNIVERSAL
LIBRARY

TIGHT BINDING BOOK

**TEXT CUT WITHIN
THE BOOK ONLY**

گوئٹے کا

فاؤسٹ

حصہ اول



مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ام اے ' پی ایچ ڈی



سنہ ۱۹۳۱ء میں

باہتمام محمد صدیق حسن منیجر انجمن اردو پریس ' اردو
باغ اور نگ آباد دکن ' میں چھپا اور دفتر انجمن ترقی اردو
سے شایع ہوا +

قیمت مجلد چار روپے غیر مجلد

۱۹۳۱ء

(طبع اول ۱۰۰۰ نسخہ)

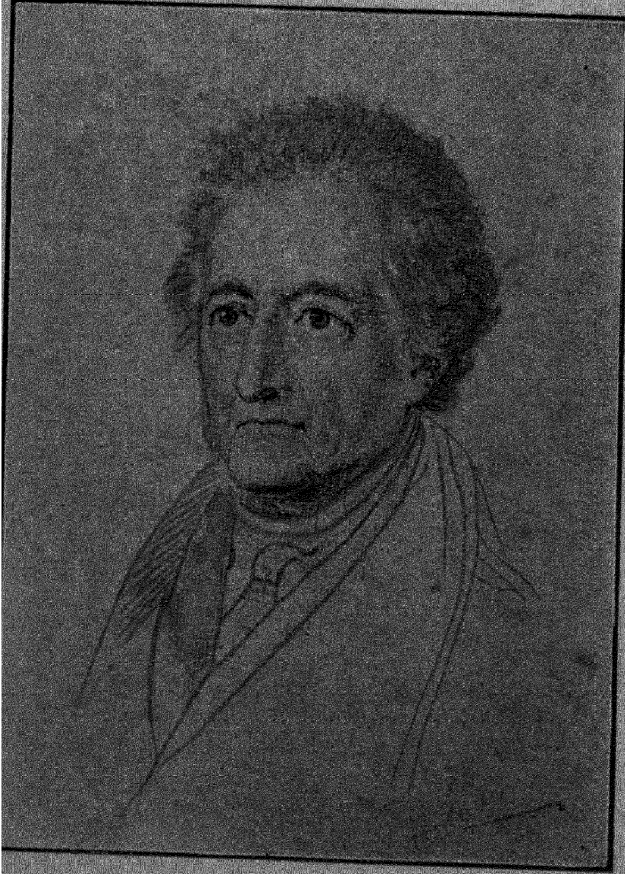
ہدیہ خلوص

معلیٰ معبودہ عجیبہ صاحب کی خدمت میں

بھیجی جاتی ہے

عابدہ خان پٹان

Goethe



یوحان وولف گانگ کوئیٹے

Goethe

مقدمہ

باب اول

جرمن ادب کوئیٹے سے قبل

’یورپ‘ کی تمام بڑی قوموں میں جدید تمدنی زندگی کے اعتبار سے ’جرمن‘ قوم سوائے ’روسیوں‘ کے (اگر ان کا شمار یورپ کی قوموں میں کیا جائے) سب سے کم سن ہے۔ جب یورپ اسلامی تمدن اور یونان و رومی تمدن سے متاثر ہو کر اس جمود سے چرٹکا جو اس پر قدیم وسطی کی آخری صدیوں میں طاری تھا تو فرانس اور انگلستان کو سہامت و معاشرت، علم و حکمت، ادب اور فنون لطیفہ، غرض زندگی کے ہر شعبے میں روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ مگر جرمنی کی ترقی کا دور بہت دن کے بعد شروع ہوا۔ سولہویں صدی میں جو نئی زندگی کی لہر ’اطالیا‘ سے اٹھی تھی وہ یہاں بھی پہنچتی مگر یہاں اسے عرصے تک ایسے گردابیوں کا مقابلہ کرنا پڑا کہ اس کا مارا زور جاتا رہا۔ ’جرمنی‘ میں عہد جدید مذہبی اصلاح سے شروع ہوا۔ ’مارٹن لوتھر‘ نے ’پروٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ڈال کر اپنے ہم قوموں کو روسی کلیسا کی مذہبی اور سیاسی غلامی سے نجات دلائی۔ اس کے سبب

سے 'جرمنوں' میں حرکت اور جوش کا ہرجان اٹھا مگر ملک کے بعض حصوں میں کھتھولک مذہب اس قدر مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا تھا کہ نئے مذہب کی شدید مخالفت ہوئی اور مذہبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کے سبب سے تمدنی ترقی رک گئی - سترہویں صدی کے آغاز میں ان لڑائیوں میں 'سویڈن' اور 'فرانس' نے مداخلت کی - سی سالہ جنگ نے 'جرمنی' کو برباد کر دیا اور 'جرمن' قوم کی روح کو ایسا کچلا کہ اسے پلپٹے میں کم و بیش سو سال کا عرصہ لگ گیا - 'جرمنی' کی علمی ترقی سترہویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی اور اس کے سیاسی استحکام کی ابتدا اٹھارہویں صدی کے نصف اول میں اور تکمیل انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوئی - کہیں سنہ ۱۸۷۰ء میں جا کر 'جرمن' ایک متحد قوم بن پائے —

مستقل جرمن ادب اصل میں اٹھارہویں صدی سے شروع ہوتا ہے، لیکن اس کی بنا سولہویں صدی میں پڑچکی تھی - اس سے قبل قدرون وسطیٰ میں اور ملکوں کی طرح 'جرمنی' میں بھی عامی زبان 'لاٹھلی' تھی - بولنے کی زبان بھی ایک نہ تھی بلکہ مختلف حصوں میں مختلف زبانیں رائج تھیں - ان زبانوں میں تصوف و تالیف نہیں ہوتی تھی لیکن شاعری جو بہ قول ہر قدر کے قوموں کی مادری زبان ہے موجود تھی، اس پر مذہبی رنگ چھایا ہوا تھا اور چونکہ کھتھولک عقائد 'جرمن' قوم کی طبیعت کے موافق نہ تھے اس زمانے کی 'جرمن' مذہبی شاعری کچھ بے رنگ ہی تھی - دسمہ شاعری البتہ ان لوگوں کے مذاق کی

چھوڑ تھی۔ پرانی قومی داستانوں جو زاگاز (Sagas) کہلاتی تھیں نظم کی جاتی تھیں اور بہت ہر دلعزیز تھیں۔ ان میں نیبلنگن (Nieblungen) کی داستان کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہ 'زیگفرید' کے کارناموں کا گیت ہے جو قدیم 'جرمنی' کا ہیرو تھا جسے 'رستم قدیم' ایران کا - 'زیگفرید' ایک سیدھا سچا بھولا بھالا سوہا تھا - جنگجوی نے اس کے مزاج میں خشونت نہیں پودا کی تھی - اس کا قلب رقت اور درد سے معمور تھا - وہ موسیقی کا شیدا تھا اور گھر یلو زندگی کا عاشق - یہ جرمن قوم کا کیر کٹر ہے اور 'زیگفرید' جرمن روح کی مثال - سولہویں صدی کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے اثر سے 'اطالہ'، 'انگلستان'، 'فرانس' میں لوگ تنگ مذہبی دائرے سے باہر نکلے اور قدیم 'روم'، 'یونان' کی تقلید میں علم و حکمت اور فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوئے، مگر 'جرمنی' میں یہ تحریک صرف اس حد تک پہنچی کہ بعض لوگ 'یونانی' اور 'اطینی' ادب کا مطالعہ کرنے لگے - 'یونان و روم' کی 'روح' 'جرمنی' کی تمدنی زندگی میں سرایت نہ کرسکی - یہاں نشاۃ ثانیہ سے پہلے تجدید مذہب کا دور گزرا جس کا آغاز 'مارٹن لوتھر' (سنہ ۱۴۸۳ تا ۱۵۴۶ء) سے ہوا 'لوتھر' اصل میں جدید 'جرمن' تہذیب و تمدن کا بانی ہے - اس نے نہ صرف اس مذہب کی بنا ڈالی جو 'جرمنوں' کی گہری مذہبیت کا مظہر ہے بلکہ 'جرمن' زبان اور ادب کی داغ بیل بھی اسی کے ہاتھ سے پڑی - اس نے انجیل کا اپنے وطن 'سکسنی' کی زبان میں

ترجمہ کیا اور بہت سے مذہبی اور مذاظرانہ رسائل لکھے اس کے ' ترجمہ انجیل ' کی سادی اور ستھری زبان تمام جرمنی کی متحدہ زبان بن گئی ۔ اس نے ایک طرف پادریوں اور درسی طرف ' لاطینی ' کے پرستاروں کے مقابلے میں ' جرمن ' زبان کی حمایت کی اور اُسے ادبی زبان بنانے کی کوشش کرنا رہا ۔ اُس زمانے میں چھاپا نہا نہا ایجاد ہوا تھا ۔ ' لوتھر ' نے مطبوعہ کتابوں کو رواج دیا اور اُن کے ذریعے سے اُس کے مذہبی خیالات کے ساتھ ساتھ زبان کی بھی اشاعت ہوتی رہی ۔ اُس کو گہری نظر نے دیکھ لیا تھا کہ جو چیز مقبول عام نہ ہو سکے وہ قومی ترقی کے لئے زیادہ مفید نہیں ۔ جس اصول کو ہمیش نظر رکھ کر اُس نے ' انجیل ' کا ترجمہ کیا تھا اُسے وہ ذیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہے جن سے اُس کی اصابت رائے اس کی قومی منہیت اور اُس کے اکھڑ پن کا اندازہ ہوتا ہے " ان گدھوں کی طرح ' لاطینی ' صرف و نحو سے نہ پوچھنا چاہئے کہ ' جرمن زبان کیوں کر بولی جائے بلکہ گھر میں بولنے والی ماؤں سے سڑک پر کھولنے والے بچوں سے ' بازار میں بولنے والے لوگوں سے ان کی بات چیت کان لگا کر سناؤ اور اسی زبان ترجمہ کرو ۔ تب وہ سمجھیں گے کہ تم ' جرمن ' زبان بول رہے ہو " ۔

' لوتھر ' کے مددگاروں میں ' آلبرش فان ہوٹن ' Ulrich von Huetten (۱۴۸۸ تا ۱۵۲۳ ع) خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ وہ ابتدا میں ہیلوسا نزم کی تحریک کا موید تھا اور ' لاطینی ' زبان کا شہدا ۔ مگر ' لوتھر ' کے اثر سے اس کے خیالات بدلے اور وہ نہایت جوش و خروش سے مذہبی

اصلاح اور 'جرمن' قوم کے سیاسی اور ذہنی استقلال کا حامی بن گیا۔ اُس کی طبیعت میں 'لوتھر' سے زیادہ شورش تھی چنانچہ اس نے اپنے زمانے کی انقلابی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ اُس کی ادبی خدمات بھی کم نہیں۔ آج تک اُس کے قومی گیت فداۓ ملت 'جرمنوں' کے دلوں کو ابھارتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ملک کے سہاسی انتشار نے اس عہد میں 'جرمن' ادب کی اُقتبی جوانی کو برباد کر دیا۔ تجدید مذہب نے جو نئی روح پھونکی تھی وہ بجائے اُس کے کہ علم تمدنی اور ادبی ترقی میں صرف ہوتی خانہ جنگیوں کی نذر ہو گئی۔ سولہویں صدی کی ادبی پیداوار سوائے مذہبی کتابوں یا 'پوپا' کے خاف طائفہ نظموں اور تراموں کے اور کچھ نہیں۔ 'ہانس زاکس' نے تراما کو وسعت دینا چاہی اور 'وکرام' نے ناول کی بلنا ڈالی، لیکن عام ذہنی صیوار اُس قدر کم تھا کہ یہ دونوں چیزیں ترقی نہ کر سکیں۔ 'جرمن' قوم کے گہرے دلی جذبات اُس زمانے میں ادب العوام (Folklore) میں ظاہر ہوئے، جن میں خصوصیت کے ساتھ ڈابل ڈاو 'ارٹائی شیونگل' کے قصے اور 'فازست' کی داستان ہے جو 'گوٹے' کے تراما کا ماخذ ہے۔

'سولہویں' صدی کی ابتدا میں 'جرمنی' میں ادبی تحریک کوئی دن کے لک زور آہی۔ اُس زمانے میں ملک میں متفلسفانہ خیال تھا اور لوگوں کو کسی قدر فرہت تھی کہ ذہنی زندگی کے مسائل کی طرف متوجہ ہوں۔ 'جرمنوں' کو یہ احساس پیدا ہوا کہ اُن کا ادب دوسری قوموں کے

ادب سے بہت پہلے ھے اور انہوں نے اپنے دامن سے اس دھبے کو دور کرنے کی کوشش شروع کی۔ 'مارتن اوپتز' (۱۵۹۷ تا ۱۶۳۹ ع) نے 'جرمن' زبان کی اصلاح و ترقی میں بہت سعی کی اور اُس کے سانہوں نے بھی زبان کو بہت سداوارا۔ لکھن مضامین کے لحاظ سے ان لوگوں کی تصانیف بالکل کھوکھلی ھوں۔ ان کے مضامین کا ماخذ 'یونانی' اور 'لاطینی' کے پرستاروں کی تصانیف میں ادرید بھی ان لوگوں کی طرح، یونان 'دروما' کی نقالی کرتے تھے۔ ایلڈر یاس گریفوس اس عہد کا ممتاز ڈراما نگار تھا مگر اس کے کھیل ڈراما کی روح سے خالی ھیں۔ اس عہد کی شاعری بالکل سطحی اور تصنع سے بھری ھے —

'جرمنی' کو جو سکون کا دور نصیب ہوا وہ دیرپا نہ تھا۔ تھوڑے ہی دن میں 'سی سالہ جنگ' (سنہ ۱۶۱۸ تا ۱۶۴۸ ع) شروع ہو گئی جس نے ملک کو مادی اور ذہنی حیثیت سے برباد کر دیا۔ اس جنگ میں 'فرانس' 'جرمنی' کی سیاست میں ذخیل ہو گیا اور فرانسیسی تہذیب کا رنگ 'جرمن' زندگی پر چھا گیا۔ 'فرانسیسی' زبان 'جرمنی' کے تعلیم یافتہ حلقوں میں پھیل گئی۔ ذہنی غلامی کے زمانے میں کوئی قدم پوری ادبی ترقی نہیں کر سکتی۔ 'جرمنی' کی ادبی تحریک جو اس صدی کے شروع میں اٹھی تھی بالکل فنا ہو گئی اور صدی کے آخر تک سوائے 'گریمیل ہاؤزن' کے کوئی معقول ادیب نہیں پیدا ہوا۔ اس کا سب سے مشہور ناول ایک آوارہ گرد کی خود نوشتہ سوانح عمری کے طور پر شائع جس کا نام

— Simplicissimus ہے —

غرض سترھویں صدی کا 'جرمن' ادب مجموعی حیثیت سے سولہویں صدی کے ادب سے بھی بہت پست تھا۔ اُس پر تذک خیالی، بد مذاقی اور کورانہ تقلید کا رنگ غالب تھا نہ اس میں تخیل کی بلند پروازی تھی اور نہ تناسب اور ترتیب —

اتھارھویں صدی کے نصف اول میں 'جرمنی' کی ذہنی حالت کچھ بہتر نظر آتی ہے اب 'جرمن'، 'فرانسیسیوں' کی تقلید میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ اب وہ محض نقلی نہیں بلکہ سمجھ بوجھ کر تقلید کرتے تھے۔ 'فرانس' اور 'انگلستان' کا عتلیٰ فلسفہ، جرمنی میں پھیل چکا تھا۔ اس فلسفے کا اصل اصول یہ تھا کہ ذہن انسانی کا اصلی جوہر عقل ہے اور کائنات پر اسی کی حکومت ہے۔ انسان کی مادی، ذہنی اور روحانی زندگی کا معیار عقل ہی کو قرار دینا چاہئے۔ جو چیزیں احساس و وجدان پر منحصر ہوں، مثلاً مذہب یا آرت وہ بھی اسی حد تک قابل قبول ہیں جس حد تک وہ عقل کے مطابق ہوں۔ چوں کہ عقل سب انسانوں میں مشترک اور ہر زمانے میں موجود ہے اس لئے صحیح علم، مذہب اور آرت کے اُصول بھی ہر قوم کے لئے ہر عہد میں یکساں ہیں۔ آرت میں یہ اصول یونانیوں کو معلوم تھے اس لئے ادب اور فنون لطیفہ کے دوسرے شعبوں میں 'یونانیوں' کو تقلید اوج کمال پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے —

اس علمی تحریک کے ماتحت ایک تعلیمی تحریک

بھی تھی - اس کی کوشش کی جاتی تھی کہ یہ خیالات
 مردم میں پھیلیں اور ان کے دل سے مذہبی تعصبات اور ہر
 طرح کی ضعیف الاعتقادی دور ہو - 'جرمنی' کی ذہنی
 تازہ کاری میں یہ تحریک (Aufklaerung) کہلاتی ہے اور
 ہم اسے نئی روشنی کی تحریک کہہ سکتے ہیں 'جرمنی'
 میں اس کا ہر ازل 'کرسٹیان ڈوسس' (۱۶۵۵ تا ۱۷۲۸ ع) ہے -
 عقلی فلسفے کا اسی زمانے کے ادب پر بہت گہرا اثر پڑا -
 اس زمانے کی تصانیف میں مذہبی شکوک عام طور پر
 نظر آتے ہیں - شاعری اور ڈراما وغیرہ میں 'فرانسیسوں'
 کے توسط سے 'یونانی' نمونوں کی پابندی ہونے لگی - شاعری کے
 موضوع کو بہت وسعت ہوئی - سبکی شاعری کی جان انسانی
 جذبات کی ترجمانی کے علاوہ مناظر قدرت کی نقاشی ہے -
 اب تک 'جرمنی' شاعری میں حسن فطرت کی تصویروں
 کی کمی تھی - 'براکس' (۱۶۸۰ تا ۱۷۷۳ ع) نے اس
 کمی کو پورا کیا - اس کی شاعری کا پایہ بہت بلند نہیں مگر
 اس کا یہ احسان ہے کہ اُس نے تخیل کی جولانی کے لئے
 ایک نئی راہ کھول دی -

اس عہد کا سب سے بڑا ادبی نژاد 'گوت شید'
 (۱۶۸۰ تا ۱۷۳۷ ع) ہے - یہ 'لائپزش' کی یونیورسٹی
 میں پروفیسر تھا - 'گوت شید' عقلیت کا حامی تھا اور
 ادب میں 'یونانیوں' کے مقرر کئے ہوئے قواعد و ضوابط کی
 پابندی پر زور دیتا تھا - 'سوٹزر لینڈ' کا 'ہود' مر اس کا
 مخالف تھا اور لوگوں کو 'انگلستان' کے ادب کی تقلید
 اور جذبات پر ستانہ شاعری کی طرف توجہ دلانا تھا - ان

دروں کے پھوڑوں میں سخت مناظرے دھتے تھے جن کی بدولت 'جرمنوں' کے تفتیدی ذوق کو نشو و نما کا بہت اچھا موقع ملا۔ اسی زمانے میں 'لائپزش' میں نوجوان ادیبوں کا ایک حلقہ تھا جو شاعری کا مقصد قرم کی اختری اصلاح کو سمجھتا تھا۔ یہ لوگ 'بدین' کے ایک رسالے میں مضمون لکھا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں 'جرمنی' کا پہلا بڑا شاعر کلبیف اشتوک بھی تھا۔ —

اتھارہویں صدی کے نصف ثانی میں 'جرمن' ادب نے یکایک حریت انگیز ترقی کی۔ سنہ ۱۷۴۰ تک 'یورپ' میں 'جرمن' ادب کے کوئی وقت نہ تھی اور سنہ ۱۸۰۰ میں یہ حال ہوئی تھی کہ کسی ملک کا ادب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا یا یلت کا راز 'جرمنی' کی سیاسی ترقی میں مضمر ہے۔ اس زمانے میں ریاست 'پروسیا' میں 'فریڈرک اعظم' نے ایک مستحکم سلطنت قائم کر اور تمام 'یورپ' میں اُس کا بوجی اقتدار مسلم ہو گیا۔ دوسری بڑی بات یہ تھی کہ 'پروسیا' کو چھڑ کر اور ریاستوں کو تجدید مذہب کے بعد پہلی بار ایک طویل عرصے تک چین سے بیٹھنا نصیب ہوا۔ اب 'جرمنوں' کے دل میں اپنی عزت بھڑا ہوئی، وہ اپنے اوپر اعتماد کرنے لگے اور اپنی زندگی کو اس قابل سمجھنے لگے کہ ادب اور شاعری کا موضوع بن سکے۔ یہ تحریک شروع ہوئی کہ 'فرانسیسیوں' کی تقلید ترک کر دی جائے۔ مگر یہ رنگ اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ یکایک اس کو چھڑنا آسان نہ تھا۔ پھر بھی ادب کے مودان میں اتنا ضرور

ہوا کہ 'کلوپف اشتوک'، ویلانڈ اور 'لہسنگ' کی بدولت 'جرمن' شاعری 'ڈراما' ناول وغیرہ میں مضامین کے اعتبار سے جدت 'گہرائی' اور بلند پروازی پیدا ہوئی اور اصول فن کے لحاظ سے 'فرانسیسیوں' کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست 'یونانیوں' کی تقلید ہونے لگی اور 'یونانیوں' کے مقرر کئے ہوئے قواعد و ضوابط کی تفسیر 'جرمن' ادیب اپنے طور پر کرنے لگے —

'کلوپف اشتوک' (۱۷۲۳ تا ۱۸۰۳ ع) جیسا ہم کہ چکے ہیں 'لائبزش' کے اُس حلقے میں سے تھا جو شاعری کا مقصد اخلاقی اصلاح کو سمجھتا تھا۔ اُس نے 'جرمن' شاعری کا پایہ بہت بلند کر دیا۔ شاعری اب مختص ادبی مشق یا عارضی تفریح کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ گہرے مذہبی اور اخلاقی جذبات کا آئینہ بن گئی۔ 'کلوپف اشتوک' کی سب سے مشہور نظم 'مسیح' ہے جس میں اُس نے حضرت 'عیسیٰ' کی زندگی کا قصہ نظم میں بیان کیا ہے۔ اُس میں اُس نے 'مسیح' کے حالات بالکل کلیسائی روایات کے مطابق بیان کئے ہیں اُس لئے زیادہ شاعری کا موقع نہیں ملا۔ اُس کے کیرکٹر جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ کٹھ پتلیاں ہیں جن کی زبان سے شاعر بولتا ہے۔ یہی حال اُس کے ڈراموں کا ہے جن کے موضوع انجیل کے قصے ہیں۔ اُس کی غذائی شاعری موسیقیت سے خالی ہے؛ البتہ قومیت کے جذبے کے سبب سے اُس کی شاعری میں کہیں کہیں زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ سب سے بڑا نقص اُس کی شاعری کا یہ ہے کہ اُس کا فطرت

انسانی کا تصور بالکل یکطرفہ ہے ۔ وہ انسان کو محض جذبات کا مجموعہ سمجھتا ہے ۔ اُس کی ارادی اور عملی زندگی اور اُس کی شہوانی کمزوریوں کی طرف سے چشم پوشی کرتا ہے ۔

۱ ، ویلاند ، (۱۷۳۳ تا ۱۸۱۳ ع) کے کلام کی خصوصیت اس کا سادہ اور موثر اسلوب بیان ہے ۔ موضوع ظلم اور خیالات کے اعتبار سے اُس کی شاعری کے دو علیحدہ دور ہیں ۔ پہلا مذہبیت اور عین پسندی کا ہے ۔ اس زمانے میں اس نے ایک طویل نظم ” حقیقت اشیاء “ کے نام سے لکھی ۔ اس میں اس نے قدیم فلسفی شاعر ، لکریشمس ، کی مادیت کے خلاف ’ افلاطون ‘ کی عینیت کی حمایت کی ۔ اسی دور میں اس نے ” بہار “ کے نام سے نظموں کا ایک مجموعہ شائع کیا جس میں افلاطونی عشق کی حقیقت بھان کی گئی تھی ۔ ” ابراہیم کا امتحان “ میں چند منظوم خطوط ہیں جن میں کچھ مردے اپنے زندہ دوستوں سے وہ روحانی واردات بیان کرتے ہیں جو انہیں مرنے کے بعد پیش آئی ۔ ” ویلاند “ کی اس دور کی شاعری میں اصلیت کم اور تصنع زیادہ ہے ۔ جو مذہبی اور اخلاقی مطالب بیان کئے گئے ہیں وہ دل سے نکلے ہوئے جذبات نہیں بلکہ دماغ سے پیدا کئے ہوئے خیالات ہیں ۔ اُس کی شاعری کا دوسرا دور وہ ہے جب ’ والٹھر ‘ اور ’ شیکسپیر ‘ کی تصانیف کے مطالعے اور زندگی کے بلا واسطہ مشاہدے کے بعد اُس کے ذہن میں فطرت انسانی کا وسیع تصور قائم ہوا ۔ اب اُس نے جتنی چیزیں لکھیں اُن سب کا موضوع اپنے زمانے کے مسائل زندگی کو قرار دیا افسانے

سب شہر ملکوں کے ہیں لیکن اُن کے پردے میں وہ اپنے ملک کی حالت دکھانا ہے۔ مثلاً ”ڈان سلویو“ جو ڈان کونکوزوٹ کی طرح اسپین کے ایک بانیے کا قصہ ہے؛ ”اگاہون“ جس میں ایک ’یونانی‘ سرورما کے حالات ہیں ”طنی آئینہ“ جو الف لیله کے قسم کی کتب ہے اور مشرقی ممالک کے قصوں کا مجموعہ —

جو زور بیان، کلوپف اسٹوک، کے یہاں تھا اس سے ’ولانت‘ کا کلام خالی ہے۔ اسی لئے اُسے جتنی مقبولیت شہر مالک میں حاصل ہوئی خود ’جرمانی‘ میں نہیں ہوئی۔ یہاں ایک گروہ اس کا مخالف تھا جو اس کی واقعیت پسندانہ شاعری کو متغرب اخلاق سمجھتا تھا —

اس دور کا سب سے بڑا ادیب، نقاد اور ڈراما نگار ”لیسنڈ“ (۱۷۲۹ تا ۱۷۸۱ ع) ہے۔ اس نے اس طرز شاعری کو جو ’کپسیکی‘ کہلاتا ہے کمال کو پہنچا دیا۔ اس طرز کی خصوصیات یہ ہیں کہ انداز بیان سادہ اور حقیقت میں قریب ہوا ہوتا ہے۔ اصول فن کی پوری باہمی کی جاتی ہے اور جذبات کو عقل کے ماتحت رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خیالات کے اعتبار سے ’لیسنڈ‘ ’عقنیت‘ اور ”نئی روشنی“ کا علم بردار ہے۔ رسم و کھش، مذہب و ملت کی قیود کو وہ عقل انسانی کے لئے زنجیریں سمجھتا ہے۔ وہ ان پردوں کے پھچھے ’انسانیت‘ کے عین کو دیکھتا ہے اور اسے بے نقاب کرنا چاہتا ہے —

اس کے ابتدائی ڈراموں میں اصول فن کے لحاظ سے ڈرانسیسہوں کی تقلید ہے؛ لیکن چونکہ وہ نقادانہ طبیعت رکھتا تھا، اس لئے اس نے خود ’یونانی‘ ڈراموں کا

جن کی تقلید کا 'فرانسیسیوں' کو دعوے تھا، نظر غور سے مطالعہ کیا اور اس کی بنا پر ڈراما نویسی اور دوسرے فنون لطیفہ کے اصول و ضوابط قائم کئے۔ فن تنقید میں اس کی دو کتابیں 'ہامبرگ کا فن ڈراما' اور 'لٹو کو آن' مشہور ہیں۔ اس کی تنقید عقلمند کے ذہن پر مبنی ہے۔ اس کے نزدیک فنون لطیفہ کا عام معیار خوبی یہ ہے کہ وہ صاف اور واضح تصورات کو منطقی تناسب اور ترتیب سے پیش کریں۔ اس کا پہلا اور بجنل ڈراما "سارہ سیمپسن" ہے۔ اس میں اس نے یہ قدیم اصول توڑ دیا کہ المیہ کا موضوع ہمیشہ بادشاہوں یا امرا کی زندگی ہونا چاہئے، اور ایک معمولی خاندان کی لڑکی کا قصہ بیان کیا۔ لیکن اس افسانے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ "مہذا فان بان دن ہلم" بے موضوع کے لحاظ سے، نہز ڈراما کی خصوصیات کے اعتبار سے فہمیت کامیاب فرحیہ (کامیڈی) ہے۔ اس میں جذبہ عشق کی کشمکش احساس فرض اور حب وطن سے دکھائی ہے۔ اس ڈرامے میں ایک فرانسیسی کا مضحک کیرکٹر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "جرمنوں" کے دل میں 'فرانسیسیوں' کا جو رعب چلا آتا تھا وہ اب جاتا رہا۔

'لوسلگ' کے دو ڈرامے 'ایمیلیا گیلوٹی' اور "دانشمند ناتان" ادبی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ "ایمیلیا" میں 'لوسلگ' نے اپنے عہد کی 'طالوی' زندگی کا ایک المیہ قصہ لکھا ہے جو تنقیدی ادبی طرز کی بہترین مثال ہے۔ "ناتان" 'سلطان صالح الدین' کے زمانے کی صلیبی جنگ کا افسانہ ہے جس میں ایک 'یہودی' حکیم کی زبان

سے مذہبی رواداری کا درس دیا گیا ہے اور عقائد کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔

فرض اٹھارہویں صدی میں، جرمن، زبان بہت منجی اور صاف ہوئی، جرمن ادب فرانسیسیوں کی تنقید سے آزاد ہوا، اُس میں جدت اور وسعت پیدا ہوئی لیکن ابھی گہرائی نہ تھی۔ بات یہ تھی کہ اس صدی میں جس راہ پر 'جرمن' ذہن چل رہا تھا، یعنی عقلیت کا فلسفہ اور کلاسیکی ادب، وہ 'جرمن' قوم کی طبیعت کے مناسب نہ تھا۔ اس تحریر کی طبیعت میں باطنیت اور انفرادیت ہے، اس کے تفہیل میں شورش ہے، وہ خارجی قہود سے گہترتی ہے اور لاعقلی عناصر کو عقل کے ماتحت نہیں رکھنا چاہتی۔ شاید اس کی تربیت اور انضباط کے نئے یہ ضروری تھا کہ وہ عقلیت کے دور سے گذرے۔ لیکن وہ زیادہ دن تک اس کی پابند نہیں رہ سکتی تھی۔ فلسفے میں 'کانت' کے نقادانہ دماغ نے عقلیت کی حدود معین کر دی تھیں۔ اُس کے بعد عقلیت پسند فلسفیوں کو تفہیل کی بلند پروازی دکھانے اور لاعقلی عناصر پر زور دینے کا موقع ملا۔ ادبی تنقید میں عقلیت کے خلاف علم پیکار بلند کرنے والا عالم دین 'ہرڈر' تھا۔ عقلیت کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ ذہن انسانی کو ساکن اور یک رنگ سمجھتی تھی اور اس کی تاریخی نشوونما اور مختلف ادویہ کی طرف سے چھم پوشی کرتی تھی۔ اس کے نزدیک انسانی زندگی اور خصال کے اصول جو عقل کی مشعل سے روشن ہو رہے تھے اور ہر زمانے کے لئے یکساں

ہیں ۔ ’ ہر قدر ’ نے اس پر سختی سے تلمیح کی اور
 ” تاریخی منہاج ” کی بنا ڈالی ۔ اس کی کتاب ” جمالیات “
 میں جو تلمیحی اصول بیان کئے گئے وہ بالکل نئے اور
 اچھوتے تھے ۔ اس کے نزدیک ہر قوم کا ادب اور اس کی
 شاعری قومی بہت کی خصوصیات کا آئینہ اور قومی زندگی
 کی ارتقا کا نتیجہ ہے اس کے نزدیک سچی شاعری کی
 پہچان یہ ہے کہ وہ انسانی خواہشات و جذبات کی تصویر
 ہو اور شدت احساس اور خلوص سے لبریز ہو ۔ اگر یہ باتیں
 شاعری میں موجود ہوں تو وہ فطری شاعری ہے ورنہ ایک
 مصنوعی اور بیجان چیز ہے اس معیار پر اس کے
 خیال میں وہ گھٹ پورے اترتے ہیں جو عوام کے بنائے ہوئے
 اور ان میں مقبول ہوں ۔ اس لئے یہی سچی شاعری
 کا نمونہ ہیں ۔ اس کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ ” شاعری
 نوع انسانی کی مادری زبان ہے “ اس نے بڑی محنت سے
 ایک مجموعہ مختلف قوموں کے منتخب گیتوں کا تیار کیا
 اور اس کا نام ” قوموں کی آواز گیت کے پردے میں “ رکھا —
 ” جرمن ادب کے متعلق چند متفرق خیالات “ ’ ہر قدر ‘
 کا شاہ کار ہے ۔ اس میں اُس نے اپنا فلسفہ لسان بیان
 کیا ہے ’ ہر قدر ‘ کہتا ہے کہ ہر قوم کی زبان میں ایک
 خاص روح ہوتی ہے اور یہی روح اس کے ادب کے لئے وجہ
 حیات ہے ۔ زبان کی ارتقا کے عام اصول قائم کرنے کے بعد
 وہ جرمن زبان کی خصوصیات بتاتا ہے اور اُس کی نشو و نما
 دکھاتا ہے ۔ اُس کے نزدیک ” نئی روشنی “ کے دور نے جرمن
 زبان و ادب کو ابھر نے نہ دیا ۔ اس عہد میں نئے انسانی

کی ساری کائنات عقل سمجھی جاتی تھی حالانکہ عقل اس کا محض ایک پہلو ہے اور انسانی زندگی کی تکمیل کے لئے کافی نہیں۔ ” تنقید کے جنگل “ میں اس نے ان خیالات کو پھیلا دیا ہے اور اُن سے ادبی تنقید میں کام لیا ہے۔ ” اوسمان کے متعلق خطوط “ میں اُس نے ایک قدیم کھلت کے کلام پر تبصرہ کیا اور اُسے ’ ہونان ‘ کے مایہ ناز شاعر ’ ہومر ‘ کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ’ مقالہ بر کلام : ویکسپیر ‘ میں اُس نے یہ بتایا کہ شیکسپیر کی تصانیف کو فرانسیسی تنقیدی اصول پر نہ جانچنا چاہئے بلکہ انگلستان کی مخصوص ادبی روح کے معیار پر —

اُس کی ایک نہایت اہم کتاب ” Auch eine Philosophie der Geschichte “ ہے جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہو گا۔ ” تاریخ کا بھی فلسفہ “۔ اُس نے تاریخ کے مطالعے میں روحانی ارتقا کے نظریے سے کام لیا اور ’ قرون وسطیٰ ‘ کے متعلق عام مورخوں کا جو حقائق آمیز دریہ تھا اُس کی سختی سے مخالفت کی۔ لوگ اس عہد کو تاریخی کا زمانہ سمجھتے تھے۔ ’ ہرڈر ‘ نے یہ ثابت کیا کہ اس زمانے میں ’ یورپ ‘ میں ایک مکمل نظام زندگی موجود تھا جو فطرت سے قریب تر تھا —

’ ہرڈر ‘ کا طرزِ تحریر بھی خاص ہے۔ وہ لکھتے ہیں کسی اصول کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے خیالات وضاحت، صفائی اور تسکین سے ادا نہیں کر سکتا: اس لئے اُس کی کتابیں پڑھنے میں دلچسپ نہیں۔ لیکن اس کے خیالات اس قدر گہرے تھے اور اُس نے ’ جوہر ‘، اندازِ طبیعت کے اس

خوبی سے سمجھا تھا کہ اُس کی وجہ سے 'جرمنی' کی ادبی دنیا میں عظیم الشان انقلاب ہو گیا۔ اُس کی تحریک سے 'جرمن' زبان بیرونی بندشوں کو توڑ کر آزاد ہوئی اور 'جرمن' روح کی بیچھنی 'آرزو' اور جستجو نے ادب اور شاعری میں عجب سوز و گداز پیدا کر دیا۔

اس ادبی انقلاب کی 'جوطوفان و ہیجان' کا دور کہلاتا ہے، ابتدا اُس زمانے سے سمجھنا چاہئے جب 'استراہبرگ' میں 'ہردر' اور 'گوئٹے' میں ملاقات ہوئی (سنہ ۱۷۷۱ء)۔ نوجوان گوئٹے جس قدر 'ہردر' کی اثر آفریں شخصیت سے متاثر ہوا اپنے ہم عصروں میں کسی سے نہیں ہوا۔ سنہ ۱۷۷۲ء میں ایک مجموعہ مضامین "جرمن ذہن اور جرمن آرٹ" کے نام سے شائع ہوا جو گویا نئے دور کا پیش خیمہ تھا۔ اس میں 'ہردر'، 'گوئٹے' اور چند اور لوگوں کے مضامین تھے۔

اس ادبی انقلاب نے دو راہیں اختیار کیں ایک نو فنانی شاعری اور دوسرے ڈراما۔ نئی فنانی شاعری کا مرکز 'گوئٹنگن' تھا جہاں یونیورسٹی کے چند طلب علموں نے مل کر ایک حلقہ شعرا قائم کیا جن میں 'فوس' اور 'ہیورڈر' ممتاز تھے۔ یہ لوگ ایک سال نامہ "آرٹ کی دیویوں کے سال نامے" کے نام سے نکالتے تھے۔ ان کی شاعری نفس مضمون اور طرز ادا کے لحاظ سے کلاسیکی شاعری کی ضد ہے۔ ان کے کلام میں اس قدر جبرش و خروش ہے کہ وہ پوری طرح اظہار مضمون پر قابو نہیں پاسکتے۔ ان کا موضوع کلام انسان کی داخلی زندگی، اس کے جذبات کا ہیجان، اُس کی

باطنی للہی وارہات ہے ۔ اس ضمن میں ' کوئٹے ' کا 'ویرتھر' بھی شمار کیا جاسکتا ہے جو شعر منثور کا نمونہ ہے —

لیکن 'طوفان وہیجان' کی تحریک کا اصلی زور ڈراما میں ظاہر ہوا ۔ 'جرمنی' کے دو سب سے بڑے ڈراما نگار 'گوئٹے' اور 'شلر' اپنی جوانی کے زمانے میں اس تحریک کے علم پر دار تھے ۔ 'گوئٹے' کا "گوتس" اور 'شلر' کا "قزاق" 'وہیجان و طوفان' کا آئینہ ہیں ۔ "گوتس" سولہویں صدی کے ایک بانکہ سردار کا قصہ ہے اور "قزاق" جیسا کے نام سے ظاہر ہے قزاقوں کا افسانہ ہے ۔ دونوں میں مصنفوں کی ہمدردی ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مروجہ اخلاق کو توڑ کر محض اپنے ضمیر کے احکام کی پابندی کرتے ہیں ۔ 'گوئٹے' اور 'شلر' نے اس دور میں اور بھی کئی ڈرامے لکھے اور یہ رنگ اس قدر پھیلا کہ بہت سے ڈراما نگاروں نے اسے اختیار کر لیا ۔ ان لوگوں میں "کلنگر" کسی قدر اہمیت رکھتا ہے جس کے ڈراما "طوفان وہیجان" کے نام سے یہ دور موسوم ہے —

اس دور کی خصوصیات تین تھیں :- کلاسیکی اصول فن کی سختیوں سے آزادی ، داخلیت کی جذبات پرستی اور انفرادیت ، مروجہ اخلاقی اور تمدنی قوانین کے خلاف احتجاج ۔ اس زمانے میں 'جرمن' روح کو اپنی پوری خصوصیات ، اپنی خوبیاں اور کمزوریاں پوری ظاہر کرنے کا موقع ملا —

اس دور کی کمزوریاں بھی صاف نظر آتی ہیں ۔ ادب

اور زندگی کی مصیبتیں نشوونما کے لئے جہاں بھجا تھوہ سے آزادی دیتی ہے وہاں کسی نہ کسی ذہنی مہیا کی پابندی بھی ضروری ہے ۔ ” طرفان و ہرجان “ نے ’ جرمنی ‘ کی رومانی روح کو آزاد کر دیا تھا ۔ اس میں بے حد زر ‘ بے تہاہ گہرائی ‘ بے پایاں وسعت تھی ؛ لیکن بہت جلد یہ معام ہو گیا کہ ان خونیوں کے ساتھ ترتیب اور عم آہستگی کے نہ ہونے سے بے راہ روی اور انتشار کا خوف ہے ۔ کچھ دن میں اس دور کے ادیبوں کی بے اصولی ، داخلیت ‘ اور انفرادیت حد سے گزر نے لگی ۔ اس کا احساس سب سے پہلے گوئٹے ‘ کی ہمہ گیر طبیعت کو ہوا ۔ اُس نے اس مسئلے کو اپنی زندگی اور اپنی تصانیف دونوں میں حل کیا ۔ ایک طرف تو اُس نے اپنی زندگی میں آزادی اور پابندی ، فطری جوش اور اخلاق انضباط ، Genius (خدا داد تخلیقی قوت) اور Character (گتسا بی سیرت) میں امتزاج پیدا کر کے جرمن قوم کے لئے ایک نمونہ قائم کیا اور دوسری طرف اپنی شاعری میں رومانی روح کے ہرجان و طوفان کو کلاسیکی عم آہستگی اور ترتیب کی مدد سے راہ پر لٹکا دیا ۔ گوئٹے کے بعد کئی بار جرمن روح کے دست وحشت نے زندگی کے گردبان تنگ کو چاک کیا ؛ لیکن گوئٹے کی زندگی اور شاعری کی مثال سامنے تھی اس لئے فوراً ہی اُس کی بختہ گری بھی ہو گئی ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ گوئٹے نے یہ مثال کھوں کر قائم کی —

باب دوم

گوئٹے کی زندگی کے حالات اور اُس کی تصانیف

’یوحان وولف گانگ گوٹے‘ سالہ ۱۷۴۹ ع میں شہر فرانکفورت میں، جو دریئے مائن کے کنارے واقع ہے، پیدا ہوا۔ اسے اپنے باپ سے ضبط و انضباط، ہارپک بھنی، اور مشاعدے کی عادت ورثے میں ملی اور اپنی ماں سے رحمت فاضل اور ذوق جمال - وہ اپنے ایک قطعے میں کہتا ہے -

’اپنے باپ سے میں نے وجاہت اور سلجھد گی پائی ہے اور اپنی پیاری ماں سے زندہ دلی اور کہانی کہنے کا شوق“ جوئی میں اس کے مزاج میں بے حد تلون تھا - اس کا دل جذبات و کھفتات کا ایک سمندر تھا جس میں ہمیشہ مدوجزا رہتا تھا - کبھی ملال اور افسردگی، کبھی جوش اور مسرت کبھی حوصلہ مندی اور اُمدد، کبھی بیدلی اور یاس کبھی لطاف صحبت کا ذوق، کبھی تنہائی کی تلاش یہ کیفیت کم و بیش ہر نوجوان کی ہوتی ہے - عہد شباب میں جس طرح خون گرم ہوتا ہے اور تیزی سے بہتا ہے اسی طرح جذبات مشعل ہوتے ہیں اور جلد جلد رنگ بدلنے ہیں مگر ’گوٹے‘ کی طبیعت کے تلوں اور بھچینی کو محض عمر کا تقاضا نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ اس کی یہ سہماں مزاجی عنوان شباب کے گزرنے کے بعد بھی عرصے تک اُسی زور شور سے باقی رہی، بلکہ آخر عمر میں بھی وہ کے ظاہر ہوتی رہی - اُس کے اس باطنی اضطراب کا سبب یہ تھا - کے اُس کے سینے میں ”دو روحیں“ تھیں

ایک تو شاعر کی حسن پرست، عشق پرور، شورش آلود

ہلکا خیر روح اور دوسرے حکیم کی عرفان جو، حق پسند، سکون طلب، نظم آفریں روح - ان دونوں کی

کشمکش اُسے چین نہ لہنے دیتی تھی اور اس کشمکش کو دور کرنے پر اُس کی نجات منحصر تھی۔ اسی کے ساتھ اس کے ذہن میں بلا کی وسعت اور ہمہ گہری اور اس کی طبیعت میں غضب کی آمد اور روانی تھی۔ اس کے لئے یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا کہ اپنی تخلیقی قوت کے لئے کیا حدود اور کیا ضوابط مقرر کرے تا کہ وہ سہابی دریا کے مانند کناروں کو توڑ کر آس پاس کی بستیوں کو ویران نہ کر دے بلکہ سبک روندی کی طرح ایک مقررہ دھارے میں بہ کر اپنی وادی کو سیراب کرے اور زرخیز بنائے۔ فرض 'گوئٹے' کو اپنی ذات کی ارتقا اور تکمیل کے لئے ایک بہت بڑا کام انجام دینا تھا یعنی اپنے مزاج کے متضاد عناصر میں توازن پیدا کرنا اور اپنے ذہن کی حد بندی 'تہذیب' اور انضباط کرنا —

مگر 'گوئٹے' کا کام یہیں تک محدود نہ تھا۔ وہ شاعر تھا اور اُس کی فطرت کا تقاضا تھا کہ اپنی داخلی زندگی کے نشیب و فراز اور نشو و نما کو الفاظ و تصورات کے خوش نما نقوش 'لحی و صوت کی خروش آئند ترکیدوں میں ظاہر کرے تا کہ دوسرے بھی اُس سے سرور کے پردے میں تسکین اور نجات حاصل کریں۔ جس روحانی کشمکش میں 'گوئٹے' مبتلا تھا۔ اسی میں اس کی قوم بھی گرفتار تھی۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس زمانے میں رومانی 'جرمن' روح 'فرانسیسہوں' اور 'یونانیوں' کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنی فطری جوش کی رو میں بہ رہی تھی۔ 'جرمن' ادب پر 'طوفان

و ہیبجان ، کا رنگ چھا یا ہوا تھا ۔ اُس نے امول کے بند توڑ دیے تھے اور مذہب و اخلاق رسم و رواج کے پشتوں کو کمزور کر دیا تھا ۔ لیکن ایک طرف تو کلاسیکی تاریخی روایات ، دوسری طرف ' جرمنوں ' کی گہری مذہبیت ، تیسری طرف ' فریڈرک اعظم ' کا قائم کیا ہوا فوجی انضباط جو تمام قوم کے دل میں گھر کر چکا تھا ، یہ سب قوتوں طوفان و ہیبجان ، کی تخریبی اور انقلابی تحریک کی مطلق العنانی کو روک رکھی تھیں ۔ بہتوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہو چکا تھا کہ تخریب کے ساتھ تعمیر کی بھی ضرورت ہے سب سے زیادہ اس کا احساس ' گوئٹے ' کو تھا اور اُسی میں اتنی قوت بھی تھی کہ اس طوفان کو قابو میں لاکر اُس سے آبِ دسانی کا کام لے —

غرض ' گوئٹے ' کی زندگی اُس اصلاح و تعمیر کا افسانہ ہے جو اُس نے اپنی سیرت میں اور اپنی قوم کے ادب اور تہذیب میں کی ۔ یہ کوئی سہل کام نہ تھا جو تھوڑے دن میں انجام پا جاتا ، بلکہ اس میں ' گوئٹے ' کو سالہا سال داخلی اور خارجی مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور بڑے بڑے نشیب و فراز دیکھنا پڑے ۔ اُس کی زندگی کے چھہ دور قرار دئے جاسکتے ہیں جنہیں ہم علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے —

پہلا دور بچپن اور عنوانِ شباب کا ہے ۔ ' فرانکفورت

میں ' گوئٹے ' کی زندگی باپ کی شفقت نگرانی میں ماں کے دامن شفقت میں ، بہن کے ساتھ پیار اور کھیل میں گذری ۔ اُس کا باپ خواہں حال آدمی تھا مگر سادگی اور

کفایت شعاری سے زندگی بسر کرتا تھا - وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو بڑے اہتمام سے گھر پر تعلیم دیتا تھا - ' گوئٹے ' دس برس کا تھا (۱۷۵۹) کہ ' فرانسیسیوں ' نے ' فرانکفورت ' پر قبضہ کر لیا اور شہر والوں کے گھروں میں جبراً ' فرانسیسی ' - پامی اور افسر رکھے گئے - ' گوئٹے ' کے گھر میں بھی ' فرانسیسی ' افسر رہتے تھے - اس کا باپ شرم اور نفرت کے جذبات سے اس قدر مغلوب تھا کہ اس نے اپنے کمرے سے نکلتا چھوڑ دیا - مگر خاندان کے اور سب افراد ان ' فرانسیسیوں ' کی خوش مزاجی ، تہذیب اور نفاست سے بہت خوش تھے اور ان کے ساتھ لطف سے وقت گزارتے تھے - اس طرح گوئٹے کے خالات اور اس کے مذاق پر بچپن سے فرانسیسی اثر پڑا - سنہ ۱۷۶۵ ع میں جب وہ لائپزش کی یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم پانے کے لئے بھجوا گیا اس وقت وہ ' فرانسیسیوں ' کی تقلید میں سر سے پھر تک دوپا ہوا تھا - اس کی وضع قطع میں ' بات چیت میں ' نشست برخاست میں ' تکلف اور تصنع کی بھر مار تھی - لائپزش کے لوگوں پر بھی یہی رنگ چھایا ہوا تھا - یہاں گوئٹے کی زندگی سخت روہانی کونٹ میں تھی - اس کی شاعرانہ طبیعت اپنے اور دوسروں کے اس طرز زندگی سے سخت بیزار تھی - علاوہ اس کے وہ یونیورسٹی کے تنگ نظرانہ ' اور سطحی طرز تعلیم سے بہت گھبراتا تھا - ایک تو وہ خاموش اور حساس طبیعت رکھتا تھا اور ملنے جلنے سے پرہیز کرتا تھا اور دوسرے درسی مشقوں کو کدہ کلدن اور گاہ برآوردن سمجھ کر ان سے جی چراتا تھا - اس لئے اس کے استادوں کو اس کی طرف کوئی توجہ نہ تھی -

طالب عملوں میں بھی اس کے دوست بہت کم تھے۔ اس کس مپرسی سے محبت کا بھوکا 'گوئٹے' ہمیشہ ملول اور افسردہ رہا کرتا تھا۔ کچھ اس کے اثر سے اور کچھ نوجوانی کی بے راہ روی سے وہ ایک معمولی درجے کی عورت انہیٹے شوئیلے کوئف پر عاشق ہو گیا۔ اس زمانے میں اس نے بہت سی غنائی نظمیں لکھیں اور دو چھوٹے ڈرامے۔ لیکن اس کلام میں بھی وہی تصنع پایا جاتا ہے جو اس کی زندگی میں تھا۔ اس کو ابھی وہ راہ نہیں ملی تھی جسے اس کی روح دھونڈھتی تھی۔ اس کے حوصلے اس کی آرزو، اس کے نصب العین میں اور اس کی واقعی زندگی میں جو تضاد تھا اس نے 'گوئٹے' کو عجب روحانی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ عشق کے معاملے میں بھی اسے تھوڑے دن کے بعد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیٹے سے اس کے تعلقات نہ نبھ سکے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوئٹے کی صحت روز بروز گرتی گئی یہاں تک کہ آخر وہ سخت بیمار ہو کر سنہ ۱۷۶۸ ع میں اپنے گھر فرانکفورٹ واپس آیا —

یہاں وہ قیرۃ سال تک علالت کی حالت میں رہا۔ اس کی ماں کی دوست فروئلٹن فان کلہٹنبرگ نے جو پیٹہسٹ * Pietist فرقے سے تعلق رکھتی تھی، بڑی دلسوزی سے اس کی تہمداری کی۔ وہ چاہتی تھی کہ 'گوئٹے' کو اپنے فرقے میں شامل کر لے۔ اس کی محبت کے اثر سے

* 'جرمنی' میں ایک مذہبی فرقہ تھا جو سترھویں صدی میں قائم ہوا تھا۔ یہ لوگ 'پروٹسٹنٹ' مذہب کی انتہائی عقلیت اور خشکی کو تصور اور جذبات پرستی کی چاشنی سے دور کرنا چاہتے تھے —

’گوئٹے‘ کے دل میں مذہبیت کا جوش بھدا ہوا جو کسی نہ کسی صورت میں عمر بھر باقی رہا۔ مگر یڈیٹسٹ فاقے کے جذبات پر سمانہ عقائد سے اس کی تسکین نہیں ہوئی۔ اس نے اس سلسلے میں سحر و نہر نجات کی کتابیں کا مطالعہ کیا، لیکن اس کی نقادانہ اور محققانہ نظر نے بہت جلد دیکھ لیا کہ ان چیزوں کی کوئی اصلیت نہیں۔ پھر بھی ’فرولائن فان کلہمیرگ‘ کا وہ بہت مہذب احسان تھا اور اس نے اپنے ناول ولہام، مائسٹر میں اس خاتون کی سہرت نہایت خوبی سے بیان کی ہے۔۔۔

۱۷۷۰

’گوئٹے‘ کی زندگی کا دوسرا دور سنہ (۱۸۷۰) ع سے شروع ہوتا ہے جب وہ اپنی تعلیم کو مکمل کرنے ’اسٹراسبرگ‘ گیا۔ یہ شہر ’فرانس‘ کی سرحد پر واقع ہونے کے سبب سے ’لائپزش‘ سے بھی زیادہ ’فرانسیسی‘ رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ لیکن ’گوئٹے‘ کی نظر میں اب زیادہ گہرائی پیدا ہو چکی تھی۔ یہاں اس نے اپنے ہم وطنوں کو اس اذہے پن سے وضع قطع گفتگو اور خیالات میں ’فرانسیسیوں‘ کی تقلید کرتے دیکھا تو اسے بیحد شرم آئی اور ان کی ضد پر اس کے دل میں ’جرمن‘ قومی تمدن کی محبت کا جذبہ بیدار ہوا اور ’ہردر‘ کی ملاقات گویا سونے پر سہاگا ہو گئی ہردر نے گوئٹے کے دل میں قومیت کے جوش کو اور ابھارا، اسے اپنا قومی ادب کا نظریہ سمجھا یا اور ’جرمن‘ قومی شاعری اور ’جرمن‘ طرز تعمیر کی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی۔ ’گوئٹے‘ پر ’ہردر‘ کی شخصیت کا جتنا گہرا اثر پڑا اتنا کسی کا نہیں پڑا اور جتنی عقیدت اسے اس سے تھی کبھی

کسی سے نہیں ہوئی ۔ باوجود اس کے کہ 'ہرڈر' کوٹتے کے ساتھ برابر سختی، بھمردتی، ہمت شکنی، نفس کشیک کا ہرٹاؤ کرتا رہا 'کوٹتے' کے دل میں ہمیشہ اس کے خیالات کا احترام رہا ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ 'کوٹتے' نے 'فاؤسٹ' میں شیطان کی جو تصویر کھینچی ہے وہ 'ہرڈر' اور اس کے ایک اور دوست 'میرک' کے خط و خال سے مرکب ہے ۔ 'اسٹراسبرگ' میں اور بھی کئی نوجوان 'ہرڈر' نے خیالات سے متاثر ہوئے تھے اور ان سب نے مل کر ایک ادبی حلقہ قائم کیا تھا جس نے، جرمنی کی (رومانی روح کو بیدار کرنے کے لئے 'طوفان و ہیجان' کو تحریک شروع کی ۔ لیکن اس تحریک کا روح و رواں 'کوٹتے' ہی تھا ۔ اسی کی بدولت رومانیت پروا چڑھی اور اسی نے اس کی کمزوریوں کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی ۔

'اسٹراسبرگ' میں بھی 'کوٹتے' کا درہ اشفاق دل تیرا صحبت سے زخمی ہوا شہر کے قریب ایک خاندان رہتا تھا جس سے 'کوٹتے' کی ملاقات تھی ۔ صاحب خانہ کی بیٹی فریدریکے برہن کے حسن نے 'کوٹتے' کے دل کو موہ لیا یہ صحبت بالکل پاک تھی ۔ اسی لئے 'کوٹتے' پر اس کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے اپنی معشوقہ کو "فاؤسٹ" میں 'گریٹشن' بنا کر اسے حیات جاودانی بخش کشمکش آرزو سے نجات پانے اور راز معشوق کی پردہ داری کے خیال سے 'کوٹتے' نے اس گھر میں آنا جانا ترک کر دیا ۔ یہ رسیدگی اُس کے عشق کی خصوصیت تھی اور کئی بار مختلف موقعوں پر ظہور میں آئی ۔

جب 'کوٹتے' سنہ ۱۷۷۱ء میں اپنی تعلیم ختم کر کے اور قانون

کی سند لے کر اسٹڈ اسپرگ سے رخصت ہوا تو اس کے دل میں دو قدرا سوں کا منصوبہ تھا ایک ”تو گوتس فان ہرلی شلگن“ کا اور دوسرے ”فاؤسٹ“ کا۔ یہ دونوں سولہویں صدی کے جرمن، کھریکٹر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ’ہرقدار‘ کے اثر سے قومی ادب کا خیال، گوتے کے دل میں کس قدر راسخ ہو چکا تھا۔

اب ’گوتے‘ نے ’فرانکفورت‘ میں وکالت شروع کی لیکن اس کا اصلی مشغلہ تصنیف و تالیف تھا۔ سنہ ۱۷۷۱ء میں اس کا قدرا ما ”گوتس“ شائع ہوا۔ یہ ’جرمن‘ ادب میں اپنی قسم کا پہلا قدرا ما تھا۔ اس میں سولہویں صدی کے ایک اولوالعزم ہائیکے کا قصہ ہے جو رسمی اخلاق کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنے ضمیر کے اخلاقی نصب العین کے ماتحت شجاعت اور مردانگی کے بڑے بڑے کار نمایاں انجام دیتا ہے۔ وہ شاہنشاہ اور دوسرے رئیسوں سے لڑ کر اپنے طبقے کی کیونٹی ہوئی عزت حاصل کرتا ہے۔ اور میدان جنگ میں تلوار کا زخم کھا کر ہلستے کھلتے جان دیتا ہے۔ اس مشہور قدرا مے میں ’گوتے‘ نے ’شیکسپیئر‘ کی طرح تمام مسلمہ اصول فن نوزدئے۔ اُس نے اِس میں صرف کھریکٹر نگاری کو مد نظر رکھا۔ داستان کے تسلسل اور استہج کے قواعد کی کوئی پروا نہیں کی۔ ’جرمن‘ پبلک نے بڑے زور شور سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس مصنف کی شہرت تمام ملک میں پھیل گئی لیکن ’ہرقدار‘ کی مشکل پسند طبیعت نے اسے پسند نہیں کیا اور اُس نے ’گوتے‘ کو بہت سرزنش کی اور لکھا کہ ’شیکسپیئر‘ نے تمہیں خراب کر دیا

اس زمانے میں عشق نے بھر 'گوئٹے' کے مشتاق و راحت
 دل کی ہر شے کی - وہ اپنے ایک دوست کی بیوی لوٹے
 'کیسٹنر' پر دل و جان سے عاشق ہو گیا - 'لوٹے' اس سے
 دوستانہ تعلق کا بتاؤ کر تی تھی لیکن اس کا ناز یا کداملتی
 'گوئٹے' کے نیاز عشق کو ہمیشہ رد کرتا تھا - شاعر نے اپنے قلب
 کی بھینٹ کی تصریح شعر منثور میں کی ہے: اور اس قصے کا نام
 'نو جوان ویرتھر کے مصائب' رکھا (سنہ ۱۸۳۴ء) - 'ویرتھر'
 ایک شادی شدہ شخص پر عاشق ہوتا ہے ، اپنے جذبات
 مضطرب کا اظہار عاشقانہ خطوط میں کرتا ہے - اور آخر دردِ مرق کی
 تاب نہ لا کر خود کشی کر لیتا ہے یہ قصہ 'گوئٹے' نے بھنڈوی کے عالم
 میں ایک مہمہ میں ختم کیا - 'گوئٹے' کی عمر کا یہ دور سراپا
 'طوفان و مہجانبان' ہے اور 'ویرتھر' اس کا سچا مظہر ہے -
 'گوئٹے' نہایت عرق ریزی سے کوشش کرتا تھا کہ وکالت کے
 پیشے میں جی لگائے ، لیکن اس کا سیلاب و ش دل چھن
 نہ لہے دیتا تھا - اس نے چاہا کہ ایک تاجر کی لڑکی
 سے شادی کر لے - نسبتاً بھی ہو گئی لیکن اختلافِ معاشرت
 اور اختلافِ مذاق کے سبب سے شادی کی نوبت نہ آئی -
 سنہ ۱۸۴۵ء میں 'گوئٹے' نے "فاؤسٹ" لکھا -

ابتدائی شکل میں یہ 'طوفان و مہجانبان' کا ڈراما تھا لیکن
 آگے چل کر کچھ اور ہی چیز بن گیا -

اسی سال 'گوئٹے' کو 'وائمار' کے نو جوان فرماں روا
 ڈیوک 'کارل آؤگسٹ' نے اپنا معہر سقر کر کے بلا بھیجا
 'گوئٹے' بھی 'فرانکفورت' کی پر آشوب زندگی اور مایوسی
 عشق کی تلخیوں سے عاجز آگیا تھا - علاوہ اس کے 'وائمار

کے دربار میں جانے سے اسے امید تھی کہ وہ کالت کی محدود زندگی سے نجات پا کر جاہ و منصب ثروت اور عزت حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ اس لئے اس نے خوشی سے منظور کر لیا۔ نوجوان دیوک اور جوان شاعر میں کچھ دن قبل پہلی بار ملاقات ہوئی تھی اور انہیں ایک دوسرے کی شخصیت میں عجیب کشش محسوس ہوئی تھی۔ اسی کی بدولت 'گوئٹے' کو 'کارل آؤگسٹ' کا قرب حاصل ہوا اور اس قرب سے عمر بھر کی سچی دوستی کی بنیاد پڑی۔ 'وائمار' میں 'گوئٹے' کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوا جس نے بتدریج اس کے مزاج اور اس کی سیرت میں عظیم الشان تبدیلی پیدا کی۔ درباری زندگی کی دلچسپیوں اور مصروفیتوں کے سبب سے بہت دن تک اس کی شاعرانہ تخلیق کا سرچشمہ بند رہا لیکن گو ناگوں تجربوں کی بدولت سطح کے نیچے آب حیات کا خزانہ جمع ہوتا رہا جو آگے چل کر ابلا اور بعد ذخائر بن کر ابلا۔

'فرانکنورٹ' ہی میں 'گوئٹے' نے اپنا ڈراما 'ایگمونٹ' شروع کر دیا تھا۔ مگر یہ 'وائمار' جانے کے بارہ برس بعد سنہ ۱۷۸۷ ع میں ختم ہوا۔ یہ ایک امیر کا قصہ ہے جو ایک فہمے طبقے کی عورت پر عاشق تھا۔ اس کی راہ میں ہزاروں خطرے تھے مگر اسے کسی کا احساس نہیں ہوا یہاں تک کہ آخر وہ درطہ ہلاکت میں غرق ہو گیا۔ اس قصے میں 'گوئٹے' کا 'ڈیمون' Demon کا نظریہ ہے۔ یہ انسان کی سیرت کا لاشعوری عنصر ہے جو حرکت اور تخلیق کی قوت کا خزانہ ہے۔ اس کی بدولت انسان زندگی کی سنگلاخ

راہوں میں بے جانے بوجھ ' بے دیکھے بھالے ' آگے بڑھا چلا جاتا ہے چاہے جو انجام ہو ۔ اس نئے رومانی دور میں ' گوئتے ' اس کا قائل ہے کہ آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو اس مخفی قوت کے ہاتھ میں چھوڑ دینا انسان کی نجات کا باعث ہے ۔ ان دنوں اس کی تصانیف پر بلکہ اس کی ساری زندگی پر بے بخبری کا رنگ چھایا ہوا ہے —

جیسا ہم کہہ چکے ہیں ' وائمار ' آنے کے بعد چند سال تک ' گوئتے ' دوبارگی لا اہالی زندگی اور ہم سن اور ہم مشرب احباب کی پر لطف صحبتوں میں ایسا دوبا رہا کہ اسے سوائے چھوٹی چھوٹی ہنگامی چیزیں لکھنے کے تصنیف و تالیف کا بالکل موقع نہیں ملا ۔ دیوک ' کارل آؤکست ' ان دنوں عہد شباب کی زندگی وسیہ مستی کی داد دے رہا تھا ' گوئتے ' اس کی بزم عشرت میں شمع فروزاں بن کر پھنچا سفر میں ' حضور میں ' دربار میں ' شکار میں وہ دیوک کے ساتھ رہتا تھا اور اپنی طبیعت کی رنگینی ' شوخی ' اور ایچ سے عیش و مسرت کی نئی نئی راہوں نکالتا تھا ۔ مگر اس کی روح اس زندگی سے مطمئن نہ تھی ۔ مبداء فیاض نے اسے جو جوہر قابل عطا کیا تھا وہ نشو و نما کے لئے بھینچھن تھا اس کے دل میں جوش جوانی اور احساس فرض ' آرزوے عیش اور تمناؤں تخلوق میں شدید کشمکش تھی —

اس روحانی تلاطم میں ' گوئتے ' کی دستگیری اس نے چھوڑ کی جو بہتوں کو گرداب بلا میں مبتلا کرتی ہے یعنی عشق و محبت نے ۔ ' فراؤ فان اشتائن ' نے جو ریاست ' وائمار ' کے ایک عہدہ دار کی بھوی تھی حسن صورت اور جمال سیرت

کی موہنی سے نوجوان شاعر کے دل کو موہ لیا۔ یہ خاتون 'گوئٹے' سے عمر میں بڑی تھی و قنار، متانت، نفاست مطلق، اصابت رائے اور حسن تدبیر میں ایذا جواب نہ رکھتی تھی۔ کچھ اُس کی واقعی صفات اور کچھ شاعر کے تخیل کی کمال بھنی (Idealization) غرض 'گوئٹے' اُسے صدف نسوانی کا کامل نمونہ سمجھتا تھا۔ ان دنوں کی محبت برسوں تک افلاطونی عشق کی حد سے آگے نہیں بڑھی۔ 'گوئٹے' اُس سے کار و بار میں تصنیف و تالیف میں غرض ہر چیز میں مشورہ لیتا تھا اور اُس کے مشورے پر عمل کرتا تھا۔ جوش جوانی کے تقاضے سے وہ روحانی ارتباط کے علاوہ جسمانی وصل کا بھی طالب تھا مگر اُس کی معشوقہ مدتوں اُن پیارے حوالموں سے جڑھیں کچھ پاکداس اور شائستہ عورتوں ہی خوب جانتی ہیں تالیقی رہی آخر 'گوئٹے' کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ اگرچہ بعض وقتوں سے نکاح نہ ہو سکا مگر دنوں کے تعلقات اسی قدر استوار اور وفادارانہ تھے جیسے میاں بیوی کے ہوتے ہیں اور آخر عمر تک اُسے ہی رہے۔

'فراؤ فان اشتائن' کے اثر سے 'گوئٹے' کی سیرت میں عظیم الشان انقلاب ہو گیا۔ اُس نے اپنی لائبالی زندگی بالکل ترک کر دی اور وہ ضبط نفس حاصل کیا جس پر زاہدوں کو بھی رشک آئے۔ وہ محنت، فرض شناسی، کفایت شعاری اور پابندی اوقات کا پتلا بن گیا۔ جو انتظامی فرائض اُس کے سپرد تھے اُن سے اُس کی طبیعت کو ذرا بھی مناسبت نہ تھی۔ لیکن طبیعت پر انتہائی جبر کر کے اُس نے محنت اور دیانت سے اپنے فرائض انجام دینا شروع کئے اُسے 'وائمار' کی رعایا کی بھبودی کا سوتے جاکے ہر وقت خیال رہتا تھا اس کے

لئے وہ نت نئی تدبیریں سوچتا تھا اور اُن پر مستعدی اور تن دہی سے عمل کرتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی سعی سے ملک کے نظم و نسق میں کوئی دیر پا خارجہ نتائج حاصل نہیں ہوئے مگر اس مہم اُس کا تصور نہ تھا۔ پھر بھی یہ فائدہ کیا کہ وہ کہ خود 'گوئٹے' کی سیرت میں اس علی جدوجہد سے پختگی اور یکسوئی پیدا ہوگئی اور اُسے انسانی زندگی میں وہ بصیرت حاصل ہوگئی جو بہت کم شاعروں کو نصیب ہوتی ہے۔ اُس کے علاوہ اُس نے نوجوان دیوگ کی تربیت اور اصلاح کی کوشش شروع کی جو ابتدا میں تو بالکل کامیاب نہیں ہوئی لیکن اُس کے انتہائی استقلال کی بدولت آخر میں اپنا اثر دکھا کر رہی۔ مدبر کی حیثیت سے 'گوئٹے' نے 'وائمار' کو کوئی نمایاں فائدہ نہیں پہنچایا، لیکن معلم کی حیثیت سے اُس نے وائمار کے فرادرو کو رند لایا لی سے فرض شدہ اور خوش تدبیر حکمران بنا دیا۔

اس عرصے میں اس کی تصنیف بہت محدود رہی۔ زیادہ تر توجہ غذائی شاعری کی طرف رہی۔ دو ڈرامے اذی گھنیا، اور 'تاسو' اُس نے شروع کئے مگر انہیں ختم نہ کر پایا۔ ان ڈراموں کے جو حصے اُس نے اس زمانے میں لکھے اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس کا شاعرانہ عقیدہ بدل چلا ہے۔ وہ انسان کے فطری جوش طبیعت کا قائل ہے لیکن اخلاق و تمدن کے ضابطوں کی روحانی قوت بھی اُسے نظر آنے لگی ہے۔ اسے یہ احساس پیدا ہو چلا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں امتزاج کی ضرورت ہے، لیکن ابھی اس امتزاج کی کوئی شکل اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اُس کے لئے اسے کسی

خارجی اثر کی ضرورت ہے مگر یہ اثر 'جبر' کی بجائے نہیں ملتا۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ اُس کا دل خود بخود اطالیہ کی طرف کھینچ رہا ہے۔

سنہ ۱۷۸۹ء کے آغاز میں 'گوٹتے' کی طبیعت بہت بوجھیں ہے۔ اپنی شاعرانہ قوت تخلیق کے رک جانے کا اسے بے حد صدمہ ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ انتظامی کام اُس کے بس کا نہیں۔ بیدلی سے کام کرنا اسے گوارا نہیں۔ وہ دسہاں تزا کر بھاگنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی کمزور طبیعت کا آدمی ہوتا تو خدا جانے کب تک اس حصص بڑھ میں رہتا مگر گوٹتے کی طبیعت کمزور نہیں۔ اُس میں بلا کی قوت ہے جو پچھلے چند سال کی باغیاب زندگی کی بدولت اور پختہ ہو گئی ہے، وہ جلد فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اطالیہ کا سفر کرنا چاہئے اور دیوک سے اجازت لے کر اپنے دوستوں سے مشورہ کئے بغور چل دیتا۔

'اطالیہ' میں اس کا قیام دو سال سے زیادہ رہا۔ اُس ملک میں اُسے وہ چیز مل گئی جسے اُس کا دل مدت سے ڈھونڈتا تھا۔ یہاں کی خوشنما پرانی عمارتوں میں، یہاں کے عجائب خانوں میں، یہاں کی آرٹ گیلریوں میں اُسے قدیم، یونانی رومی، تمدن کے نمونے اور کلاسیکی روح کے مجسمے ملے۔ یہاں آکر اُسے معلوم ہوا کہ انسان نے کس طرح اپنی فطرت کے اُبھار، اپنی طبیعت کی اُچھ کو ترتیب اور ہم آہنگی کے ضابطوں سے جکڑ کر خوشنما اور مفید بنایا تھا، کس طرح طوفان و ہرجاں کو اخلاقی اور مدنی اصولوں کے پشتوں سے قابو میں لاکر راہ پر لگایا تھا۔ 'اطالیہ' میں آکر 'گوٹتے' کی زندگی کا چوتھا دور شروع ہوا جو اصل میں اس کی

شاعرانہ تخلیق کا آغاز تھا۔ زندگی کے مطالعے کے لئے اُسے جس بصیرت کی حاجت تھی وہ مل گئی۔ اُس کے دھندلے خیالات واضح ہو گئے، اُسے اپنا نصب العین صاف نظر آنے لگا۔

علاوہ اس کے فرحت بخش جنوبی آب و ہوا میں سکون و تنہائی کی زندگی بسر کرنے سے 'گوئٹے' کو اپنی پچھلی زندگی پر تبصرہ اور آئندہ زندگی کی طیاری کرنے کا موقع ملا۔ یہاں اُس نے اپنی کل پرانی تصانیف پر نظر ثانی کی۔ "ایگمنٹ" جو اُس کی بیخودی اور وارفتگی کے عہد کی یادگار تھا، ختم کیا۔ 'افی گینیا' جو اُس کے ہوش اور خود دای کے دور کی تمہید تھی مکمل کی۔ 'تاسو' کا اکثر حصہ اور "فاؤسٹ" کے کچھ سین لکھے۔ "فاؤسٹ" کا جو خاکہ اُس کے ذہن میں تھا وہ بالکل بدل گیا۔ اُس کی تفصیل ہم آگے کے صفحات میں کریں گے۔

'افی گینیا' کا قصہ ایک قدیم 'یونانی' روایت پر مبنی ہے۔ مشہور یونانی شاعر 'یوری پیدیس' نے بھی اس پر ڈراما لکھا ہے۔ یہ ایک بہادر اور عقلمند لڑکی کی کہانی ہے جو اپنے باپ کے قول کو پورا کرنے اور اپنے ملک کی مدد کے لئے 'آرٹیمس' دیوی کے مندر میں قربان کئے جانے پر طیار ہو گئی مگر اپنی دانشمندی اور دیوی کی مدد سے اس نے اپنی جان بھی بچائی اور اپنے ملک کی لاج بھی رکھ لی۔ اس ڈرامے میں 'گوئٹے' نے کلاسیکی طرز ادا کو اس خوبی سے نبھایا ہے کہ یہ قدیم 'یونانی' طرز کے بہترین ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مضمون کے اعتبار سے بھی یہ قصہ شاہد ہے کہ اب 'گوئٹے' مذہب و اخلاق کو جس کا وہ ابتدائی دور میں مخالف تھا

اور ہی نظر سے دیکھتا ہے —

”تاسو“ میں اگرچہ گوئٹے نے جدید عہد کے ایک شاعر کا قصہ لکھا ہے۔ لیکن ہر اعتبار سے یہ ڈراما بھی کلاسیکی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ شاعر کی بیچپن اور حساس طبیعت، اُس کی عاشق مزاجی، اُس کے والہانہ جوش، اُس کی شہرت پسندی، اس کی رقابت کی تصویر دکھانے میں ’گوئٹے‘ نے کمال کر دیا ہے۔ ’تاسو‘ کے حریف مدبر کا کیرکٹر بھی بالکل حقیقت پر مبنی ہے —

اصل میں اس ڈراما میں ’گوئٹے‘ یہ اعتراف کرتا ہے کہ شاعر اپنی نازک مزاجی، اپنی زود رنجی، اپنی لطافت طبع کے باعث عملی زندگی کی سختیوں اور ناہمواریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اس کی کشتی حیات ان چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہے —

سنہ ۱۷۸۸ ع میں ’اطالیہ‘ سے واپسی کے بعد ’گوئٹے‘ نے انتظامی اور عملی کاموں میں حصہ لینا کم کر دیا اور آہستہ آہستہ تخیل اور تفکر کے کنج عزلت میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ جو خدمتیں اُس نے اپنے ذمے لیں بھی وہ ایسی تھیں جن سے اس کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ کچھ دن وہ وزیر تعلیم رہا اور مدتوں دربار کے تہیتر کا منتظم۔ سنہ ۱۷۸۹ ع میں ’گوئٹے‘ نے ’تاسو‘ ختم کر لیا، دوسرے سال اُس کی اس وقت تک کی تصانیف کا مجموعہ شائع ہوا جن میں ’فاؤسٹ‘ بھی Fragment (ایک ناتمام ٹکڑے) کے نام سے شامل تھا —

یہ ’انقلاب فرانس‘ کا زمانہ تھا۔ ’گوئٹے‘ کو ابتدا میں

اس تحریک سے بڑی ہمدردی تھی۔ اپنی طرز معاشرت کے لحاظ سے وہ امارت پسند تھا لیکن اُس کو عوام کے طبقے سے بڑی محبت تھی۔ ابھی تک اُس کے دل سے 'طوفان و ہیجان' کی یاد محو نہیں ہوئی تھی جس کا نعرہ جنگ "آزادی" تھا۔ 'فرانس' کے عوام کو امرا کے جبر و استبداد سے آزاد ہوتے دیکھ کر اُسے بڑی خوشی ہوئی۔ جب 'نپولین' نے ریاست 'پروشیا' سے جنگ چھیڑی تب بھی 'گوئٹے' کی ہمدردی اس اولوالعزم فاتح کے ساتھ تھی۔ 'وائمار' نے جب وطن کے جوش میں 'پروشیا' کا ساتھ دیا تو گوئٹے کو بڑا صدمہ ہوا۔ اُسے اپنے ملک سے جتنی محبت تھی وہ کم لوگوں کو ہوگی لیکن وہ سمجھتا تھا کہ 'نپولین' نے تمام 'یورپ' کو آزاد کرانے اور ایک نئے اور اعلیٰ تمدن کی بنیاد رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وائمار میں کوئی اس معاملے میں اُس کا ہم خیال نہ تھا، اس لئے اُس کی دلچسپی انقلاب سے رفتہ رفتہ کم ہوگئی اور وہ حکیمانہ بے تعلقی سے اس کی نشوونما کا مطالعہ کرنے لگا۔ لیکن 'نپولین' سے اُسے ہمیشہ عقیدت رہی۔

ان دنوں 'وائمار' میں ایک نوجوان شاعر آیا ہوا تھا جو 'جرمنی' کے آسمان سخن پر 'گوئٹے' کے پہلو بہ پہلو چسکنے والا تھا۔ 'شلر' جس کا نام آج تک 'گوئٹے' کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے، افتاد طبیعت، شاعرانہ عقائد، طرز ادا غرض ہر چیز میں 'گوئٹے' سے مختلف تھا۔ سن رسیدہ 'گوئٹے' خود دار، بہاری بھر کم، صابر اور دور اندیش تھا اور نوجوان 'شلر' بے تکلف، گرم جوش، جلد باز اور

ناعاقبت اندیش - 'شالر' صرف شاعر نہ تھا بلکہ اُس نے تاریخ اور فلسفے کا بھی عالمانہ مطالعہ کیا تھا - فلسفے میں وہ 'کانت' کا پیرو تھا اور جما لیات کے شعبے میں اُس نے 'کانت' کے خیالات کو بذہاد قرار دے کر بڑے گہرے اور بصیرت افروز مقالے لکھے ہیں - اپنی شاعری میں بھی وہ ایک حد تک فلسفیانہ اصول کا پابند تھا اور منطقی تحلیل سے جس حد تک شاعر کام لے سکتا ہے لیتا تھا - 'گوئٹے' رسمی فلسفے سے زیادہ دلچسپی نہ رکھتا تھا لیکن اُس کی فطری ذہانت اُس کی وسیع نظر اُس کے گہرے مطالعے اُس کے طویل تجربے نے اُسے فلسفہ زندگی میں وہ بصیرت بخشی تھی جو 'شار' تو کیا عہد جدید کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی - پھر ہمہ گیری کے اعتبار سے بھی 'شالر' کو اُس سے کوئی نسبت نہ تھی - مجرد فلسفہ نہ سہی لیکن سائنس کے ہر شعبے میں اور دوسرے علوم و فنون میں وہ اہل فن کا سا درک رکھتا - تاہم اُس نے 'شالر' کی طرح شاعری کی بنیاد فلسفے پر نہیں رکھی تھی بلکہ فلسفے کی شاعری پر - وہ فلسفے کی عینک سے زندگی کا مطالعہ نہیں کرتا تھا بلکہ شاعر کی نظر سے اُس کا مشاہدہ کر کے فلسفیانہ نتائج حاصل کرنا چاہتا تھا - جو اوگ شاعری کی حقیقت سے واقف ہیں انہیں یہ تسلیم کرنے میں تا مل نہ ہوگا کہ 'گوئٹے' کا اصول صحیح ہے اور 'شالر' کا غلط - ان دونوں کی شاعری خود اِس کی روشن دلیل ہے 'شالر' کا کلام زور 'صفائی' چستی کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے لیکن اُس میں وہ گہرائی نہیں جو 'گوئٹے' کے یہاں پائی جاتی ہے - 'شالر' کا کوئی ڈراما فلسفیانہ نہیں کہا جا سکتا 'گوئٹے' کا

’فاؤسٹ‘ دنیا کی بلند ترین فاسفیا نہ نظموں میں شمار ہوتا ہے۔

’شالر‘ کو ’گوئٹے‘ سے ملنے کی بڑی آرزو تھی لیکن ’گوئٹے‘ کچھ اختلاف طبیعت، کچھ عزت پسندی، کچھ رشک کے سبب سے بہت دن تک کتراتا رہا۔ آخر دونوں مہم ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا آہستہ آہستہ انہیں ایک دوسرے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہونے لگا۔ سنہ ۱۷۹۳ء تک اُس درستی کی بنیاد مضبوط ہو چکی تھی اور باہمی تاثیر و تاثر کا وہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا جس نے دونوں کا حوصلہ بڑھایا اور دونوں کے قلام میں چار چاند لگا دئے۔

’شالر‘ کی دوستی سے ’گوئٹے‘ کی زندگی کا پانچواں دور شروع ہوتا ہے اور یہی دور اُس کی شاعری اور معانی آفرینی کا زمین عہد ہے۔ ’شالر‘ کے جوش جوانی اور حوصلہ مندگی نے ’گوئٹے‘ کے دل میں شاعری کی دی ہوئی آگ کو ابھارا اور اُسی کے مشورے اور اصرار سے ’گوئٹے‘ نے ان معرکہ آرا تصانیف کو پھر ہاتھ لگایا جنہوں وہ مدت سے چھوڑ چکا تھا۔ اب ’شالر‘، ’گوئٹے‘ کا ادبی مشہور بن گیا اور اُسی کے اثر سے ’گوئٹے‘ کو اپنی تصنیف میں تلمیذ اور تلمیذ کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ اب تک اُس کی طبیعت ایک پہاڑی ندی کی طرح بے قہد تھی اور جدھر من کی موج ہو اُدھر بہتی تھی۔ اب اس نے اسے ایک نہر کی طرح سوچ سمجھ کر معینہ راستوں پر لے جانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کیف و کم دونوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف

نے بہت ترقی کی۔ اب وہ زندگی کے منفرد پہلوؤں کی مصوری سے آگے بڑھ کر مجموعی انسانی زندگی کا نقاش بن گیا۔ اس سلسلے کی پہلی کتاب ”ولہلم مائسٹر“ کا زمانہ شاگردی ہے۔ کسی زمانے میں اس نے ایک نوجوان کا قصہ لکھا تھا جو تھیٹر کی تماشاگری کو اپنا پیشہ بنانا چاہتا ہے اور برسوں اس کوچے میں سرگرداں رہ کر عجیب تجربات حاصل کرتا ہے۔ اب ’گوئٹے‘ نے اس قصے کو دوبارہ لکھا اور ایک شاہ کار بنا دیا جس کا جواب اگر ’جرمن‘ ادب میں مل سکتا ہے تو ’فاؤسٹ‘ ہی ہے۔ اب یہ ’گوئٹے‘ کے فلسفہ زندگی اور فلسفہ تعلیم کا آئینہ بن گیا۔ اس میں ’گوئٹے‘ نے یہ دکھایا کہ سچی تعلیم وہ ہے جو انسان زندگی کی سختیاں چھیل کر اور تھوڑیں کھا کر حاصل کرتا ہے یہ شرط ہے کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوں —

ہم کہہ چکے ہیں کہ تنقید کا شوق ’گوئٹے‘ کو ’شلر‘ نے دلایا تھا۔ ’گوئٹے‘ جو زندگی کے مدرسے سے حکمت و بصیرت کی سند لے چکا تھا اب اس طرف متوجہ ہوا کہ دوسروں کو راہ دکھائے اور تعلیم دے۔ ’شلر‘ نے ’یڈا‘ سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا تھا۔ ’گوئٹے‘ نے اس میں تنقیدی اور طنزیہ مضامین لکھے۔ ان میں فن تنقید کے وہ باریک نکتے بیان کئے گئے ہیں جن کی مثال ’جرمنی‘ میں کھا دنیا کے ادب میں ملنا مشکل ہے —

یہ چھڑیں تو نثر میں تھیں۔ نظم میں ’گوئٹے‘ نے وہ پہاڑی کتاب ”ہرمان“ اور درو تھیما“ لکھی جو خیالات کی پختگی اور طرز ادا کی سادگی کے لحاظ سے ’ہوسر‘ اور

’فردوسی‘ کے کلام کی طرح سہل متمتع کا بہترین نمونہ ہے اس میں دیہات کی سادھی زندگی اور دوپاک اور بھولی روحوں کے باہمی عشق کی تصویر ہے جس کا ہر رنگ دلکش اور ہر خط اثر آفریں ہے۔ اس کے اس عہد کے چھوٹے چھوٹے تراووں اور غنائی شاعری میں بھی کلا سہکی رنگ چھایا ہوا ہے۔

ان چھڑوں کے ساتھ گوئتے ’فاؤسٹ‘ پر بھی نظر ثانی کرتا رہا۔ اس کی ہمہ گیر طبیعت ایک وقت میں ایک چیز پر قناعت نہ کرتی تھی۔ ایک ہی وقت میں وہ نہ صرف مختلف ادبی کام کرتا تھا بلکہ طبیعیات، نباتات، معدنیات وغیرہ کا نظری مطالعہ اور عملی تجربہ کرتا رہتا تھا۔ اسی کے ساتھ نقاشی اور دوسرے فنون لطیفہ کا شغل بھی رہتا تھا اس سرسری خاکے میں ہم ’گوئتے‘ کو صرف ادیب کی حیثیت سے دکھانا چاہتے ہیں ورنہ وہ تو ایسا جامع حیثیات شخص تھا کہ اس کی زندگی علم النفس کے ماہروں کے نزدیک ایک معمہ ہے۔ اس کی جتنی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی کو اُٹھا کر دیکھئے تو ذہن انسانی کی وسعت اور ہمہ گوری کا حیرت انگیز نمونہ نظر آتا ہے۔

’گوئتے‘ اور ’شلمر‘ کی دوستی کا یہ دور حکم قضا سے بہت جلد ختم ہو گیا۔ ’شلمر‘ سنہ ۱۸۰۵ء میں سن کراولت کو پہنچنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ’گوئتے‘ کو اس کے مرنے کا اتنا صدمہ ہوا کہ اس کی فطری شگفتگی ہمیشہ کے لئے مرجھا کر اور اس کی خلقی اُمدگ ہمیشہ کے

لئے دب کر رہ گئی۔ اس کی عزالت پسندی اب اور بھی بڑھ گئی۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں اس نے اپنی ایک وفادار خادیم سے نکاح کر لیا اور خارجی دنیا سے قریب قریب قطع تعلق کر کے اپنی تھیل اور تفکر کی دنیا میں، جو ظاہر میں محدود مگر باطن میں کل کا لذات سے زیادہ وسیع ہے، محو ہو گیا۔

مگر یہ نہ سمجھ لہنا چاہئے کہ 'گوئٹے' کی ادبی اور علمی جدوجہد ختم ہو گئی۔ اس نے اپنی نصف صدی کی زندگی میں تجربے اور مشاہدے کا اتنا بڑا خزانہ جمع کر لیا تھا اور تندہی اور محنت کی ایسی پختہ عادت ڈال لی تھی کہ اس کی عمر کے بقیہ پچیس برس میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ بدستور جاری رہا۔

'گوئٹے' کی عمر کا یہ آخری دور غالباً انسانی زندگی کے مبصر اور ادبی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اُس میں ہمیں ایک پیر دانشمند کی تصویر نظر آتی ہے جو زندگی کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہے، جو اپنی فطری بیچینی، اپنی بے قہد قوت تخلیق، اپنی بے روک جذبات پرستی کو ضبط و انضباط، اصول و قواعد، عقیدے اور نصب العین کے قابو میں لا چکا ہے، اپنے ملک کے ادب کے رومانی جوش و خروش کو کلا سہکی ترتیب و ہم آہنگی کے سانچے میں ڈھال چکا ہے، اپنی قوم کے مزاج کی وحشت اور شورش کو تنظیم اور تہذیب کی راہ دکھا چکا ہے اور اب سکون و اطمینان سے بیٹھ کر اپنے کام پر نظر ثانی کر رہا ہے۔ وہ اپنے گھر سے باہر بہت کم نکلتا ہے لیکن اس کا گھر اہل علم و ادب کا مرجع ہے لوگوں آتے ہیں اور اس کے فیض سخن، اس کی حکمت و بصیرت

سے مالا مال ہو کر جاتے ہیں ' سارے 'جرمنی' بلکہ سارے یورپ کی ادبی نشو و نما اس کے پیش نظر رہتی ہے۔ وہ تنقید اور بزرگانہ مشوروں سے نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی کوششوں کو سیدھی راہ پر لگاتا رہتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ رومانی تحریک جسے وہ دبا چکا تھا اب پھر نئی نسل میں ابھر رہی ہے، مگر وہ اس سے خفا نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے شباب کا گرم خون "طوفان و ہیجان" بن کر ابلتا رہے گا۔ مگر اُسے یہ بھی یقین ہے کہ جیسے اُس نے رومانی زندگی کی تپ مدتوں سہہ کر آخر میں ضبط و انضباط کی تبرید کی قدر پہچانی اسی طرح دوسرے بیمار بھی کریں گے اور انہیں اس میں خود اس کے نسخوں سے بڑی مدد ملے گی۔ 'رومانیت' کی دوا مل جانے سے وہ اتنا مطمئن ہے کہ اس عمر میں بھی کبھی یہ درد مول لیتا ہے اور اس کے سوز و ساز کا لطف اُٹھاتا ہے۔

'گوئٹے' کی متعدد بہترین تصانیف اسی دور میں لکھی گئیں یا شائع ہوئیں۔ سنہ ۱۸۰۸ء میں اس نے "فاؤسٹ" کا پہلا حصہ شائع کیا۔ اس کے کچھ سال بعد اس نے "مشرقی مغربی" دیوان لکھا۔ یہ اس کی متعدد غنائی نظموں کا مجموعہ ہے جو اس نے ایرانی شعرا خصوصاً 'حافظ' کے کلام سے متاثر ہو کر لکھا۔ اسی کے جواب میں 'علامہ اقبال' نے "پیام مشرق" لکھا ہے۔ اس کتاب نے 'جرمنی' کے شاعرانہ حلقوں میں ہل چل ڈال دی۔ اس کی تقلید میں رومانی شاعروں نے متعدد کتابیں لکھیں اور شریقات، ایک مستقل شعبہ ادب بن گئی۔

اب 'گوئٹے' نے پھر نثر کی طرف توجہ کی۔ انتخابی

رشتے ” جو اصول کے فن کے لحاظ سے اُس کا سب سے مکمل ناول ہے اسی عہد کی تصنیف ہے۔ یہ عورت اور مرد کے عشق کا تفسیاتی مطالعہ ہے۔ ایک مہاں بیوی کا جورا جن کی طبیعتوں میں باہم مناسبت نہیں ہے احساس فرض کے سبب سے کچھ دن ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرتا ہے مگر آخر میں مہاں اپنی ایک عزیز لڑکی پر اور بیوی مہاں کے ایک دوست پر عاشق ہرجاتی ہے۔ پاس آبرو اور اخلاقی قانون انہیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھتا ہے اور اُن کی زندگی کو برباد کر دیتا ہے۔ اس میں ’گوئٹے‘ نے سماج کو انفرادی روح کی فریاد سنائی ہے لیکن اخلاقی قانون کی زور شور سے حمایت کی ہے۔ اس کا مقابلہ ”ویرتھر“ سے کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ’گوئٹے‘ کا عقیدہ زندگی کتنا بدل چکا تھا —

اس کے بعد ’گوئٹے‘ نے ”ولہیلم مائسٹر“ کا دوسرا حصہ ”ولہیلم مائسٹر کا زمانہ سیاحی“ کے نام سے لکھا۔ اس میں اُس نے دکھایا ہے کہ ایک شخص جو جوانی میں ”طوفان حوادث“ کے ”مکتب“ میں تعلیم حاصل کرچکا ہے کیوں کر زندگی کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور اپنی قوم کی تنظیم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ”فاؤسٹ“ کے دوسرے حصے کی طرح یہ بھی ’گوئٹے‘ کے فلسفہ حیات کا دستور العمل ہے۔ تعلیم کے متعلق جو گہرے خیالات اس میں ظاہر کئے گئے ہیں وہ آج تک معلموں کے لئے سبق آموز ہیں۔

جب ’گوئٹے‘ کی کتاب زندگی ختم ہونے کو آئی تو اُسے اپنی سوانح عمری لکھنے کا خیال آیا۔ ”شاعری اور حقیقت“ کے نام سے اُس نے اپنے عہد شباب کے حالات تفصل

ساتھ ساتھ۔ یہ صرف اس کی ابتدائی زندگی کی تصویر نہیں ہے بلکہ 'طوفان و ہيجان' کی ادبی تحریک کا موقع ہے افسوس ہے کہ اسے اس کتاب کے ختم کرنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ ہمارے سامنے 'گوئٹے' کی پوری زندگی کی کہانی خود اس کی زبانی موجود ہوتی —

✓ 'گوئٹے' کی آخری تصنیف 'فاؤسٹ' کا دوسرا حصہ ہے اسے اس نے سنہ ۱۸۳۱ء میں ختم کیا اور دوسرے سال ۸۳ برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یہی "فاؤسٹ" جس کی تکمیل میں اس نے اپنی پوری عمر صرف کردی ہماری بحث کا اصلی موضوع ہے۔ اس لئے ہم آئندہ بابوں میں اس کا ماخذ بتائیں گے، اس کی تدریجی نشو و نما دکھائیں گے، اس میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے اسے اپنے الفاظ میں سنائیں گے اور آخر میں اس پر مفصل تبصرہ کریں گے۔

باب سوم

"فاؤسٹ" کا ماخذ

عہد قدیم میں انسان کا ذہن مشاہدے اور تخیل میں امتیاز نہیں کرتا تھا۔ اسے نظام کائنات کو سمجھنے کا شوق تھا مگر فطرت کی ظاہری قوتوں کا اتنا کافی علم حاصل نہ تھا کہ علت و معلول کے سلسلے کی کڑی سے کڑی ملائے۔ اس لئے جہاں ضرورت ہوتی تھی وہ پوشیدہ قوتوں کے تصور سے کام لیتا تھا، اسی تصور پر جادو کا عقیدہ مبنی ہے جو حکما علوم فطرت کی تحقیق میں مصروف

دھتے تھے وہ خود ساحر کے قائل ہوں یا نہ ہوں عوام ان سب کو ساحر ہی سمجھتے تھے۔ 'عیسائیت' نے ان قوتوں کو جو ساحری کا مبداء سمجھی جاتی تھیں بھجائے دیو تاؤں کے شہاظہن قرار دیا۔ قرون وسطیٰ کے 'عہسائوں' کا عقیدہ تھا کہ ساحر 'شیطان' کے مرید ہوتے ہیں لہٰذا کلہسا جو 'شہطان' سے زیادہ قوی ہے انہیں اس کے پنیچے سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سی جادوگر نیوں کی کہانیاں مشہور تھیں جن کی روحوں کو روحانی بھشواؤں نے شیطان سے چھوٹ کر 'مسیح' کے حلقے میں داخل کیا۔ سولہویں صدی میں جب تجدید مذہب نے پوپ اور کلہسا کے تقدس کا پردہ چاک کر دیا اور لوگوں کو یاد دہان کیا۔ افوق الفطرت قوتوں پر اعتماد نہ رہا تو ساحروں کی کہانیوں کا رنگ بھی بدل گیا۔ اُس زمانے کی کہانیاں میں جو ساحر 'شیطان' کے ہاتھ اپنی روح بھجھتا ہے اُس کو کوئی نجات نہیں دلاتا اور جب وہ موتا ہے تو 'شیطان' اُس کی روح کو اپنی جہنم کی سلطنت میں بھجھ دیتا ہے۔

اسی قسم کی کہانیوں میں سے 'فاؤست' کا افسانہ ہے۔ اس کی تاریخی اصلیت اتنی ہے کہ جان 'فاؤست' نامی ایک شخص مشہور عالم 'میلانشٹوں' کا ہم عصر اور ہم وطن تھا۔ اس کا پتہ چلتا ہے کہ وہ سنہ ۱۵۱۶ ع سے ۱۵۲۵ تک 'ماؤل' برون میں وہاں کے اسقف کے ساتھ رہا اور اس کے بعد 'ڈنبرگ' میں آیا۔ یہاں اس نے اپنے آپ کو ساحر مشہور کیا اور اس کا دعوائی تھا کہ جرمنی کے شاہنشاہ کو میرے ہی جادو کی بدولت 'اطالہ' میں شکست ہوئی۔ 'میلانشٹوں' نے اسے ان حکموں پر لعنت ملائی کہ اور وہ گرفتاری کے خوف

سے وہاں سے بھاگا اور عرصے تک مارا مارا پھرنے کے بعد 'وڈنبرگ' کے کسی گاؤں میں مر گیا —

سولہویں صدی کے نصف آخر میں لوگوں نے رنگ آمیزی کرتے کرتے اس کی زندگی کے حالات کو ایک عجیب و غریب افسانہ بنا دیا تھا۔ سذہ ۱۵۵۷ ع میں 'فرانکفورت' میں ایک قصہ Faustbuch (کتاب 'فاؤسٹ') کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہی اصل 'میں ٹوٹے' کے ذرا سے کا ماخذ ہے۔ اصل قصے کا ہیرو ایک کسان کا لڑکا 'جان فاؤسٹ' ہے۔

وہ جرانی میں 'وڈنبرگ' میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں پر سبقت لے جاتا ہے۔ اُسے علوم مسموعہ کے حاصل کرنے کا شوق ہے۔ وہ سحر و نہزنجات کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور بائبل کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ "وہ عقاب کے پر لگا کر آسمان کے چبے چبے کی سیر کرنا چاہتا تھا۔" وہ 'شیطان' کے ہاتھ اپنی روح اس شرط پر بیچتا ہے کہ اُس پر تمام پوشیدہ راز ملکشف ہو جائیں اور تمام باطنی قوتیں اُسے مل جائیں۔ 'فاؤسٹ' آتھ برس 'وڈنبرگ' میں رہتا ہے اور اس کے بعد 'شیطان' نے ساتھ 'تسطنطنیہ' اور 'روما' کی سیر کرتا ہے۔ 'وڈنبرگ' میں طالب علموں کی ایک دعوت میں وہ قدیم 'یونان' کی مشہور حسونہ 'ہیلن' کی روح کو بلاتا ہے۔ وہ اس روح سے شاہی کر لیتا ہے اور اس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ جب اس کے اور 'شیطان' کے معاہدے کی میعاد ختم ہوتی ہے تو 'فاؤسٹ' اپنے کئے پر پچھتااتا ہے اور 'شیطان' جسے اپنی جہت کا یقین ہے اس سے یوں کہلاتا ہے جیسے بلی چوہ

ہے۔ اپنی زندگی کا آخری دن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ
’وڈبرگ‘ میں بسر کرتا ہے۔ ابرو باد کے نڈ و تیز طوفان
میں وہ اہریاں رگڑ کر جان دیتا ہے اور اپنی روح ’شہطان‘
کے حوالے کرتا ہے —

سنہ ۱۵۹۰ ع میں اس کتاب کا ’جرمن‘ سے ’انگریزی‘
میں ترجمہ ہوا۔ تھوڑے ہی دن بعد ’مارنو‘ نے اس قصے
کو ڈراما کے طرز پر لکھ کر شائع کیا۔ ’انگلستان‘ میں
یہ ڈراما بہت مقبول ہوا اور وہاں سے تھیٹر کی کمپنیاں
جو براعظم کا دورہ کیا کرتی تھیں، اسے ’جرمنی‘ لائیں۔
جرمنی کی اسٹیج پر ان دنوں ’فرانسیسی‘ ناٹکوں کا
قبضہ تھا۔ یہ قصہ وہاں بہت دن تک کٹھ پتلی کے تماشے
میں دکھایا جاتا تھا —

اتھارویں صدی کے نصف آخر میں ’لیسنگ‘ نے جس
کی بدولت ’جرمن‘ ادب میں نئی روح پیدا ہوئی ’جرمن‘
اسٹیج کو بھی ’فرانسیسی‘ اثر سے آزاد کرنے کی کوشش
کی۔ اس نے متعدد اور پچھلے ڈرامے لکھے اور اسی سلسلے
میں ’فاؤسٹ‘ کے قصے کو بھی ڈراما کی صورت میں لانا
چاہا۔ لیکن ایک سین سے زیادہ لکھ پایا —

غرض ’فاؤسٹ‘ کا قصہ ’جرمنوں‘ کے قومی تخیل کا
عکس تھا۔ اور صدیوں سے خاص و عام میں مقبول تھا۔
لوگ اسے ”کتاب فاؤسٹ“ میں پڑھتے تھے کٹھ پتلی کے
تماشے میں دیکھتے تھے اور کہا نہیں میں سنتے تھے



اس تحریک کو اور قوت پہنچتی اُس کی بدولت 'گوئٹے' پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شاعری کے بڑے سے بڑے کارنامے وہی ہیں جن میں کسی قادر الکلام اُسٹاد نے عوام کے محبوب قصوں کو، اُن کے جذبات، خیالات اور معقودات کو شعر کا جامہ پہنایا ہے۔ 'گوئٹے' کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ اسی زمانے میں اُس کے دل میں "فاؤسٹ" اور "گوتس فان برلشنگن" لکھنے کا خیال پیدا ہوا

لیکن جن لوگوں نے 'گوئٹے' کی شاعری اور اُس کی سیرت کا نظر غور سے مطالعہ کیا ہے وہ اُن متحرکاء کے علاوہ کسی اور چیز کو دھونڈتے ہیں، جس نے با کمال شاعر سے یہ بیمثل نظم لکھوائی۔ اس میں شک نہیں کہ 'گوئٹے' کی تصانیف عموماً خارجی مواد پر مبنی ہوتی ہیں۔ وہ تاریخی قصوں سے، پرانی کہانیوں سے، اپنے زمانے کے واقعات سے، مناظر قدرت سے دل کھول کر کام لیتا ہے، لیکن اُس وقت جب یہ چیزیں اس کے باطنی تجربے، اُس کی واردات قلب کا موضوع بن جائیں۔ اس کی شاعری اُس کے دل کا آئینہ ہے۔ اُس کی بہترین تصانیف اُس کی زندگی کی تصویریں ہیں۔ اگر وہ یہ نائنک محض اس بنا پر لکھتا کہ اسے 'فاؤسٹ' کا قصہ بچپن سے پسند تھا، یا اُس نے نوجوانی میں الکیمیا اور نیرنجات کا مطالعہ کیا تھا، یا 'ہردر' نے اُسے شعرا و عوام کی طرف توجہ دلائی تھی تو یہ ایک معمولی سی چیز ہوتی، جیسی اُس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی تمثیلیں ہیں۔ ایسا عظیم الشان نائنک لکھنے کے لئے کسی گہری روحانی تحریک کی ضرورت تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ 'اسٹراسبرگ' کے قہام

کے زمانے میں 'گوئٹے' علقوان شباب کی منزل سے گذر کر بلوغ کی سرحد میں قدم رکھ چکا تھا۔ اُس کے قلب کو بے چینی اور آرزو، اُس کی طبیعت کی ہسہ جوئی اور ہسہ کی اظہار کا تقاضا کر رہی تھی۔ اُسے اپنی شخصیت کی جھلک 'فاؤسٹ' کے کیریکٹر میں نظر آئی، قصہ پیش نظر تھا، مواد موجود تھا بس اس نے "فاؤسٹ" کو اپنے دردِ دل کا ترجمان، اُس کے قصے کو اپنی زندگی کی کہانی بنا لیا جسے وہ ساری عمر کہتا رہا۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ 'اسٹراسبرگ' کے قیام کے زمانے میں 'گوئٹے' کے دل پر 'فریدریکے بریوں' کے عشق کا معاملہ گذر چکا تھا اور وہ مجبوراً اپنی معشوقہ کو دردِ فرقت میں تپتا چھوڑ آیا تھا۔ 'گوئٹے' نے "فاؤسٹ" لکھنا شروع کیا تو یہ زخمِ هنوز تازہ تھا۔ اس لئے اس نے پرانے قصے میں ایک نیا عنصر یعنی 'گریٹشن' کی محبت کا واقعہ شامل کر دیا جس کی تصویر میں زیادہ تر 'فریدریکے' کا اور کسی حد تک اُس 'گریٹشن' کا عکس تھا جس پر 'گوئٹے' پندرہ برس کی عمر میں عاشق ہوا تھا۔ 'گریٹشن' کا قصہ 'فاؤسٹ' کے پہلے حصے کی جان ہے، بلکہ اس کے پہلے مسودے میں (جو سنہ ۱۷۷۵ء میں طیار ہوا تھا) تو سوائے اُس کے کچھ تھا ہی نہیں، پرانے قصے سے جو مشابہت تھی وہ محض برائے نام تھی یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ 'گوئٹے' کو اصل میں پندرہویں صدی کی کہانی کہنا مقصود نہ تھا بلکہ وہ اس کے پردے میں اپنا افسانہ سناٹا چاہتا تھا۔

بہر حال سنہ ۱۷۷۳ء میں جب 'گوئٹے' نے 'اسٹراسبرگ'

سے آکر 'فرانکفورت' میں قیام کیا تو اس نے "فاؤسٹ" کی تصنیف کے خیال کو جو ایک سال سے اس کے دل میں تھا عملی جامہ پہنانا شروع کیا۔ سنہ ۱۸۷۳ء میں اس نے 'کلرڈف اسٹوک' کو اپنے مسودے کے وہ اجزا سناے جو اس وقت طیار تھے۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں جب وہ 'وائسار' پہنچا ہے تو وہ پہلے حصے کے تمام سین جن میں 'گریٹشن' کا ذکر ہے (سراے کلیسا اور قید خانے کے سین کے) 'آؤ ایر باخ' کے تہ خانے کا سین اور 'شیطان' اور طالب علم کی گفتگو لکھ چکا تھا۔ 'وائسار' کے قیام کے پہلے دس سال 'گوئٹے' کی زندگی کا عملی دور ہیں، جن میں وہ مختلف انتظامی عہدوں پر مامور رہا۔ اس عرصے میں اسے تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم ملا۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں اس نے دوسرے حصے کا ایک آدھ سین لکھا۔ ۱۸۸۶ء میں جب وہ 'اطالیا' گیا تو اس سرزمین کی جائزہ آف دہوا سے اس کی دہی ھٹی قوتیں پھر ابھر آئیں اور 'روما' میں اس نے "فاؤسٹ" کو پھر لکھنا شروع کیا۔ وہاں سے واپسی کے بعد سنہ ۱۸۹۰ء میں "فاؤسٹ" کے بعض اجزا 'گوئٹے' کی تصانیف کے مجموعے میں "نا تمام تکرے" نام سے شائع ہوئے۔

اس کے بعد "فاؤسٹ" کی تصنیف کا سلسلہ پھر رک گیا۔ اب 'گوئٹے' کے ذہن میں "فاؤسٹ" کا تصور کچھ اور ہی ہو گیا تھا۔ ابتدا میں وہ اپنے بے چین پر آرزو دل کی تصویر 'گریٹشن' کے قصے میں دکھانا اور پرانے افسانے سے متحضر اس تصویر کے چوکھٹے کا کام لینا چاہتا تھا۔ لیکن زندگی کے نشیب و فراز نے خصوصاً 'اطالیا' کے قیام نے اس کے

دل میں زیادہ وسعت اور اُس کے خہالات میں زیادہ گہرائی پیدا کردی تھی اب وہ ”فائوست“ کو آپ بیعتی کی جگہ جگہ بیتی اور رومانی روح کی فریاد کی جگہ رومانی اور کلاسیکی روح کا ہم آہنگ نغمہ بنانا چاہتا تھا۔ یہ کلم دشوار اور دیر طلب تھا اور میں بھی ’گوئٹے‘ کو کافی فرصت اور جمیعت خاطر حاصل نہ تھی، اُس لئے چار پانچ برس تک اُس نے ”فائوست“ کے پرانے مسودوں کو کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ اُس زمانے میں اُس کی ملاقات ’شالر‘ سے ہو چکی تھی اور اُس دوستی کی بنیاد پر چکی تھی جس کی بدولت دونوں کو ایک دوسرے سے بے اندازہ روحانی فیض حاصل ہوا۔ ’شالر‘ ’گوئٹے‘ کا ادبی مشہر بن گیا تھا اور اُس کی راے کی ’گوئٹے‘ بہت وقعت کرتا تھا۔ ’شالر‘ نے ”فائوست“ کے شائع شدہ تکررے کو دیکھ کر اُس کی شاہرانہ اور فلسفیانہ اہمیت کا اندازہ کیا۔ وہ ۲۹ نومبر سنہ ۱۷۹۴ کو ایک خط میں ’گوئٹے‘ کو لکھتا ہے: ”مجھے آپ کے ”فائوست“ کے فہرہ مطبوعہ حصے پڑھنے کا بہت اشتیاق ہے کیونکہ سچ پوچھئے تو جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ ہر قلبیس کے محسوسے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ ان اجزا میں جو قوت تخیل اور رفعت طبع صرف کی گئی ہے اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑے استاد کا کار نامہ ہے۔ میں چاہتا ہوں جہاں تک ممکن ہو اُس کی بلند اور جری گیر کٹر کی پوری نشوونما دیکھوں جو اُس قصے کا روح و رواں ہے۔“ ’گوئٹے‘ نے جو جواب دیا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے ”فائوست“ کی تکمیل کی بہت کم امید تھی۔ وہ لکھتا ہے: ”فی الحال میں ”فائوست“ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے

اُس بستے کو کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی جس میں وہ مقید ہے ، کیوں کہ اگر میں اُن مسودوں کو صاف کروں تو اُن کی تکمیل بھی کرنا پڑے گی اور اس کی مجبہ میں ہمت نہیں۔ اگر آئندہ کبھی یہ ہمت پیدا ہوگی تو محتض آپ کی ہمدردی کی بدولت “ سنہ ۱۷۹۵ ع میں ’گوئٹے‘ نے ’مینا‘ جاکر ’شالر‘ کو ”فاؤسٹ“ کا مسودہ دکھایا۔ ’شالر‘ کی سچی ہمدردی اور محبت سے اُس کے بچے ہوئے دل میں نئے سرے سے ولولہ پیدا ہوا اور اُس نے ”فاؤسٹ“ کی تکمیل کا ارادہ کرلیا۔ سنہ ۱۷۹۷ ع میں ’گوئٹے‘ نے ”آسان کا تمہیدی سین“ ”تہدیہ“ اور ”بیچ کا گیت“ لکھا جس کے بعد وہ ’ابلیس‘ کے دربار کا منظر دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس ارادے کو پورا نہ کرسکا اور اس نے بغیر ترتیب اور مناسبت کا خیال کئے ہوئے اس تکرے کو بھی قصے میں ٹھونس دیا۔ سنہ ۱۷۹۸ ع میں اُس نے ”تماشا گاہ کا تمہیدی سین“ اور چند اور ابتدائی سین لکھے۔ سنہ ۱۸۰۰ ع میں اُس نے دوسرے حصے کے وہ سین لکھے جن میں ’ہیلن‘ کا بیان ہے۔ اسی سال موسم خزاں میں اُس نے پہلے حصے کو ختم کرنے کی کوشش کی اور ’والبرگس کی رات کا خواب‘ اور ’والنتائن‘ کی موت کا سین لکھا۔ لیکن بعض وجوہ سے کتاب اب بھی شائع نہ ہوسکی۔ سنہ ۱۸۰۵ ع میں ’شالر‘ کا انتقال ہوگیا اس صدمے سے سر اُٹھانے کے بعد گوئٹے نے ”فاؤسٹ“ کی طرف توجہ کی اور سنہ ۱۸۰۸ ع میں پہلے حصے کو مکمل کرکے شائع کردیا —

دوسرے حصے کے بہت سے سین اُس سے پہلے لکھے جاچکے تھے

لیکن پیرانہ سالی کے سبب سے گوئٹے کی طبیعت میں اب وہ پہلا سا زور باقی نہیں رہا تھا۔ 'شالر' کے مرنے سے اُس پر ایسی افسردگی چھا گئی تھی کہ سنہ ۱۸۲۵ء تک اُسے دوسرے حصے کی تکمیل کا خیال بھی نہیں آیا۔ اس زمانے میں اُس نے آنے والی موت کے اندیشے سے اپنے کام کے سمیٹنے کا ارادہ کیا چنانچہ سنہ ۱۸۲۷ء میں "فاؤسٹ" کے دوسرے حصے کے اُن اجزا کو جن میں 'ہولن' کا ذکر ہے، اُس نے علیحدہ قصے کی صورت میں اپنی تصانیف کی ساتویں جلد میں شائع کرادیا اب وہ کم و بیش پابندی سے کام کرتا رہا، لیکن عمر کے تقاضے سے رفتار بہت کم ہو گئی تھی۔ سنہ ۱۸۳۱ء میں دوسرا حصہ ختم ہو گیا اور سربہ مہر کر کے رکھ دیا گیا کہ 'گوئٹے' کے مرنے کے بعد شائع ہو۔ اس کے سات مہینے بعد سنہ ۱۸۳۲ء میں 'گوئٹے' نے وفات پائی اور اسی سال "فاؤسٹ" کے دونوں حصے مکمل شائع ہوئے۔

باب پنجم

قصے کا خلاصہ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ "فاؤسٹ" کے مختلف حصے برسوں کے تفاوت سے لکھے گئے اور بعض ایسے اجزا بھی اُس میں شامل کر دیے گئے جو قصے میں کسی طرح نہیں کہیتے۔ اس سبب سے علاوہ اور پیچیدگیوں کے ایک وقت یہ پیدا ہو گئی کہ واقعات میں تسلسل قائم نہیں رہا۔ نتیجہ یہ ہوا

کہ پڑھنے والے قصے کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور اُن کی طبیعت اس کی صوری بے ترتیبی سے اس قدر الجھتی ہے کہ وہ معنوی خوبیوں کا پورا لطف نہیں اُٹھا سکتے۔ اس کے علاوہ ہم فی الحال صرف پہلے حصے کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں جسے ختم کرنے کے بعد انجام معلوم کرنے کی خلش باقی رہتی ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دونوں حصوں کے مضامین اس طرح بیان کر دیں کہ پورے قصے کا ایک مسلسل اور مربوط خاکہ پڑھنے والے کے ہمیشہ نظر رہے۔

اس میں ہم حتیٰ الامکان اختصار کو مد نظر رکھیں گے لیکن ”فاؤسٹ“ بہت بڑی نظم ہے اور پھر فلسفیانہ نظم جس کا خلاصہ لکھنے میں بھی اہم مطالب کی تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اگر کسی قدر طول ہو جائے تو اُمید ہے کہ پڑھنے والے صبر سے کام لیں گے۔

کتاب کی ابتدا میں ایک دل نشیں اور دلگداز تہدیہ ہے۔ جس میں شاعر اپنے جوانی کے دوستوں کو یاد کرتا ہے، جنہیں وہ ’فرانکفورت‘ میں اور ’وائمار‘ کے قیام کے ابتدائی زمانے میں ’فاؤسٹ‘ کا پہلا مسودہ سنایا کرتا تھا۔ سنہ ۱۷۹۷ء میں جب اس نے ”تہدیہ“ لکھا یہ پیار اور اخلاص کی صحبتیں ”منیشر ہوچکی تھیں۔ اس کے اکثر دوست ”چین کی گھڑیوں کی آرزوئیں کرتے کرتے تقدیر سے مایوس ہو کر“ اُسے جدائی کا داغ دے چکے تھے۔ اس لئے بندۂ محبت، پیکر وفا، وگوئے کو پہلا حصہ ختم کرتے وقت بے اختیار وہ روحیں یاد آتی ہیں جنہیں وہ ”جوانی میں اپنا گہت

سلطان تھا " اور جو اب " اس نغمے کے آخری سروں کو نہیں سن سکتیں " انہیں کے نام پر وہ اپنی شاعری کے سب سے بڑے کارنامے کو معنون کرتا ہے ۔ تقدیر کا کھیل دیکھئے کہ " فاؤسٹ " اب بھی شائع نہ ہو سکا اور گیارہ برس بعد (سنہ ۱۸۰۸ء) جب اس کے چھپنے کی نوبت آئی تو " گوئٹے " کا آخری دلی دوست 'شلر' بھی دنیا سے رحلت کر چکا تھا ۔ جب بدھے شاعر نے کتاب کو مطبعے میں بھیجنے سے پہلے اس تہدیے پر نظر ثانی کی ہوگی تو اُس کے قلب کے لئے ان الفاظ کا سوز و گداز اور بھی بڑھ گیا ہوگا " جو چیزیں سہرے پاس ہیں وہ دور نظر آتی ہیں اور کھوئی ہوئی چیزیں حقیقی معلوم ہوتی ہیں " ۔

" تہدیے " کے بعد تماشا گاہ کا قہقہہ سین ہے جس میں 'گوئٹے' ظریفانہ انداز میں اپنے ناک کی تقریب کرتا ہے :۔ ملوچر شاعر اور مستخرے قیلوں کے پردے میں خود 'گوئٹے' گفتگو کر رہا ہے ۔ وہ اپنی طبیعت کے تہن پہلو دکھانا ہے ' جن کے اتصاد عمل سے یہ ناک انجام کو پہنچا ۔ ملوچر کی حیثیت سے 'گوئٹے' اُن لوگوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہے جو تماشے میں محض دل بہلانے آتے ہیں ۔ وہ انہیں " لکڑی کے تلگ گھروندے کے اندر ساری کائنات کا نقشہ دکھانا " اور آسمان سے زمیں زمیں سے پاتال تک کی سہر کرانا " چاہتا ہے ۔ شاعر کی حیثیت سے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ عوام کے مذاق کی پروا نہ کرے اور اُن " اچھوتے " مضامین کو جو اُس کے " قلب کی گہرائی " میں پیدا ہوتے ہیں " موجودہ لمحے کی اشعا کا لقمہ " نہ بلے دے بلکہ " برسوں کے ریاض کے بعد مکمل صورت میں ظاہر کرے " اُسے آرزو ہے کہ " رباب زندگی کے الجھے ہوئے تاروں کو

سلیجھا کر اور کس کے نغمہ حیات میں روانی پھدا کرے اور انفرادی روح کے سر کو کائنات کے مہاسر سے مرگ کر ایک ہم آہنگ اور دل نش راگ سنائے۔۔۔ مستحضرے کی زبان سے وہ میمنجر اور شاعر کی بحث کا فیصلہ کرنا ہے۔ یہ دونوں عناصر ضروری ہیں لیکن انہیں شعوری مقاصد کی حوثیت سے پیش نظر رکھنے سے سچا ڈراما وجود میں نہیں آسکتا۔ صحیح راستہ یہ ہے کہ شاعر اپنے فطری وجدان کی مدد سے انسانی زندگی کا مشاہدہ کرے اور اسے اپنا موضوع بنائے۔ پھر ”عاشقی کے سودے“ کی طرح ”شاعری کا وعدا“ خود بخود چل نکلے گا اور ایسا موقع تیار ہو جائے گا ”جس میں گونا گوں تصویریں ہوں مگر روشنی کم؛ غلطوں کا انبار اور حقیقت کی ذرا سی چنگاری“۔ ”اسی نستے سے وہ نادر شراب بگتی ہے جس سے سردور اور

تقریب حاصل ہو۔“ — X

اصل قصے کے شروع ہونے سے پہلے ”آسمان کا تسہیدی سین“ ہے۔ ملائکہ مقرر ہیں، کائنات کی تعریف اور خالق کائنات کی تہلیل میں مصروف ہیں۔ ”شیطان“ بھی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہے اور انسان کی خود پسندی اور گمراہی پر خندہ زن ہے۔ صدائے قیدی اُس کی سرزنش کے لئے ”فاؤسٹ“ کا ذکر کرتی ہے جو باوجود شک اور تاریکی میں مبتلا ہونے کے خدا کی بندگی کرتا ہے۔ ”شیطان“ جواب دیتا ہے کہ یہ شخص تو اوروں سے بھی بدتر ہے۔ اُس کے حوصلوں کا تو کچھ تھکانا ہی نہیں۔ ”وہ تو آسمان سے اُس کے روشن ترین ستارے مانگتا ہے اور زمین سے بہترین روحانی نعمتیں۔ قریب بعید کی کوئی چیز ایسی نہیں جس سے اُس کے اضطراب

قلب کو تسکین ہو۔“ ، شیطان ‘ کا دعویٰ ہے کہ اگر اسے اجازت ہو تو وہ ‘ فاؤسٹ ‘ کو بہت آسانی سے بہکا سکتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے ‘ جب تک وہ دنیا میں ہے تجھے بہکانے کی ممانعت نہیں ۔ جب تک انسان راہ طلب میں ہے اس کا بہتکنا لازمی ہے ‘ ۔ ” انسان کا دست عمل جلد سو جاتا ہے اور اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے ‘ اس لئے ہم اُسے تیرا سا مصاحب دیتے ہیں ‘ جو اُسے بہلائے ‘ ابھارے اور آسمانی قوت تخلیق دے ‘ ۔

اب اصل ناک شروع ہوتا ہے ۔ پہلا منظر ‘ فاؤسٹ ‘ کا کمرہ ہے ۔ ‘ فاؤسٹ ‘ ایک ادھیڑ عمر کا پروفیسر ہے ‘ جس نے اپنی جوانی طلب علم میں صرف کی ہے ‘ لیکن علم سے اُسے تسکین حاصل نہیں ہوئی ۔ وہ نہ حسن و عشق کے مزے سے واقف ہے نہ مشاہدہ فطرت کے کیف سے اور نہ لذت عمل سے ۔ ان فطری رجحانات کے رکنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اُس کی زندگی بجائے ہم آہنگ وحدت کے ہڈامہ انتشار بن کر رہ گئی ہے ۔ اُس کے دل میں اب تک صرف ایک آرزو تھی اور یہ وہ تھی کہ علمی تحقیق و تجربے کے ذریعے کائنات کی حقیقت معلوم کرے ۔ اُس نے اپنی آدھی عمر اس میں صرف کر دی ‘ راحت و مسرت کو اس پر قربان کر دیا لیکن آخر میں یہ معلوم ہوا کہ ” علم انسان کی پہنچ سے باہر ہے “ ۔ اب اس کے دل پر یاس و حرمان کا دھوا بوجھ ہے : ایک تو یہ کہ طلب علم میں اُس کی سعی لا حاصل ثابت ہوئی ‘ دوسرے یہ کہ محض علم انسان کی روحانی تسکین کے لئے کافی نہیں ۔ اب اُس کی روح اصل میں عقیدت ‘ اور عمل ہے لئے تڑپ رہی ہے لیکن اُسے خود اس کا احساس نہیں ۔ اُسے شعوری

حیثیت سے صرف یہ حدیں محسوس ہوتی ہے کہ کائنات کا بھید معلوم کرنے کے لئے کوئی نزدیک کا راستہ نہ ہونڈھے۔ جو کام ادراک سے نہ ہوسکا وہ اب ' فائزست ' تخیل سے لہنا چاہتا ہے۔ یوں تو تخیل کا موضوع آرٹ بھی ہے جس میں انسان وجدانی قوتوں کی صحیح تربیت کو کے شاهد حقیقت کا مشاہدہ ایک پوکر جمال کی حیثیت سے کرتا ہے۔ لیکن اُس کی بے صبر طبیعت بجائے تخیل کو اُس دور و دراز راہ کے جہاں وہ عقل کو رہنما بنا کر چلتا ہے ' اسی دلفریب پگڈنڈی کو اختیار کرتی ہے ' جس سے انسان بظاہر چشمِ زندگی میں منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے یعنی وہ بجائے آرٹ کے جادو کی مدد سے کائنات کا بھید معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ " میں اب فنِ ساحری کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ شاید اسی طرح میں کائنات کے اندرونی نظام سے واقف ہو جاؤں ' مبداءِ حیات اور قوتِ خالق کا مشاہدہ کروں اور الفاظ کی خردہ فروشی پر لعنت بھیجوں "۔ وہ ایک جاہلو کی کتاب میں " کائنات اکبر " کا نقش دیکھتا ہے۔ اس کا اثر فوری اور حیرت انگیز ہے۔ اُس کی آنکھوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور سارا نظام کائنات چلتی پھرتی تصویروں کی طرح نظر آتا ہے۔ وہ بے اختیار چلا اٹھتا ہے " سبحان اللہ ! ہر جزو کس ترتیب کے ساتھ کل کی تعمیر میں صرت ہوا ہے اور ہر ذرے کی حرکت اور زندگی کس خوبی اسلوبی سے دوسرے ذروں سے وابستہ ہے۔ وہ دیکھو اجرامِ سماوی کس طرح ٹکا پڑے ہیں مصروف ہیں اور ایک دوسرے سے کسبِ نور کر رہے ہیں۔ اُن کی درشن کرنے میں آسمان سے زمین

تک پہیلی ہوئی تھی اور شہم سعادۃ برسا رہی تھی۔ ہر ایک کی نوائے زندگی فغمۂ کائنات سے ہم آہنگ ہے۔ لیکن معاً اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ طلسمی منظر، یہ تخیل محض کا کاغذ نامہ ایک سراب ہے جیسے ایک لمحے سے زیادہ قرار نہیں۔ اس کی تشنہ دیدار روح اس کو دیکھنے کو بجائے تسکین پانے کے اور بے قرار ہو جاتی ہے۔ وہ یاس و حسرت کے لہجے میں کہتا ہے ”کتنا دلفریب تماشا ہے! مگر افسوس محض تماشا! اے نامحدود فطرت، مہری نظر میں تیری بساط بس اتنی ہی ہے۔ اے حیات کائنات کے سرچشمہ جن پر زمیں و آسمان کا دار و مدار ہے، میں تمہیں سینے سے لگاؤں بتاؤ تم کہاں ہو؟ میرا تشنہ وصال سہلہ تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔ ہائے! تم اُبلو، تم سہراب کرو، اور میں یوں پیسا رہوں؟“

اب ’فائوست‘ بھدلی سے کتاب کے ورق اُلٹتا ہے۔ دفعۃً روح ارض کا نقش نظر آتا ہے۔ اس کا خود فریب دل اسے یہ سمجھاتا ہے کہ اگر ساری کائنات کا بھید معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں تو کم سے کم کرۂ ارض اور انسانی زندگی کی حقیقت ضرور کھل جائے گی۔ اس کی دبی ہوئی امید پھر اُبھر آتی ہے، وہ ’روح ارض‘ کو مخاطب کر کے کہتا ہے: ”اے کرۂ ارض کی روح تو مجھ سے زیادہ قریب ہے۔ تجھے دیکھتے ہی میری قوتیں اُپھنے لگیں اور مجھے ایک نئی شراب نے مست کر دیا۔ میرے دل میں یہ ہمت پیدا ہو گئی کہ دنیا کی جو کچھ اپنے سر لے لوں اور زندگی کے راحت و اطمینان کا بوجھ اُٹھا لوں، طوفانوں کا مقابلہ کروں

کشتی کے توبہ کی آواز سے نہ دروں۔۔۔ لیکن تخیل کے نشے
میں زندگی کے راحت و الم کا بوجھ اُٹھانے کے لئے طہار
ہو جانا اور بات ہے اور طوفانِ حیات کو دوبارہ دیکھنے کے بعد
اُس کا مقابلہ کرنا اور چہرہ ہے۔ 'فاؤسٹ' کا خام کارِ ذہن
 جو ابھی زندگی کی خھالی تصویروں سے کھیل رہا ہے جو
 ہنوز عقیدہ کے مڑے سے، محبت کی چاشنی سے، عمل کے
 ذوق سے نا آشنا ہے روحِ ارض کا سامنا کرنے کے قابل نہیں۔
 جب وہ آتشوں پیکر پیکر ظاہر ہوتا ہے تو 'فاؤسٹ' قاب
 نظارہ نہیں لاسکتا۔ پھر بھی اُسے دماغِ لاسا احساس ہے کہ
 اُس کے اور روحِ ارض کے مابین کوئی رشتہ ضرور ہے۔ وہ اس کی
 طرف خطاب کر کے کہتا ہے "اے وسعت کائنات میں پرواز
 کرنے والی، اے سرگرمِ عمل روح، مجھے میں اور تجھے میں
 کتنی مشابہت ہے!" 'روحِ ارض' جانتی ہے کہ اس مغرور
انسان کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
اس کی روح میں بالقوہ وہ تمام عناصر موجود ہیں جو
'روحِ ارض' میں ہیں، لیکن ان عناصر کو قوت سے فعل
میں لانے کے لئے اُسے اپنے نفس کی توسیع اور تہذیب کرنا ہے
زرخام کو زندگی کی آگ میں تپا کر گندن بڈانا ہے، تب
 جاکر وہ مخفی مشابہت جو دونوں روحوں میں ہے، ظاہر
 ہو سکتی ہے۔ ابھی تک 'فاؤسٹ' کی روح نامکمل اور اُس
 کی نظر نارسا ہے، اس لئے اُسے جو چہرہ دکھائی دیتی ہے
 وہ 'روحِ ارض' کا جلوہ نامکمل ہے۔ یہ پر اسرار تصویر 'فاؤسٹ'
 کی نظر کو 'خمرہ کرکے' اُس کی خود پسندی کو پامال
 کر کے یہ کہتی ہوئی فائز ہو جاتی ہے "تو اُس روح سے

مشابہ ہے جس کا تو ادراک کرسکتا ہے، مجھ سے نہیں۔“

’فاؤسٹ‘ اس نلخ جواب کو سن کر مایوسی، شرم اور ذلت سے بدحواس ہو جاتا ہے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پاتا کہ اُس کا مددگار شاگرد، ’واگنر‘ داخل ہوتا ہے۔ یہ ایک سیدھا سادہ طالب علم آدمی ہے جو دن رات مطالعے میں غرق رہتا ہے اور محنت، دیدہ ریزی، صبر و استقلال سے پرانی کتابوں کو چھان کر علمی مواد اکٹھا کرتا ہے، جس سے وہ خود کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا لیکن کوئی اور شخص جو بہتر دل و دماغ رکھتا ہو اسے اعلیٰ مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔

’واگنر‘ صرف محقق ہے۔ اسے نہ حکم ہونے کا دعویٰ ہے اور نہ اس کی آرزو۔ وہ اسی پر قانع ہے کہ بالواسطہ سرکائنات کے حل کرنے میں جو حقہ خدمت اس سے بن آئے اسے انجام دے۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس وفادارانہ مدد سے ’فاؤسٹ‘ کو کتنا فائدہ پہنچا۔ وہ اپنے استاد کا بھعد معتقد ہے اور اس سے استفادہ کرنے کے کسی موقع کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا۔ اس نے ’فاؤسٹ‘ کو ’روح ارض‘ سے باتیں کرتے سنا تو سمجھا کہ وہ کوئی یونانی المیہ پڑھا رہا ہے۔ اگرچہ اب آدھی رات گزر چکی ہے اور درس و تدریس کا کوئی وقت نہیں لیکن اسے خطابت کا الماشوق ہے کہ تحت لفظ کا طریقہ اپنے استاد سے سیکھنے چلا آیا۔ ’فاؤسٹ‘ کو اس کا آنا نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ دنوں میں فن خطابت اور علمی تحقیق کے متعلق جو گفتگو ہوتی ہے اس میں ’فاؤسٹ‘ بے چہلی اور اضطراب کے عالم میں اسے جھڑکتا ہے اور چاہتا ہے کہ کتابی علم کی طرف سے جو بے اعتدالی اسے پیدا ہوگئی ہے وہ ’واگنر‘

کے دل میں بھی بھدا کرے ، لیکن ، واگڈر ، اپنے محدود خیالات کے حلقے میں اس قدر مطمئن ہے کہ اُس پر اس تلخ نوائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ وہ سمجھتا ہے کہ استاد کی طبیعت اس وقت بے کھف ہے اس لئے دوسرے دن صبح آنے کی اجازت لے کر چلا جانا ہے ۔

اب 'فائوست' اگلا ہے ۔ اُس کے دل پر حرمان و یاس کے خیالات نغمہ کر لیتے ہیں ۔ مایوسی موت کا دروازہ ہے 'فائوست' کی نظر ایک شراب کے پرانے شیشے پر پڑتی ہے ، جس میں اب زہر بھرا ہے ، اسے دیکھ کر اس کے دل میں اطمینان و مسرت کی ایک لہر درز جاتی ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے چند قطرے اسے کشمکشِ حیل سے نجات دے دیں گے اور مرنے کے بعد اُس پر راز کائنات خود بخود منکشف ہو جائے گا ۔ وہ شیشے کو اٹھا کر ہونٹوں سے لٹاتا ہے ۔ قریب ہے کہ زہر اُس کے حلق سے اتر کر رگ و پے میں سرایت کر جائے کہ دفعۃً گھنٹوں کی آواز اور فرشتوں کا نغمہ سنائی دیتا ہے ۔ صبح ہو گئی ، ایسٹر کا دن شروع ہو گیا ۔ ارض و سما میں مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی یادگار میں خوشی منائی جا رہی ہے ۔ 'فائوست' کے دل میں عقیدت کی گہیتی سوکھ چکی ہے ، لیکن چڑیں ابھی باقی ہیں ۔ اس نغمۂ جانفزا کو سن کر بچپن کی بھولی بھالی خوش اُمتی اور مذہبی درد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ۔ اس کے دل کی بیچھنی دور نہیں ہوتی ، مگر کچھ دیر کے لئے رک جاتی ہے ۔ وہ زہر کے شیشے کو یہ کہہ کر رکھ دیتا ہے " بجے جائے آسمان کے نغمۂ شیریں کی گت ! میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ، مجھے پھر زمین نے اپنا کر لیا " ۔

جو عارضی سکون 'فاؤست' کے دل میں پیدا ہوا ہے وہ دن بھر باقی رہتا ہے۔ وہ 'واگنر' کے ساتھ شہر کے باہر سیر کرنے جاتا ہے۔ سارا شہر 'ایسٹر' کی تعطیل منا رہا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے گروہ تنگ و تاریک گلیوں سے نکل کر میدان میں سیلاب کی طرح اُمد آئے ہیں۔ گڑوں والے درختوں کے نیچے جمع ہیں اور ناچ رنگ کا لطف اُٹھا رہے ہیں۔ 'واگنر' کتاب کا کھڑا انسانوں کے مجمع سے گھبرانا ہے۔ خصوصاً دیہاتیوں کے بھدے نا تراشیدہ مذاق سے اُسے سخت کوفت ہوتی ہے۔ مگر 'فاؤست' کے دل میں شک اور اضطراب کی تہوں کے قہقہے انسانی ہمدردی کا جذبہ تھوڑی دیر کے لئے بھدار ہو گیا ہے۔ اُسے اپنا بچپن کا زمانہ یاد آتا ہے جب وہ وبا کے زمانے میں اپنے باپ کے ساتھ یہاں آکر بیماروں کا علاج اور اُن کی خدمت کیا کرتا تھا۔ گڑوں والے احترام اور محبت سے اس کا استقبال کرتے ہیں، اس کے اور اُس کے باپ کے احسانوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر اُن لوگوں کے مجمع میں ٹھہرنے کے بعد وہ 'واگنر' کو ساتھ لے کر آگے بڑھتا ہے۔ 'واگنر' اسے اُس کی ہر دلچیزی پر مبارکیاں دیتا ہے۔ لیکن 'فاؤست' کے دل میں دھوکوں کا طلم توت چکا ہے۔ وہ 'واگنر' کو بتاتا ہے کہ نہ اُس کا باپ ان تعزینوں کا مستحق تھا اور نہ وہ خود ہے، بلکہ اُن دونوں کے سر ہزاروں غریبوں کا خون ہے۔ اُس کا باپ الکھمیا کے مرکبات سے بیماروں کا علاج کرتا تھا، جس سے بہت سے لوگ بے موت مر جاتے تھے مگر بھیچارے گذوار سادگی اور جہالت کی وجہ سے اُس کے معتقد تھے اور آج تک ہیں۔ اُن کی تعریف 'فاؤست' کے کانوں کو طعن و تشنیع معلوم

ہوئی ہے —

کچھ دور چلنے کے بعد دونوں ایک پتھر پر بیٹھ کر
 سمجھتے رہے۔ 'فاؤسٹ' کے دل میں انسان کی ظلمت اور
 جہالت کا احساس تازہ ہو گیا ہے اور یہ آرزو پھر ابھر آئی ہے
 کہ پرندوں کی طرح فضا میں پرواز کرے اور فطرت کے رنگ
 رنگ جلوں کا قریب سے مشاہدہ کرے۔ 'واگنر' کی سمجھ
 میں نہیں آتا کہ جب انسان گھر بیٹھے صفحہ کتاب پر ساری
 کائنات کی سیر کر سکتا ہے تو اُس کے دل میں یہ وحشت
 کی لہر کیوں اُٹھے۔ 'فاؤسٹ' کو اس کی سادگی اور پُر رنگی
 پر دھک آتا ہے۔ وہ کہتا ہے "تمہارے دل میں ایک ہی
 لہر ہے؛ خدا نہ کرے دوسری اُٹھے" آہ! میرے سینے میں
 دو روحوں ہیں اور ان دونوں میں نہیں بلکتی، ایک تو کثیف
 لذتوں کے شوق میں دنیا سے چمٹتی ہوئی ہے اور دوسری کو
 کدے کے مجھے خاک سے اُٹھا کر اُس عالم پاک میں لے جائے
 جو میرے بزرگوں کی روحوں کی جلوہ گاہ ہے۔" یہ باتیں
 ہو ہی رہی ہیں کہ دور سے ایک کالا کتا دکھائی دیتا ہے جو
 قدم قدم پر چکر کھاتا ان دونوں کی طرف آ رہا ہے۔ 'فاؤسٹ'
 کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی بھوت ہے مگر 'واگنر' اُسے مطمئن
 کر دیتا ہے کہ یہ معمولی کتا ہے —

اب شام ہو گئی ہے۔ اُستاد اور شاگرد گھر کی طرف لوٹتے
 ہیں۔ کتا پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ 'فاؤسٹ' اپنے مطالعے
 کے کمرے میں بیٹھا ہے۔ کتا جو اُس کے ساتھ آیا ہے، آتش دہلی
 کے پیچھے ایک کدے پر لیٹا ہے۔ ایسٹر کی برکت سے 'فاؤسٹ'
 کو جو جمعیت قلب نصیب ہوئی تھی وہ اب تک باقی ہے۔

شام کی تاریکی اُس کی روح کے اعلیٰ جذبات کو ابھار دہی ہے۔ مگر کتے کے غرانے سے اُس کا سکون قلب غارت ہو جاتا ہے اور اضطراب اور بے چینی کا طوفان پھر اُمت آتا ہے۔ ہر وجود بے اعتقادی کے فاؤسٹ کے دل کو اکثر ایسے موقعوں پر 'انجیل' کی تلاوت سے تسکین ہوتی ہے۔ اس وقت اُسے یہ خیال آتا ہے کہ 'انجیل' کا ہونانی متن پڑھ کر معنوی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اُس کا ترجمہ 'جرمن' زبان میں کرے۔

وہ "کتاب تخلیق" کی پہلی آیت کو پڑھ کر اُس کے ترجمے پر غور کر رہا ہے۔ کتنا زور شور سے بھونکنا شروع کر رہا ہے اور اُس کا جسم پھول کو بڑھنے لگتا ہے۔ 'فاؤسٹ' کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کرنی خبیث روح ہے۔ وہ جادو کی کتاب سے منتر پڑھتا ہے جس کے اثر سے سارے کمرے میں کھر چھا جاتا ہے اور اس کھر کے اندر سے وہ روح جو اب تک کتے کی شکل میں تھی، ایک ملا کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔ 'فاؤسٹ' پوچھتا ہے تو کون ہے۔ وہ پر اسرار پیکر جواب دیتا ہے "اس قوت کا ایک جز جو ہمیشہ بدی کونا چاہتی ہے اور ہمیشہ نیکی کرتی وہ روح جو ہر چیز کا انکار اور ہر چیز کی نفی کرتی ہے"۔

یہ وہی شیطانی ہے * جو درگاہ ایزدی سے اجازت لے کر 'فاؤسٹ' کو بھکانے آیا ہے۔ یہ اصل میں عہرت چھات اور

* گوٹے کا (Mephisto) ابلیس نہیں ہے بلکہ اُس کا نائب جو اُس کی طرف سے انسانوں کو بھکانے کی خدمت پر مامور ہے ابلیس سے تمیز کرنے کے لئے ہم اُسے شیطان کہیں گے۔

قوت عمل کی روح کا ایک جزو ہے اور روح ارض کا مددگار اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں زندگی کی محبت اور عمل کا ولولہ پیدا کرے۔ مگر چونکہ اُس کی خلقت جوہر ناقص سے ہے اس لئے وہ دونوں باتوں میں حد سے گذر گیا ہے۔ عشرت حیات کے سرور نے اسے بے قید جسمانی لذتوں کا پرستار اور قوت عمل کے نشے نے اُسے تخلیق ایزدی کا حریف بنا دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر انسان کو نفس پرستی میں مبتلا کر کے ”آسمانی نور کی پرچھائیں“ یعنی عقل سے محروم کر دے اور رفتہ رفتہ ساری نوع بشر کو انسانیت کے درجے سے گرا دے۔ اس کی آرزو ہے کہ تہذیب و تمدن کا خاتمہ کر کے انسانی روحوں کو اپنا غلام بنا کر خدا کے سامنے لے جائے اور کہے: دیکھتے تونے دنیا کو پیدا کیا تھا، میں نے برباد کر دیا تو نے انسان کو عقل دی تھی، میں نے عیش و عشرت کا طلسم دکھا کر اُس سے چھین لی۔ لیکن ہزار ہا سال کوشش کرنے پر بھی وہ اُس میں کامیاب نہیں ہوا۔ وہ اپنے زعم میں انسان کو اُس لئے اُبھارتا ہے کہ سیلاب فنا میں بہا لے جائے، مگر انسان تھوڑے دن اس سیلاب کے ساتھ بہتا ہے اور آخر میں اسی کی قوت سے فائدہ اُٹھا کر ساحل پر آ لگتا ہے۔ بہر حال اُسے تو اپنی سی کوشش کرنا ہے انجام چاہے جو کچھ ہو۔ ’فاؤسٹ‘ کے معاملے میں اُسے پورا یقین ہے کہ وہ اس کے انتہائی اضطراب اور اُس کے بے پایاں حوصلے کا رخ جسمانی لذتوں کی طوف موج کر اُس کی روح کو اپنے قبضے میں کر لے گا۔ اِس وقت وہ جادو کے قوانین کے مطابق ’فاؤسٹ‘ کا قیدی ہے۔ مطالعے کے کمرے کے دروازے پر ایک کامل مضمحل

کی شکل بنی ہوئی ہے جس میں سے وہ نکلا ہوا کو
آیا تھا۔ اُس نے مختص کو نہیں دیکھا اور نہ جسے مکر کے
انصو چلا آیا۔ لیکن اب اس کی نظر اس نقش پر پڑ گئی ہے
اور جان بوجھ کر وہ مابطلہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔
'فائزست' کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'شیطان' اُس وقت
اُس کے قابو میں ہے تو وہ اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔
"جو شیطان کو پکڑ پائے اسے اپنی گرفت مضبوط رکھنا
چاہئے۔" مگر 'شیطان' مکر و فریب کا اُستاد ہے۔ 'فائزست'
کو جادو کا تماشا دکھانے کے بہانے اپنی ماتحت روحوں کو بلاتا
ہے جو ایک دلفریب گھٹا سنا کر 'فائزست' کو مئے نغمہ
کے نشے میں مدھوہ کر دیتی ہیں۔ 'شیطان' اُسے خواب
فحلت میں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے "اے فائزست تو
کتلا ہو کچھ ہو مگر وہ انسان نہیں جو 'شیطان' کو
جکڑ کر رکھ سکے۔" وہ چوہوں کو بلاتا ہے جو مختص کا
ایک کونا کتر ڈالتے ہیں اور وہ نکل کر چلا جاتا ہے۔

دوسری بار 'شیطان' ایک رئیس زادے کے بیس میں
آتا ہے۔ وہ 'فائزست' کو دعوت دیتا ہے کہ اُس کے ساتھ
عہد رفاقت کر لے اور چل کر دنیا کی سہو کرے اور زندگی کے
عیش و عشرت کا لطف اٹھائے۔ مگر 'فائزست' کی زیست
بہواری انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اُس کے دل کی آگ اُس کی
ہڈیوں تک کو پھونکنے لالچ ہے۔ وہ آتش نوائی پر مجبور ہے
چاہے ساری زندگی ساری دنیا جل کر خاکستر ہو جائے۔ وہ
بے اختیار چلا آتا ہے۔ "اعانت ہو ان بلند خیالات پر جن
سے ہمارا ذہن اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے؛ لعنت ہو مظاہر کی

نظر بندی پر جو ہمارے حراس پر قبضہ کر رہتی ہے ؛ لعنت
 ہو شہرت اور بقائے دوام کے فریب پر جو ہمیں خواب میں
 خوشامد کی لوری دیتے ہیں ؛ لعنت ہو مال و حشم پر جو
 ہمیں منچلے پن کے کاموں پر ابھارتا ہے یا عیش و عشرت میں
 مدموش کر دیتا ہے ؛ لعنت ہو انگور نے آب حیات پر ؛ لعنت
 ہو صحبت کے راز و نیاز پر ؛ لعنت ہو اُسُود پر ؛ لعنت ہو
 عقوڈے پر اور سب سے بڑھ کر لعنت ہو صبر پر ” —

” افسوس ! صد افسوس !

تو نے مسسار کر دیا

خوبصورت دنیا کو

اپنے زہر دسے گھونسے سے

.....

اے زمین کے سورما بیٹے

اے نئی شان سے تعمیر کر

اپنے سینے میں ؛ اپنے دل میں

اُس کی پھر سے بنیاد رکھ

زندگی کا ایک نیا دور

روشن ضمیری سے شروع ہو

اور اُس کی تہنیت میں

نئے گیت گائے جاؤں ” —

خدا جانے اس گیت میں کیا تاثیر ہے کہ ’ فاؤسٹ ‘ کا دوبا
 ہوا دل لعلِ ہلاکت کی گہرائی سے پھر اُچھلتا ہے ۔ اُس کی
 رگوں میں زندگی کا سوکھا ہوا خون دوبارہ گردش کرنے

یہ (روحیں جنہوں نے یہ اعجاز مسیحائی دکھایا، کون ہیں؟ یہ شیطانی (روحیں ہیں، جنہوں نے شیطان کے حکم سے 'فاؤست' کا دل موت سے زندگی کی طرف پھیرا ہے۔ مگر یہ یاد رکھ کہ یہ (روحیں اور خود 'شیطان' روح ارض کے آئٹے گار ہیں۔ یہ اپنے زعم میں انکار اور نفی، ہلاکت اور تباہی کے علم بردار ہیں؛ لیکن تقدیر الہی ان پر ہنستی ہے اور ان سے اپنا کام لیتی ہے۔ یہ اس پر مجبور ہیں کہ 'فاؤست' کو قعر عدم میں گرنے سے روکھیں۔ یہ چاہتی ہیں کہ اُسے حرمان و یاس سے برباد نہ ہونے دیں، بلکہ عیش و عشرت سے ہلاک کریں ان کی پہلی خواہش تو پوری ہو گئی، اب دیکھنا ہے دوسری بھی پوری ہوتی ہے یا نہیں۔

ابھی تو 'فاؤست' کو ان (روحوں نے صرف مرنے سے روکا ہے، تڑپنے سے نہیں۔ وہ زندہ ہے، مگر ذہم بسمل۔ اس کا اضطراب قلب کم نہیں ہوا بلکہ اور بڑھ گیا۔ وہ 'شیطان' کی دعوت قبول کرتا ہے اور اُس کے حسب خواہش معاہدہ کرنے کے لئے طیارہ ہے، لیکن دنیا کی سیر اور زندگی کے مشاہدے میں اُسے راحت و مسرت کی تلاش نہیں بلکہ درد و الم کی جستجو ہے، وہ زندگی کے بلند سے بلند اور پست سے پست جلوے کا مشاہدہ کرنا اور نوع انسانی کے رنج و راحت میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ "تاکہ اس کا وہ انفرادی نفس وسعت پا کر نوعی نفس بن جائے اور آخر ایک دن اپنی نوع کے ساتھ فنا ہو جائے۔"

'شیطان' اس کی اس خواہش کو شیخ چلی کا منصوبہ سمجھ کر اُس پر ہنستا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انفرادی نفس

کا اتنی وسعت پانا کہ وہ ”کائنات اصغر“ بن جائے
ناممکن ہے —

بہر حال اُس کا اور ’فاؤسٹ‘ کا معاہدہ ہوتا ہے۔ اور
’فاؤسٹ‘ خون کے حرفوں میں اُس پر دستخط کرتا ہے۔
’شیطان‘ اقرار کرتا ہے کہ ”زندگی کے سفر میں رفیق بلکہ
ہلام کی حیثیت سے ’فاؤسٹ‘ کے ساتھ رہے گا۔“ وہ اُس
دنیا میں ’فاؤسٹ‘ کی خدمت کا بھڑا اٹھاتا ہے اس کی
پلکوں کے اشارے پر کام کرنے کا وعدہ کرتا ہے، بشرطیکہ
, فاؤسٹ‘ دوسری دنیا میں اُس کے ساتھ یہی کرے۔
’فاؤسٹ‘ اس پر راضی ہے مگر وہ معاہدے کے الفاظ کو
زیادہ واضح کرنا چاہتا ہے ”اگر تو کبھی بھلا بھلا کر مجھے
میری زندگی سے مطمئن کر دے اور عیش و عشرت سے دھوکا
دیدے۔۔۔۔۔ اگر میں کسی لمحے کو مخاطب کر کے یہ کہ دوں:
فرا تھیر جا تو کتنا حسں ہے‘ تب تجھے اختیار ہے کہ
تو مجھے طوق و سلاسل میں جکڑ کر قعر مذلت میں ڈھکیل
دے‘ تب میری موت کا گھنٹہ بجے‘ تب گھڑی رک جائے‘
سوئی گرجائے‘ تب مہرے لئے وقت کا خاتمہ ہے، یعنی اگر
دنیا کی لذتیں، فاؤسٹ، کے دل کو لہلہائیں تو اُس کی روح
پر شیطان کا قبضہ ہو جائے گا —

’شیطان‘ ’فاؤسٹ‘ سے اصرار کرتا ہے کہ فوراً سفر کے لئے
طہار ہو جائے اگلے میں ایک طالب علم جو یونہی دوستی میں
نیا نیا داخل ہوا ہے، ’فاؤسٹ‘ سے ملنے آتا ہے۔ ’فاؤسٹ‘
چاہتا ہے کہ اُس سے ملنے سے انکار کر دے، لیکن ’شیطان‘ کی
تجویز ہے کہ جتنی دیر فاؤسٹ سفر کی طیارہ کرے وہ خود

’فاؤسٹ‘ ہن کو طالب علم سے گفتگو کرے - فاؤسٹ راضی ہو جاتا ہے اور سفری کپڑے پہننے کے لئے چلا جاتا ہے -

’شیطان‘ اور طالب علم کی گفتگو میں ’کوئٹے‘ نے ’شیطان‘ کی زبانی اپنے زمانے کی ’جرمن‘ یونیورسٹیوں کے مختلف شعبوں پر بلکہ اصل میں نوع انسانی کی علمی جد و جہد پر طغی آمیز تنقید کی ہے ’ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنس کر واقعی زندگی سے بے تعلق ہو گیا ہے : وہ بھجان چھڑوں کی تحلیل کر سکتا ہے ’ جیتی جاگتی چھڑوں کو نہیں سمجھ سکتا - ”نظری علوم خشک اور بے رنگ ہیں اور علمی زندگی ایک ہرا بہرا دوخت“ - طالب علم ’شیطان‘ کی تنقید کے اصلی مفہوم کو نہیں پہنچ سکتا ’ وہ تو بس اتنا سمجھتا ہے کہ یہ شفیق استاد اسے طلب علم کی زحمت و مشقت سے بچانا چاہتا ہے اور لطف زندگی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے - ’شیطان‘ کا مشورہ ’ کہ طب پڑھنا چاہئے کہیں کہ اس میں عیاشی کا خوب موقع ملتا ہے ’ طالب علم کو بہت پسند آتا ہے - وہ (مصلوحی) پروفیسر ’فاؤسٹ‘ سے درخواست کرتا ہے کہ اُس کی خاندانی بھاض پر کوئی مقولہ لکھ دے ’ جسے وہ زندگی میں اپنا دستور العمل بنا سکے - ’شیطان‘ یہ الفاظ لکھتا ہے :

”تم دیوتاؤں کی طرح نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرو“ -

طالب علم خوش خوش اپنے گھر جاتا ہے - اس کے جانے کے بعد ’شیطان‘ کہتا ہے ”بس اس مقولہ پر عمل کر لو

مہری خالہ ناگن * کے پیچھے چل - ایک دن تھرے شبہ
ایڑسی ہونے کی حقیقت کھل جائے گی —

وہ جانتا ہے کہ اسے ایک نیا شکار مل گیا —

اب 'شیطان' 'فاؤسٹ' کو ایک طلسمی چوغہ پہناتا ہے
اور آگ جلا کر بخارات پیدا کرتا ہے جو دونوں کو آڑا کر دوش
ہوا پر لے جاتے ہیں —

اس کے بعد کا سہی 'لائپزش' میں ہے - 'آؤایر باغ' کے
مشہور شراب خانے میں یاران بے تکلف جمع ہیں 'شراب کا
دور چل رہا ہے اور آپس میں بازاری مذاق ہو رہا ہے -
'شیطان' 'فاؤسٹ' کو لے کر وہاں پہنچتا ہے تاکہ ان لوگوں
کی صحبت میں اس کا جی بہلے - وہ ان لوگوں کو جادو
کی آتشیں شراب پلاتا ہے ؛ شراب کے چند قطرے زمین پر گرتے
ہیں اور شعلہ بن کر بھڑکتے ہیں - شرابیوں پر غصہ اور خوف
طاری ہوتا ہے اور وہ 'شیطان' سے اس مذاق کا انتقام لینا
چاہتے ہیں ؛ 'شیطان' ایسا جادو کر دیتا ہے کہ شراب خانہ
انہیں انگور کا باغ نظر آتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی ناک کو
انگور کا خوشہ سمجھ کر چاقو سے کاٹتے ہیں - اس عرصے میں
'شیطان' 'فاؤسٹ' کو لے کر چل دیتا ہے - طلسم کا اثر زائل ہونے
کے بعد یہ لوگ اپنی حالت دیکھتے ہیں اور غصے سے بوٹیاں
چباتے ہیں —

ظاہر ہے کہ یہ سب تہذیب کی شان سے گرا ہوا ہے اور قصے
میں بھی نہیں کہتے - 'گوئٹے' کا 'فاؤسٹ' ایسا بد مذاق نہیں کہ اس
بازاری صحبت میں اس کا دل پہلے اور نہ 'شیطان' اتنا بیوقوف

* سانپ کی طوطا اشارہ ہے ، جس کی بدولت حضرت آدم بہشت سے نکلے —

ہے کہ وہ اس قسم کی خفیف العر کاتی سے 'فاؤسٹ' کو پرچانے کی کوشش کرے۔ اصل میں یہ 'فاؤسٹ' کے پرانے قصے کا ایک حصہ ہے جسے 'گوئٹے' نے بھی لے لیا ہے۔ ابتدائی مسودے میں اُس نے خود 'فاؤسٹ' کو اُن لغو حرکتوں کا فاعل قرار دیا ہے مگر بعد میں اُسے احساس ہوا کہ یہ باتیں 'فاؤسٹ' کی سیرت سے متناسب نہیں دکھتیں، اس لئے اُس نے اتنی تبدیلی کردی کہ بانی کار 'شیطان' کو دکھا اور 'فاؤسٹ' کو محض تماشائی، جو اس سارے کھیل سے بیزار ہے۔ اس سین کو 'گوئٹے' نے غالباً دو وجوہ سے قائم رکھا: ایک یہ کہ وہ اس پردے میں اپنی، لائپزش، کی زندگی کے تلخ تاثرات بیان کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ تہتر کے اُن تماشائیوں کو خوش کرنا چاہتا تھا جو نظر فریب مناظر دیکھنے کے شائق ہیں —

اس کے بعد 'فاؤسٹ' اور 'شیطان' "جادو کرنی کے باروچی خانے" میں نظر آتے ہیں۔ اس سین میں 'گوئٹے' نے جادو کے پہلو سذلی کو نمایاں کیا ہے۔ ایک زمانے میں وہ سحر و نیرونجات کا قائل تھا مگر بہت جلد اس خام خیالی سے نجات پا گیا۔ یہاں وہ دکھانا چاہتا ہے کہ جادو کے شوق کی بدولت انسان کے ادنیٰ جذبات اُبھر آتے ہیں اور وہ بدمذاتی اور نجاست کے اُن گروہوں میں گرتا ہے جنہیں 'شیطان' بھی اپنی شان سے پست سمجھتا ہے۔ ناٹک کے قصے میں اس سین کی اہمیت یہ ہے کہ 'فاؤسٹ' کی عمر زیادہ ہونے سے جو دقت پیدا ہوتی تھی وہ دور ہو جاتی ہے۔ 'فاؤسٹ' ادھیر عمر کا آدمی ہے 'اس لئے وہ عیش و عشرت کی زندگی کا پورا لطف نہیں اُٹھا سکتا۔ آنے والے عشق و عاشقی کے معاملات کو واقعیت

کا رنگ دینے کے لئے 'فاؤسٹ' کو نئے سرے سے جوان کرنا ضروری ہے۔ یہ ممکن تھا کہ شاعر 'شیطان' ہی کی مدد سے 'فاؤسٹ' کو جوانی بخش دیتا لیکن جادوگر نے کاہلہ سے پیدا کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ جادو کی ذلت اور پسیمی دکھانے کا موقع ہاتھ آئے۔

'فاؤسٹ' 'شیطان' کے ساتھ جادو گرنی کے بارہنچے خانے میں آتا ہے 'جہاں بوڑھوں کو جوان بنانے کے لئے ماء اللیحم طیار ہوتا ہے۔ 'فاؤسٹ' کو اس ناپاک مکان میں قدم رکھتے کہیں آتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ 'شیطان' جوانی حاصل کرنے کی کوئی دوسری تدبیر بتائے۔ 'شیطان' کہتا ہے: دوسری تدبیر یہ ہے کہ انسان کسانوں کی سادہ اور صحت بخش زندگی اختیار کرے۔ وہ جانتا ہے کہ 'فاؤسٹ' کی سی طبیعت کا آدمی اس پر کبھی وافی نہ ہوگا۔ اور واقعی 'فاؤسٹ' باوجود انتہائی خواہش کے وہاں ٹھہر کر جادو گرنی کا انتظار کرتا ہے۔ وہاں جادو کے آؤنے میں ایسے ایک ہورت کی شکل نظر آتی ہے جس پر وہ ہزار جان سے عاشق ہو جاتا ہے۔ اس آئینے میں یہ صفت ہے کہ ہر شخص کو اس میں اپنا حصہ کا نصب العین مجسم نظر آتا ہے۔ شہرحون میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ 'فاؤسٹ' نے یہاں جو تصویر دیکھی وہ 'گرمیشن' کی ہے جس پر وہ آگے چل کر عاشق ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں 'ہیلن' کی صورت ہے جسے 'فاؤسٹ' (دوسرے حصے میں) عالم مثال میں بلاتا ہے اور اس سے شادی کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں 'فاؤسٹ' اس "ابدی جوہر انوٹھت" کا تجسس رکھتا ہے جو گہرے فلسفہ، عشق کی چٹان ہے۔

یہی، عکس اسے 'گریٹشن' کے حسن 'المانی' میں بھی نظر آیا اور 'ہیلن' کے جمال 'یونانی' میں بھی۔ اس لئے دونوں میں سے کسی کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ "ایسی جوہر انوثیت" کی تشریح ہم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ 'گوٹے' کے نزدیک کائنات میں ایک ایسی حسین جوہر کار فرما ہے جو انسان کو پست مادی زندگی سے بلند روحانی حیات سرمدی کی طرف کھینچتا ہے۔ اسی کی جھلک عاشق صادق کو اپنی معشوقہ کے حسن میں نظر آتی ہے اور اگر انسان کی زندگی شہوانی لذات میں پھنس کر نہ رہ جائے تو اس مجازی عشق کے پلے سے وہ بام حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ غرض جادو کرنی آتی ہے اور 'فائوست' کو بھرق شہاب پڑاتی ہے۔ 'فائوست' اور 'شیطان' رخصت ہو جاتے ہیں۔

آئندہ سین میں 'فائوست' جوان نظر آتا ہے۔ ایک دلربا دوشیزہ 'گریٹشن' گرجے سے لوٹ کر اپنے گھر جا رہی ہے۔ 'فائوست' اسے راہ میں دیکھتا ہے، اسے اس لڑکی کے بھولے بھالے چہرے میں اپنے پیکر خیالی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ اس کے دام الفت میں اسیر ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ 'گریٹشن' سے گفتگو چھوڑے لیکن وہ عصیت مآب اسے جھڑک کر چلی جاتی ہے۔ 'فائوست' 'شیطان' سے اپنی مصیبت اور بھارتی کا حال کہتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ جلد سے جلد اس لڑکی سے ملاقات کی ضرورت نکالے۔ 'شیطان' دیکھتا ہے کہ وہ لڑکی اب تک خلیں آوروں سے بدیگنہ ہے۔ اس لئے اسے قابو میں لانا سہل نہیں۔ آخر جب 'فائوست' کا لہرار جس سے گذر

جاتا ہے تو وہ وعدہ کرتا ہے کہ کوئی تدبیر کرے گا۔ 'فاؤسٹ' اس شرط پر کچھ دن صبر کرنے کے لئے طیارہ ہے کہ 'شیطان' اس عرصے میں اُس کی محبوبہ کی خواب گاہ کی زیارت کرادے اور اس کے لئے کوئی قیمتی تحفہ لادے۔

شام کو 'شیطان' 'فاؤسٹ' کو 'گریٹشن' کی خواب گاہ میں لے جاتا ہے۔ 'فاؤسٹ' کچھ عرق شباب کے اثر سے اور کچھ 'شیطان' کی صحبت کی بدولت شہوانی خواہشات سے مغلوب ہے۔ لیکن 'گریٹشن' کی خواب گاہ کی معصومانہ فضا میں اس کے لطیف جذبات بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی محبوبہ کی پاک اور بھولی ٹھہریلو زندگی کے تصور کے مزے لہتا ہے۔ 'گریٹشن' کے قدموں کی کی آہٹ سن کر دونوں اُس کی الماری میں ایک زیور کا صندوقچہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ 'گریٹشن' داخل ہوتی ہے اور الماری میں زیور دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ وہ اپنی ہمسائی 'مارتھے' کے گئے جاتی ہے اور زیور پہن کر اُسے دکھاتی ہے۔ 'شیطان' بھی ایک مسافر کی صورت بنا کر وہاں پہنچتا ہے اور 'مارتھے' کو اُس کے شوہر کے مرنے کی جھوٹی خبر سناتا ہے۔ 'مارتھے' یہ خبر سن کر دل میں بہت خوش ہوتی ہے مگر جھوٹ موت کے تسوے بھانی ہے۔ 'شیطان' اس عورت کے چہرے سے بھانپ لہتا ہے کہ یہ گتھا پے کے لئے بہت سوزوں ہے اور اُس کے ذریعے سے 'گریٹشن' بھکائی جا سکتی ہے۔ وہ اپنی خبر کی تصدیق کے بھانے دوسرے دن 'فاؤسٹ' کو ہمراہ لانے کی اجازت لے کر چلا جاتا ہے۔ چلتے چلتے 'گریٹشن' سے اصرار کرتا ہے کہ وہ بھی اس موقع پر موجود رہے۔

'گریٹشن' کے کیرکٹر میں 'گوئے' نے 'جرمن' عورت کی

روح کا دلکش مرقع دکھایا ہے۔ اُسے آب و رنگ و خال و خط کے طلسم یعنی حسن ظاہری میں بہت کم حصہ ملا ہے لیکن اُس کی روہانی خوبیوں کا رنگ اس کے چہرے پر چھلکنا ہے اور ارباب نظر کے دل کو کھینچتا ہے۔ وہ سادگی اور نیکی، عقیدت اور دینداری، محبت اور خدمت، سوز اور درد، صبر اور تحصیل کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور ”ابدی چوہر انوثیت“ کی سچی مظہر۔ وہ اپنے نسوانی وجدان کی بدولت بے جانے بوجہ ’شیطان‘ سے کراہت رکھتی ہے اور ’شیطان‘ کو بھی خود بخود اس سے وحشت ہوتی ہے۔ ’شیطان‘ ’فاؤست‘ کو مادیت، لذت پرستی، سرکشی، انکار اور بلاکت کی طرف کھینچتا ہے اور ’گوریتشن‘ اسے روحانیت عبودیت ایمان اور بقائے ابدی کی طرف لے جانا چاہتی ہے۔

دوسرے دن مارتھے کے گھر پر عاشق و معشوق ملتے ہیں۔ ایک طرف ’مارتھے‘، ’ابلیوس‘ پر بوڑھے غمزوں کا جال ڈال رہی ہے اور دوسری طرف ’فاؤست‘ اور ’گوریتشن‘ میں پیمان وفا بندھا جا رہا ہے۔ انہیں باتوں میں وقت گذرتا ہے۔ رات گئے ’مارتھے‘ جسے ”نقصان مایہ“ سے زیادہ ”شامت ہمسایہ“ کا خوف ہے ’فاؤست‘ اور شیطان سے اصرار کرتی ہے کہ وہ اب رخصت ہو جائیں ورنہ محلے کے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے گا۔

’فاؤست‘ کو خار محبت کی خلس چپن نہیں لہنے دیتی ہے۔ وحشت دل اُسے کھینچ کر صکرا میں لے جاتی یہاں وہ ’روح ارض‘ کے فیض سے فطرت کے حسن پلہاں کا مشاہدہ کرتا ہے اور درختوں کے سبز پتوں میں معرفت

مگرہ گار کے دفتر دیکھتا ہے۔ ”حہوت کی سرد مہری سے نہیں
 پہلنے ایسی گرم جوشی سے جیسے کوئی اپنے دوست کے قلب
 کی کھراڑوں میں نہر ڈالتا ہے“ اس سعادت بخش تنہائی
 میں شاید اُسے سکون قلب حاصل ہوتا لیکن ’شیطان‘ آتا
 ہے اور ’روح ارض‘ کی بخشش ہوئی نصیبوں کو ”ایک لفظ میں
 ایک سانس میں معدوم کر دیتا ہے۔“ وہ ’فاؤست‘ کے دل
 میں ’گریٹشن‘ کی محبت کی آگ‘ جو بجھی نہیں مگر
 بجلا گئی ہے پھر پھوکا دیتا ہے۔ اب ’فاؤست‘ صوب کشمکش
 میں مبتلا ہے۔ اس کا دل عشق کے پاک جذبے اور شہوانی
 لذت کی ناپاک خواہش کی دزم گاہ بن گیا ہے۔ آرزو اُسے
 لذت کی طرف کھینچتی ہے اور لذت میں اُس کا دل آرزو
 کے لئے تپتا ہے۔

اس حالت میں ایک ’شیطان‘ آتا ہے اور ’گریٹشن‘
 کا حال زار سناتا ہے۔ وہ ’فاؤست‘ کی محبت میں طائر
 رشتہ بریا کی طرح تڑپ رہی ہے۔ اور دن رات اُس کی راہ
 دیکھا کرتی ہے۔ ’شیطان‘ کا اصرار ہے کہ ’فاؤست‘ بستی
 میں چل کر غریب ’گریٹشن‘ کو ”اُس کی مصیبت کا انعام
 دے“ ’فاؤست‘ اس شیطانی قریب سے بچنے کے لئے بہت
 کچھ ہاتھ پیر مارتا ہے مگر کچھ بن نہیں پڑتی۔ آخر
 وہ بستی میں جا کر ’گریٹشن‘ سے ملنے پر راضی
 ہو جاتا ہے۔

’مارتے‘ کے پائین باغ میں ’فاؤست‘ اور ’گریٹشن‘
 دوبارہ ملتے ہیں اور مہوئے اپنی عاشق کو دیو پھر کی داستان
 سناتے ہیں۔ وہ دل و جان سے ’فاؤست‘ پر کھلا ہے مگر

ایک تو اُسے 'فاؤسٹ' کو بند بنداری کی طرف سے اطمینان
 نہیں دے سکتے وہ اُس کے ساتھ سے قرتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔
 وہ اپنے دل کی آہیں دور کرنے کے لئے 'فاؤسٹ' سے سوال
 کرتی ہے کہ اے خدا پر عقیدہ ہے یا نہیں۔ 'فاؤسٹ'
 کا جواب 'کوئی' کے مذہبی عقائد کا آئینہ ہے: "کس میں
 یہ تاب ہے کہ خدا کا نام لے اور اس پر ایمان لائے! تو
 پوچھتی ہے کہ میں اُسے مانتا ہوں یا نہیں؟ کس احساس
 رکھنے والے دل کی مجال ہے کہ کہے 'میں اُسے نہیں
 مانتا'۔ وہ محسوس گُل! وہ قہار مطلق! کہا اُس کی قدرت
 اس کی ذات مجھے تجھے اور خود اُسے محسوس نہیں؟ کہا
 اوپر آسمان کا گنبد نہیں؟ کہا نیچے زمین کا فرش
 نہیں؟ کہا ابدی ستارے محبت کی نظریں برساتے سوز میں
 مصروف نہیں؟ کیا میں تجھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے
 نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کہا تیرے دل و دماغ میں وجود متفق
 بسا ہوا نہیں؟ کیا تیری آنکھوں میں راز آشکارا چھپا ہوا
 نہیں؟ اُس وسعت، فاعل و فاعل ہے اپنے دل کو معسور کر لے اور
 جب اس واردات سے تجھے پر وجد طاری ہو جائے تو اُس کا
 جو نام چاہے رکھے، سعادۃ، دل، عشق یا خدا، مہرے پاس
 اس کے لئے کوئی نام نہیں جو کچھ ہے وجدان ہے وہ نام ایک
 آواز ہے، ایک دھواں ہے جو کہو، بن کر آسمانی نور کو چھپا
 لیتا ہے۔"

'گریٹھن' کو اس جواب سے ایک حد تک اطمینان
 ہو جاتا ہے مگر اس کے اندر سے شہسب کو دور کرنے میں 'فاؤسٹ'
 کامیاب نہیں ہوتا۔ اُسے 'شیطان' سے رو چاہی، نفرت یا بغض

’فاؤسٹ‘ کے للہی بغض ہے ”جیسے ہی وہ دروازے میں قدم رکھتا ہے حقارت کی ہلسی کے ساتھ اُدھر اُدھر دیکھتا ہے اُرر کچھ بیزار سا نظر آتا ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی چیز سے لگاؤ نہیں۔ اس کے ماتھے پر لکھا ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسے نہیں بھاتا۔ ... اس کے ہوتے مجھ سے دعا بھی نہیں مانگی جاتی۔ اس سے مہرے دل میں ناسور سا پڑ گیا ہے۔“ - ’فاؤسٹ‘ یہ تمنا ظاہر کرتا ہے کہ ’گریٹشن‘ کو آغوش میں لے کر گھڑی بھر جسمانی اور روحانی وصل کا لطف اٹھائے۔ بھولی لڑکی اسے رات کو اپنے گھر بلانے پر طہارے مگر اپنی ماں کی موجودگی کے سبب سے معذوری ظاہر کرتی ہے۔ ’فاؤسٹ‘ اسے بیہوشی کی دوا (جو غالباً ’شیطان‘ کا تحفہ ہے) دیتا ہے اور اصرار کرتا ہے کہ رات کو سوتے وقت اپنی ماں کو پلا دے۔ وہ ’گریٹشن‘ کو یقین دلاتا ہے کہ اس میں کسی نقصان کا خطرہ نہیں۔

بد نصیب ’گریٹشن‘ اپنے دلدار کی خواہش کو پورا کرتی ہے۔ وہ اتنی معصوم ہے کہ اسے اس کے نتائج کی خبر نہیں۔ اتفاق سے وہ اپنی ایک سہیلی سے کسی دوسری سہیلی کی تباہی کا حال سنتی ہے۔ اب اُس پر یہ بات کھلتی ہے ایک گھڑی بھر کی لٹوش سے بھجاری لڑکھوں کی ساری زندگی عذاب میں پڑ جاتی ہے۔ اُدھر تو وہ اس سے مہم جاتی ہے اور اُدھر اُس کی ماں بیہوشی کی دوا کے اثر سے گذر جاتی ہے۔ غریب ’گریٹشن‘ احساس گناہ اور ماں کے صدمے سے بدحواس کنواری ’مریم‘ کے طاق میں پھول

دکھنے جاتی ہے اور اس ”درد بھری دکھیاری بی بی“ کو اپنا درد دل سناتی ہے —

اس عرصے میں اس کے بھائی ’والنیٹن‘ کو جو فوج میں نوکر ہے اپنی ماں کی موت اور اپنی بہن کی ”آوارگی“ کی خبر پہنچتی ہے۔ وہ سیدھا سادہ سپاہی جو عزت کو جان سے بڑھ کر سمجھتا ہے سن کر اپنے آپ میں نہیں دھتا۔ اس کے قلب میں اتنی وسعت اور اس کی نظر میں اتنی گہرائی نہیں کہ عارضی لغزش اور بدچلنی میں فرق کرے اور اپنی بد نصیب بہن پر قہر توڑنے کی جگہ اُس کے توتے ہوئے دل کو تسکین دے۔ پھر اُس کے دوست اور اُس کے کان بھرتے ہیں۔ وہ اپنی بہن کو سزا دینے اور اس کے عاشق سے انتقام لینے کے قصد سے وطن کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ تقدیر کی کرشمہ سازی دیکھے کہ جب وہ رات کے وقت اپنے گھر کے پاس پہنچتا ہے تو ’فاؤسٹ‘ سے اُس کی مدبھیڑ ہوتی ہے جو ’شیطان‘ کو ساتھ لئے ’گریٹشن‘ سے ملنے کی فکر میں کھڑا ہے۔ ’والنیٹن‘ اور ’فاؤسٹ‘ میں تلوار چلتی ہے اور ’شیطان‘ ’فاؤسٹ‘ کی مدد کرتا ہے۔ ’والنیٹن‘ زخمی ہو کر گرتا ہے۔ محلے کے لوگ ان لڑنے والوں کی آوازیں سن کر دوڑ پڑتے ہیں۔ ’شیطان‘ ’فاؤسٹ‘ کو لے کر بھاگ جاتا ہے۔ ’والنیٹن‘ کے گرد ایک مجمع اکٹھا ہے۔ ’گریٹشن‘ بھی شور و غل کی آواز سن کر باہر آتی ہے اور اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر چیخ اُٹھتی ہے۔ ’والنیٹن‘ سب کے سامنے ’گریٹشن‘ کے واقعی اور فرضی گناہوں کا اعلان کرتا ہے اور اسے بد دعائیں دیتے دیتے دم توڑتا ہے —

ابہ 'گریٹھن' کی جو حالت ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔
عاشق سے چھوٹے کا قلق، ماں اور بھائی کے مرنے کا صدمہ،
بدخاصی کی شرم اور سب سے بڑھ کر گناہوں کی نہایت۔ ان
چیزوں سے اس کے دل پر مایوسی اور اس کے دماغ پر جلیں
کا تسلط ہو گیا ہے۔ اس کی حالت میں اس کے لڑکا ہوتا ہے
جیسے وہ طالب میں غرق کر دیتی ہے۔ اس جرم میں وہ قید
کر دتی جاتی ہے اور سزائے موت کے انتظار میں زندگی کی
گھڑیل گذارتی ہے۔

'فاؤسٹ' مفرور ہے۔ اُسے ان واقعات کی خبر نہیں 'شیطان'
چاہتا ہے کہ عیش و عشرت کے دلفریب مناظر دکھا کر
'گریٹھن' کے خیال کو اس کے دل سے نکال دے اور اس کی
روح کو اپنے قابو میں لے آئے۔ وہ اسے 'والپرگس کی رات' کا
جھن دکھانے کے لئے جاتا ہے۔

'شیطان' کا خیال ہے کہ شیطانی لذتوں کے ہیجان و
تلاطم میں 'فاؤسٹ' کی عقل معطل ہو جائے گی، اُس کی
روح میں عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کی طاقت نہ رہے گی
اور وہ مادی زندگی پر قناعت کر کے معاہدے کے مطابق 'شیطان'
کا مرید ہو جائے گا۔ اس لئے 'شیطان' اُسے عام مجمع سے
ہٹا کر اپنے خاص حلقے میں لے جاتا ہے۔ وہاں جاکر 'فاؤسٹ'
میں رتاب، مقاومت، گھٹنے لگتی ہے۔ اور وہ جادوگر نہیں کے
مجنونانہ رقص میں شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن دفعاً یہ طلسم

* یہ جشن 'جرمن' کہانیوں کے مطابق یکم مئی کی شب کو بروکن پہاڑ پر
ہوتا ہے اس میں ساری چڑیلیں اور جادوگرئیاں ابلیس کے دربار میں جمع ہوتی
ہیں اور عیش پرستی کی داد دی جاتی ہے۔

توت جاتا ہے۔ ادھر اس کے ساتھ ناچنے والی چریل کے منہ سے ایک سرخ چوہیا نکلتی ہے جس سے 'فاؤسٹ' کے دل میں سخت کراہت پیدا ہوتی ہے۔ ادھر اُسے دور سے 'گریٹشن' کا ہیکر خیالی نظر آتا ہے اور اُس کے دل میں "ابدی جوہر انوثیت" کی سوئی ہوئی آرزو کو بیدار کر دیتا ہے۔ عشق کے چھینٹے سے شہوانی عشق کا نشہ اُتر جاتا ہے اور

'فاؤسٹ' کی روح 'شہطان' کے دام فریب سے تڑپ کر نکل جاتی ہے۔ اس کے بعد 'گوئٹے'، 'شیطان' کے سردار 'ابلیس' کے دربار کا منظر دکھانا چاہتا تھا جہاں 'فاؤسٹ' کو مادی لذتوں کے سیلاب سے آخری مقابلہ کرنا پڑتا لیکن اُس کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اُس کے بجائے اُس نے روحوں کے تھپتر کا سماں باندھا جس میں اپنے عہد کے ادیبوں، نقادوں، اور فلسفیوں پر طنز آمیز تنقید کی بوچھاڑ کردی۔ یہ سین بھی قصے میں کسی طرح نہیں کھیٹا مگر یہ تو 'گوئٹے' کے آرٹ کی عام کمزوری ہے کہ جن خیالات سے کسی خاص زمانے میں اُس کا دل متاثر ہوتا ہے انہیں وہ بغیر ترتیب اور تسلسل کا خیال کئے اپنی تصنیف میں خواہ مخواہ ٹھونس دیتا ہے۔

'والپرگس' کی رات کا خماری دور ہونے کے بعد 'فاؤسٹ' کو 'گریٹشن' کی یاد سناہتی ہے۔ جب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ 'گریٹشن' پر کیا مصیبتیں گذریں اور گذر رہی ہیں تو وہ اپنی بیوفائی اور تغافل پر بہت پچھتااتا ہے اور 'شہطان' پر لعنت ملا مت کی بوچھاڑ شروع کر دیتا ہے کہ اس کی بدولت وہ اپنی معشوقہ کے حال سے بے خبر رہا۔ اُس کے

انتہائی اصرار کے بعد 'شیطان' اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ اُسے 'گریٹشن' کے قید خانے میں لیجائے گا اور اُس کی رہائی مہم مدد دے گا۔

قید خانے کا منظر "فاؤسٹ" کے پہلے حصے کا آخری سین ہے۔ 'شیطان' متحفظوں کو بیہوش کر دیتا ہے اور 'فاؤسٹ' دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا ہے 'گریٹشن' جنوں کی حالت میں 'فاؤسٹ' کو جلا دسمجھتی ہے لیکن 'فاؤسٹ' کے بار بار سمجھانے کے بعد وہ اُسے پہچانتی ہے۔ اس کی حالت اور اُس کی گفتگو دھوپ چھاؤں کا عجیب حسوں اور دلگداز منظر ہے۔ اُس کے دماغ پر جنوں کی تماریکی چھائی ہوئی ہے جس میں کبھی عقل کی روشنی چمک اُٹھتی ہے۔ مگر دیوانگی اور ہوشیاری دونوں کی لوح پر 'گریٹشن' کی بھولی، نیک اور سراپا درد سیرت کا نقش نہایت دلکش ہے۔ گفتگو کے آخری حصے سے اس کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکتا ہے:۔

'فاؤسٹ' اگر تجھے یہ احساس ہے کہ میں ہی تیرا چاہنے والا ہوں تو میرے ساتھ چلی آ۔
 مار گریٹے * وہاں ؟

'فاؤسٹ' آزادی کی کھلی ہوا میں۔
 'مار گریٹے' اگر وہاں قبر ہے اور موت میری راہ دیکھ رہی ہے تو چلتی ہوں ! یہاں سے ابدی خواب گاہ میں مگر وہاں سے آگے ایک قدم
 ہیر - آہا تو جانتا ہے ؟ 'ہائڈرہ' کاش میں تیرے

* 'گریٹشن' کا پررا نام 'مارگریٹے' ہے 'گریٹشن' پیار کا نام ہے جیسے ہم 'زیب النساء' سے 'زین' اور 'نجم النساء' سے 'نجم' بنا لیتے ہیں۔

سانہ چل سکتی ! —

’فاؤسٹ‘: چل کہوں نہیں سکتی ! چلنے پر راضی تو ہو! دروازہ کھلا ہے —

’مارگریٹے‘: میری مجال نہیں کہ یہاں سے جاؤں۔ مہری دھائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بھاگنے سے کیا فائدہ؟ لوگ مہری تاک میں ہیں۔ یہ کیا کم مصیبت ہو گی کہ بھیک مانگتی پھروں، اور وہ بھی دل میں چور لٹے ہوئے؟ یہ کیا کم مصیبت ہو گی کہ پردیس میں تھو کریں کھاتی پھروں؟ اور پھر ایک نہ ایک دن پکڑا جانا ضروری ہے —

’فاؤسٹ‘: تو پھر میں بھی تھرے پاس رہوں گا —

’مارگریٹے‘: جلدی جا! جلدی جا! اپنے معصوم بچے کی جان بچا۔ بس دیر نہ کر؛ چشمے کے کنارے کنارے سو دھا چلا جا اور پل سے گذر کر جنگل میں بائیں طرف مڑ جا جہاں تالاب میں ایک تختہ رکھا ہے۔ دور! اسے توام لے! دیکھ وہ ابھرا! ابھی تک ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ بچالے! بچالے! —

’فاؤسٹ‘: خدا کے لئے ہوش میں آ؛ بس جہاں ایک قدم اُٹھایا پھر تو آزاد ہے —

’مارگریٹے‘: کاش ہم اس پہاڑ کے پاس سے جلد گذر جاتے! وہ دیکھ مہری ماں ایک چٹان پر بیٹھی ہے۔ مجھ۔ در سے تَیڈا پسینہ آتا ہے۔ میری ماں چٹان پر بیٹھی ہے اور اُس کا سر ہل رہا ہے۔ وہ نہ بلاتی ہے نہ اشارہ کرتی ہے؛ اُس کا سر بھاری ہے۔ وہ اتنی دیر سوئی کہ اب کبھی نہ جاگے گی اُسے میں نے سلا دیا تھا کہ ہم بے کھٹکے ہم آغوشی کا لطف اُٹھائیں۔ ہاے وہ بھی کیا اچھے دن تھے! —

’داؤسٹ‘: نہ خُشامد سے کام چلتا ہے نہ سسجھا نے سے۔ اب چاہے جو کچھ ہو میں تجھے زہر دستی اُٹھائے لئے چلتا ہوں —

’مارگریٹے‘: خبر دار مجھے نہ ہاتھ لگانا! مجھے اس زہر دستی کی برداشت نہیں! تو مجھے کہوں جلاہ کی طرح گھسیٹتا ہے؟ کہا میں نے تیری ناز برداری نہیں کی؟

’فاؤسٹ‘: دن نکلا چاہتا ہے! میری پیاری خدا کے لئے مان جا!

’مارگریٹے‘: دن؟ ہاں دن ہونے والا ہے! آخری دن آرہا ہے۔ یہ دن میری شادی کا تھا! کس سے یہ نہ کہنا کہ تو ’گریٹشن‘ کے پاس تھا۔ ہاے میرا سہرا! جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب ہم پھر ملیں گے مگر ناچ میں نہیں۔ لوگوں کا ہجوم ہے سب خاموش ہیں۔ گلیوں میں اور چوک میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ موت کا گھنٹہ بج رہا ہے۔ بانس توت گیا۔ لوگ میری مشکیں کس رہے ہیں اور مجھے کھیلچتے ہوئے قتل گاہ میں لے جا رہے ہیں۔ جلاہ کی تیز تلوار جو پہلے اور گردنوں پر چمکی تھی اب میری گردن پر چمک رہی ہے۔ دنیا قبر کی طرح خاموش ہے —

فاؤسٹ: آہ کاش میں کبھی پیدا نہ ہوتا!

شیطان: (دروازے کے باہر نظر آتا ہے) اُتھو! ورنہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ آخر یہ فضول حیص بیص کب! یہ شش و پنچ یہ قیل و قال! میرے گھوڑے سردی میں کانپ رہے ہیں۔ صبح کی روشنی نمودار ہے —

مارگریٹے: یہ زمین کے اندر سے کون سی شکل ظاہر ہوئی؟
یہ وہی ہے! وہی ہے! اسے یہاں سے نکال دے۔
پاک زمین میں اس کا کیا کام؟ یہ موری روح
چاہتا ہے!

فاؤسٹ: تو زندہ رہے گی!

مارگریٹے: اے دارو حقیقی! میں اپنی روح تجھے سونپتی ہوں۔
ابلیس: چل! چل! ورنہ میں تجھے بھی اسی کے ساتھ
چھوڑ جاؤں گا۔

مارگریٹے: میں تیری ہوں اے آسانی باپ! مجھے نجات دے!
اے فرشتو اے عالم قدس کے لشکر! مہرے گرد
جمع ہو جاو اور میری حفاظت کرو۔ ہائدرش تجھے
دیکھ کر میرا دل لرزتا ہے۔

شیطان: اب یہ نہیں بچتی!

عالم بالا کی صدا: بچ گئی۔

شیطان: (فاؤسٹ سے) آ میرے ساتھ (فاؤسٹ کے ساتھ
غائب ہو جاتا ہے)

قہر خانے کے اندر سے آواز آرہی ہے: ہائدرش! ہائدرش!

’فاؤسٹ‘ اور ’گریٹشن‘ کا قصہ ختم ہو گیا۔ ’گریٹشن
کے نسوانی وجدان نے اُس پر یہ راز کھول دیا تھا کہ ’فاؤسٹ
کے ساتھ جانا گویا اپنے آپ کو ’شیطان‘ کے حوالے کرنا ہے
اُس نے ایسی رہائی پر موت کو ترجیح دی اور اپنے گناہوں
کا کفارہ دے کر نجات ابدی حاصل کی۔ اس وقت وہ ’فاؤسٹ‘
کو نہیں بچا سکی لیکن اب وہ ایک روحانی شمع بن کر
اس کو راہ دکھائے گی اور آگے بڑھاتی جائے گی، یہاں تک کہ

عالم حقیقت کے پر اسرار پردوں میں دونوں نظر سے غائب ہو جائیں —

یہاں پہلا حصہ ختم ہوتا ہے اور 'فاؤسٹ' اور 'گریٹشن' کا واقعی افسانہ بھی۔ اس قصے میں دونوں کی حیثیت معمولی انسانوں کی ہے، البتہ کہیں کہیں اس بات کی ذرا سی جھلک نظر آجاتی ہے کہ 'فاؤسٹ' نوع انسانی کا نمائندہ ہے اور 'گریٹشن' "ابدی جوہر انوئیت" کی مظہر۔ دوسرے حصے میں رنگ بالکل بدل جاتا ہے۔ 'فاؤسٹ' کی انفرادی حیثیت بالکل چھپ جاتی ہے؛ وہ جدید مغربی تمدن کے انسان کی مثال (ٹائپ) بن کر رہ جاتا ہے اور 'گریٹشن' تو تھوڑے جسم سے آزاد ہو کر روح انوئیت میں جذب ہو ہی چکی ہے۔ مختصر یہ کہ دوسرا حصہ اول سے آخر تک ایک طویل استعارہ ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ شک اور اضطراب اور مادی خواہشات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا انسان کس طرح ذوق جمال اور محبت بنی نوع کی منزلوں سے گذر کر عرفان و عقیدت کی سرحد میں داخل ہوتا ہے، جہاں اس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گر جاتی ہیں۔

'گوئٹے' کی طبیعت میں شک بھی ہے اور یاس بھی، لیکن امید ان سب چیزوں پر غالب ہے۔ اُسے یہ گوارا نہیں کہ "فاؤسٹ" کے قدیم افسانے کی تقلید میں اپنے ہیرو کو 'شیطان' سے مغلوب ہو جانے دے۔ اُس کا فاؤسٹ، جدید تمدن کا نمائندہ ہے۔ 'گوئٹے' کو یقین ہے کہ عہد جدید کا انسان شدید کشمکش کے بعد ایک دن ضرور نجات پائے گا۔ اُس نجات کی بنیاد اُس نے 'گریٹشن' کی شخصیت سے ڈال دی ہے۔ دوسرے

حصے میں وہ اس بنیاد پر ایک پوری عمارت کھڑی کر دیتا ہے —

ہم نے صرف پہلے حصے کا ترجمہ کیا ہے ، اس لئے دوسرے حصے کے مضافی تفصیل سے بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہم ایک مختصر سا خاکہ محض اس غرض سے کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو پورا قصہ معلوم ہو جائے —

فاؤسٹ کے جانے کے بعد ’گریٹشن‘ سزائے موت پا کر قید حیات سے رہا ہو جاتی ہے۔ ’فاؤسٹ‘ فراق کے صدمے سے تڑپتا ہے۔ دوسرے حصے کے پہلے سین میں وہ حسن فطرت کے نظارے میں متحو نظر آتا ہے۔ مناظر قدرت کا سکون اُس کے دل کے زخموں کے لئے مرہم کا کام دیتا ہے —

لیکن وہ ’شیطان‘ کا حلیف ہے ، جو ذوقِ عمل اور آرزوئے لذت کی روح ہے۔ ’شیطان‘ کو گوارا نہیں کہ ’فاؤسٹ‘ دم بھر چین سے بیٹھے۔ وہ اُس کے دل میں قوت و اقتدار کا شوق ابھارتا ہے اور اُسے لیکر شاہنشاہ کے دربار میں پہنچتا ہے۔ ’شیطان‘ کے مشورے سے وہ سلطنت کی مالی مشکلات دور

کرنے کے لئے کاغذ کا سکہ جاری کرتا ہے اور شاہنشاہ کی تفریح طبع کے لئے نورِ نجات کا تماشا دکھاتا ہے۔ شاہنشاہ ’فاؤسٹ‘ سے فرمائش کرتا ہے کہ وہ قدیم ’یونان‘ کی مہم پر حسینہ ’ہیلن‘ کی روح کو بلوائے۔ ’فاؤسٹ‘ اس معاملے میں ’شیطان‘ سے مدد چاہتا ہے مگر وہ معذوری ظاہر کرتا ہے۔ اُس کی رائے میں اُس مہم کے سرانجام کے لئے خرد ’فاؤسٹ‘ کو عالمِ مثال میں جانا پڑے گا۔ ’فاؤسٹ‘ ہمت کر کے عالمِ مثل کا سفر اختیار کرتا ہے اور ”امہات“ کی دستگیری سے جو ضرور اعہان کی تخلیق کرتی

’ہیں وہ ہیلن‘ کی روح کو ساتھ لاتا ہے۔ شاہدشاہ اور اُس کے درباری ’ہیلن‘ کے حسن کامل کی قدر دانی سے قاصر ہیں۔ ان پر اس کے نظارے سے کوئی اثر نہیں ہوتا مگر ’فاؤست‘ دل و جان سے ’ہیلن‘ پر عاشق ہو جاتا ہے۔ وہ وارفتگی کے عالم میں اس پیہر مٹالی سے ہم آغوش ہونے کے لئے بڑھتا ہے کہ دفعتاً ایک دھماکے کی آواز آتی ہے روحیں غائب ہو جاتی ہیں اور ’فاؤست‘ بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ ’شہطان‘ اسے کندھے پر لاد کر لے جاتا ہے اور اس کے پرانے مکان میں مطالعے کے کمرے میں پہنچا دیتا ہے۔

’شہطان‘ جانتا ہے کہ ’فاؤست‘ کو ’ہیلن‘ کا وصال حاصل کرنے کے لئے ایک ”انسانی پتلے“ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ’فاؤست‘ کا شاگرد ’واگنر‘ جو اب ایک مشہور عالم ہے کیمیاؤنی ترکیب سے ایک ”انسانی پتلا“ بنانے میں مصروف ہے۔ ’شہطان‘ ’واگنر‘ سے مل کر اس مصنوعی انسان کی تخلیق میں اُس کی مدد کرتا ہے۔ چشمِ زدن میں ایک شیشے کے اندر ایک چھوٹا سا انسان پیدا ہوتا ہے اور ’شیطان‘ اور ’واگنر‘ سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ ’شہطان‘ اس شیشے کو اُٹھا کر ’فاؤست‘ کے پاس لاتا ہے جو اب تک بے ہوش پڑا ہے۔ ”انسانی پتلا“ اپنی مخفی بصیرت سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ ’فاؤست‘ اس وقت ’یونان‘ کا خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ’فاؤست‘ کو بیدار کرنا مناسب نہیں بلکہ اُسے اسی طرح اُٹھا کر ’یونان‘ لے چلنا چاہئے تاکہ جب اُس کی آنکھ کھلے تو اپنے آپ کو اُس ملک میں پائے جس کا وہ آرزو مند ہے اور جہاں اُسے ’ہیلن‘ کا وصال حاصل

ہو سکتا ہے - 'شیطان' تھوڑی دیر انکار کرنے کے بعد ساتھ چلنے پر راضی ہو جاتا ہے - 'واکٹر' بھی ساتھ جانا چاہتا ہے مگر وہ پتلا اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کرتا ہے اور اُسے مشورہ دیتا ہے کہ وہ بدستور اپنی عملی تحقیق میں مصروف رہے۔

جیسا ہم کہہ چکے ہیں، اس تمثیل میں 'گوئٹے' کو عہد جدید کے انسان کی ذہنی اور روحانی ارتقا دکھانا منظور ہے - اُس نے 'فائزست' کو اپنے زمانے کے 'یورپی' انسان کی "رومانی" روح قرار دیا ہے اور 'ہیلن' کو قدیم 'یونانی' انسان کی "کلاسیکی" روح - رومانی روح میں جوش اور قوت اور وسعت ہے اور کلاسیکی روح میں ترتیب اور ہم آہنگی ان دونوں روحوں کے ملنے سے مکمل انسان بن سکتا ہے 'فائزست' کے شاہنشاہ کے دربار میں جانے، وہاں 'ہیلن' کی روح کو بلانے، اُس کے عشق میں مبتلا ہونے اور ہم آغوشی کی آرزو میں ناکام رہنے سے یہ مراد ہے کہ جب جدید 'یورپی' انسان مدنی زندگی کی گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے تو وہ اپنے تمدن اور خود اپنے نفس کے اندر انتشار سا پاتا ہے اور اُسے یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ قدیم 'یونانی' تمدن کا مطالعہ کر کے صحیح اور ستھرا ذوق جمال حاصل کرے، جس کے بغیر ترتیب اور ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی لیکن اُسے محض تخیل کی مدد سے کلاسیکی تہذیب کا جو نقش نظر آتا ہے وہ خیالی اور بے بنیاد ہے - اس کا گہرا مشاہدہ بغیر "تاریخی نظر" کے ناممکن ہے - اسی تاریخی نظر کو 'گوئٹے' نے استعارے میں انسانی پتلا کہا ہے، جسے

’فاؤست‘ کا تخیل اور تفکر پیدا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لئے ’واگنر‘ کے صبر و استقلال اور محققانہ مطالعے کی ضرورت ہے۔ البتہ اس سے کام وہی لے سکتا ہے جو تخیل کے پروں پر اُڑے۔ بے چارہ محقق اس سے محروم رہتا ہے —

غرض ”انسانی پتلا“ ’فاؤست‘ اور ’شہطان‘ کو لے کر ’یونان‘ پہنچتا ہے اور یہ سب ’کلاسیکی والیہوٹس‘ کے جلسے میں شریک ہوتے ہیں، جہاں تمام قدمائے ’یونان‘ کی روحیں جمع ہیں۔ یہاں ”انسانی پتلے“ کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے اور اُسے موت آجاتی ہے جو اصل مہم اُس کی ولادت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تاریخی نظر تخیل کے ساتھ مل کر علمی تحقیق کے تنگ دائرے میں محدود نہیں رہ سکتی بلکہ شاعرانہ مشاہدے کی وسیع فضا میں گم ہو جاتی ہے —

’فاؤست‘، ’یونان‘ میں ایک ’جرمن‘ طرز کا قلعہ بناتا ہے اور ’جرمن‘ سرداروں کے جہرمت میں وہاں رہتا ہے۔ ’شیطان‘، ’ہیلن‘ کو بہکا کر اس قلعے میں لاتا ہے۔ ’فاؤست‘ اور ’ہیلن‘ کی شادی ہوتی ہے، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ لڑکا پل کر بڑا ہوتا ہے تو ایک دن جوانی کے جوش میں دوش ہوا پر اُرتا ہوا نامحدود فضا میں گم ہو جاتا ہے۔ ’ہیلن‘ بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلی جاتی ہے مگر دونوں کے لبائے ’فاؤست‘ کے پاس رہ جاتے ہیں، جنہیں لے کر وہ ’شیطان‘ کے ساتھ ’جرمنی‘ کو لوٹتا ہے —

یہاں ’گوئٹے‘ نے رومانی اور کلاسیکی روح کے امتزاج کی حدود دکھائی ہیں۔ عہد جدید کا انسان عہد قدیم کے تمدن

کے مطالعے سے اتنا ہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے کہ اُس کا ظاہری رنگ اختیار کر لے۔ اُس کا پیکر اصلی رومانی ہی رہے گا۔ البتہ اُس نے اوپر سے کلا سکی روح کا لباس پہن لیا ہے۔

مگر یہ فائدہ بھی کم نہیں 'فاؤسٹ' جب 'ہیلن' اور اُس کے بھٹے کے لبادے لئے ہوئے لوٹتا ہے تو اس میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ تمدنی زندگی کو ہم آہنگی کے ساتھ ترتیب دے سکے۔ 'شیطان' اسے عیش و عشرت اور عزت و شہرت کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے دل میں محض قوت عمل اور انسانی ہمدردی کا جذبہ ہے۔ وہ راہ میں سمندر کے کنارے ایک زمین کا خطہ دیکھتا ہے جسے پر شور سیلابوں نے کات کرنا ہموار کر دیا ہے۔ اُسے عناصر کی اس تاخت و تاراج پر غصہ آتا ہے اور اُس کے دل میں ولولہ اُٹھتا ہے کہ یہاں پشتے بند ہوا کر پانی کے زور کو توڑے اور اس زمین کو سمندر کے پنجے سے نکال کر اس پر ایک بستی بسائے۔ 'شیطان' کے مشورے سے وہ بادشاہ کی ایک لڑائی میں مدد کرتا ہے اور اس سے یہ زمین جاگیر میں لے لی جاتی ہے۔

'فاؤسٹ' کی تجویز کامیاب ہوئی ہے۔ 'شیطان' کی مدد سے سمندر کے کنارے پشتے باندھے جاتے ہیں، نہریں بنائی جاتی ہیں، گودیاں تعمیر ہوتی ہیں، جہازوں کی آمد و رفت ہونے لگتی ہے۔ تھوڑے ہی دن میں ایک بڑی بستی آباد ہو جاتی ہے جو 'فاؤسٹ' کی حکومت میں مکمل تہذیب کا نمونہ بن جاتی ہے۔

مگر 'گوئے' کی نظر سے جدید تمدن کا تاریک پہلو بھی

متخفی نہیں ہے ۔ وہ جانتا ہے کہ یورپی انسان کے عمل کی متحرک ایک حد تک انسانی ہمدردی ہے لیکن اس سے بڑی زیادہ قوت و سطوت کا جذبہ ۔ وہ نوع انسانی کی خدمت نہیں بلکہ اُس پر حکومت کرنا چاہتا ہے اور ترقی کے نشے میں کمزوروں کے جذبات کو پامال کرتا ہے بلکہ اُن کے سروں کو پھر سے تھکراتا ہے —

’فاؤسٹ‘ کی بستی میں پرانے زمانے کی یادگار ایک جھونپڑی رہ گئی ہے جو ایک بوڑھے مرد اور اس کی بوڑھی بھوی کا مسکن ہے ۔ یہ دونوں اپنی جھونپڑی ’فاؤسٹ‘ کے موعودہ محل کے بدلے بھی دینے کو طہار نہیں ۔ ’فاؤسٹ‘ کی نظر میں یہ چیز کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے ۔ وہ ’شہطان‘ کو بھیجتا ہے کہ ان لوگوں کو زبردستی یہاں سے ہٹا دے ۔ وہ جا کر جھونپڑی میں آگ لگا دیتا ہے ، جس میں بوڑھا اور بوڑھی بھی جل کر خاک ہو جاتے ہیں ۔ ’فاؤسٹ‘ جب یہ خبر سنتا ہے تو اسے بہت ادسوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا ہے کہ تمدن کی ترقی کے لئے یہ ظلم ناگزیر ہے —

وہ اپنے محل میں کھڑا آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا ہے ۔ اتنے میں چار روحوں داخل ہوتی ہیں ۔ ان میں سے ایک پہلی ”تشویش کی روح“ اُس کے چہرے پر دم کرتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا ہے —

اب وہ پہاڑا چلنے کی آواز سنتا ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ پشیمے باندھنے کے لئے زمین کھودی جا رہی ہے لیکن اصل میں ’شہطان‘ اس کی قبر کھدوا رہا ہے ۔ ’فاؤسٹ‘ اس

وقت اپنی بستی کی ترقی کی نئی تجویز سوچ رہا ہے
 بستی پہاڑ کے دامن میں ہے اور اس کے قریب داندل اور نم
 زمین ہے۔ 'فاؤسٹ' اپنے خیال میں محو اپنے آپ سے باتیں
 کر رہا ہے اگر یہ زمین خشک کر لی جائے تو یہاں ایک اور
 بستی بسائی جاسکتی ہے۔ یہاں رہنا خطرناک ہوگا کیونکہ
 ہر وقت یہ اندیشہ رہے گا کہ کہیں سمندر کا سیلاب پشتوں
 کو توڑ کر ساری آبائی کو غرق نہ کر دے۔ مگر اس میں کوئی
 حرج نہیں کیونکہ اگر لوگ ہمیشہ خطرے میں رہیں تو ہر
 وقت ہشوار اور مستعد بھی رہیں گے۔ 'فاؤسٹ' جب چشم
 تصور سے ان آزاد لوگوں کو اس آزاد کی ہوئی زمین پر دیکھتا
 ہے تو اس کا دل جوش مسرت سے لہریز ہو جاتا ہے اور وہ
 بے اختیار گزرنے والے لمحے سے کہتا ہے "ذرا تھیر جا، تو
 کتنا حسوں ہے!"

اب 'فاؤسٹ' معاہدے کی دو سے 'شیطان' سے مغلوب
 ہو گیا ہے۔ ارضی زندگی نے اُس کے دل کو لبھا لیا ہے۔ اُس
 کا طائر روح جو فضائے حقیقت میں پرواز کرنے کی آرزو میں
 ہر وقت تڑپا کرتا تھا تھوڑی دیر کے لئے قفس مجاز سے مانوس
 ہو گیا ہے۔ لیکن یہ شکست محض ظاہری ہے۔ واقعی شکست
 تو جب ہوتی کہ وہ مادی لذتوں پر پھسل پڑتا یا اپنی
 قوت پر مغرور ہو کر قدرت کا ملہ سے سرکشی اختیار کرنا۔
 یہ خلاف اس کے وہ "ابدی جوہر انوثیت" کے عشق کی
 بدولت شہوانی خواہشوں کی قید سے آزاد ہو چکا ہے، انسانی
 ہمدردی کے جذبے میں سرشار ہے اور اپنی قوت کو اپنی
 بصیرت کے مطابق تہذیب و تمدن کی ترقی میں صرف کرتا

ہ۔ اس مہن شک نہیں کہ ابھی اُس کی ارتقا مہن بہت سے مراحل باقی ہیں۔ ابھی وہ اُس بینکودی کی لذت سے واقف نہیں جس سے خودی کی تکمیل ہوتی ہے، ابھی اُس میں اتنی پختگی نہیں پیدا ہوئی کہ نوع انسانی کی خدمت میں اپنی انفرادیت کو کھو کر اپنی شخصیت کو پالے اور تسلیم و عقہد کے بحر ذخار میں دُوب کر ”قطرے“ سے ”گوہر“ بن جائے۔ جس مہن بہ قول ’غالب‘ کے دریا کا اضطراب معوہ ہو جاتا ہے۔ لیکن رحمت ایزدی انسانی کوششوں کی محدودیت سے واقف ہے؛ وہ نیت کی پاکی اور سعی کی استواری کو دیکھتی ہے اور نتائج کی ناامامی سے چشم پوشی کرتی ہے۔ وہ فرشتوں کی زبان سے کہتی ہے ”جو روح سرگرم سعی ہے اُسے ہم نجات دے سکتے ہیں“ —

عالم ارضی میں ’فاؤست‘ کی سعی اپنی حد کو پہنچ چکی ہے۔ اُس کا ’وقت‘ پورا ہو گیا ہے اور معاہدے کے الفاظ کے مطابق ”گہوی بند ہو جاتی ہے“ سوئی گرجاتی ہے ”یعنی اُس کی روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے۔ ’شیطان‘ سمجھتا ہے کہ یہ روح اُس کی ہو گئی لیکن فرشتوں کا گروہ آتا ہے، اُسے اپنے حسن سے مسحور کر دیتا ہے اور ’فاؤست‘ کی روح کو لے کر طبقات سماوی سے گذرتا چلا جاتا ہے۔ راہ میں ’گریٹشن‘ کا پیکر مثالی اپنی ماں کے گلے سے لپٹا نظر آتا ہے۔ یہ ”ابدی جوہر انوثیت“ کا ایک جاموہ ہے جو ’فاؤست‘ کی روح کے لئے شمع راہ کا کام دیتا ہے۔ اب یہ روح اُس سرحد میں داخل ہو گئی ہے جہاں فروغ تعلیٰ سے مرغ خہال کے پر جلتے ہیں۔ فقط قدسہوں کی سلگت کی آواز آرہی ہے : —

سب فنا نی چھڑی-ں
محض مجازی نقوش ہیں؛
عالم حقیقت میں سعی ناتمام
واقعہ بن جاتا ہی ہے،
یہاں ارادہ نا گفہ
پورا ہو جاتا ہے؛
ابدی جوہر انوثیت
ہمیں آگے کھینچے لئے جاتا ہے۔“

باب ششم

تفہیم اور خاتمہ

کسی نازک خیال معنی آفریں شاعر کے کلام کو پڑھنا
اور سمجھنا ایسا ہے جسے کسی کہنے تاریخ، جنگل میں
راستہ ڈھونڈنا۔ ایسے موقع پر بہترین تدبیر یہی ہے کہ
انسان بے دیکھے بھالے دلہری سے آگے بڑھا چلا جائے، تھوڑی
دیر میں اُس کی نظر تاریکی کی عادی ہو جاتی ہے، اُسے
اپنے گرد و پیش کے درخت صاف نظر آنے لگتے ہیں اور وہ
حس مکانی سے کام لے کر جسے ہم ”اتکل“ کہتے ہیں، سب
سے سیدھا اور آسان راستہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ اگر تاریکی بہت
زیادہ ہو تو اُسے روشنی لے کر چلنا پڑتا ہے لیکن اُس پر
بھی صحیح سمت معلوم کرنے میں اتکل ہی سے کام چلتا

ہے۔ اسی طرح دقیق اور پیچیدہ نظموں کو سمجھنے کا بھی سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ پڑھنے والا ہمت کر کے پڑھنا شروع کر دے۔ کچھ دن کے بعد وہ شاعر کے طرز ادا سے اس کی مخصوص ترکیبوں سے، اس کی محبوب تشبیہوں اور استعاروں سے مانوس ہو جائے گا اور اپنے وجدان صحیح کی بدولت اس کا مدعا سمجھنے لگے گا۔ لیکن اگر وہ نظم جو زیر مطالعہ ہے بہت ہی پیچیدہ ہو تو ضرورت پڑتی ہے کہ شاعر کی زندگی، اس کے دوسرے کلام، اس کے عہد کی ادبی تحریکوں کی روشنی میں اس پر نظر ڈالی جائے، یعنی خارجی شہادت کی بنا پر اس کی تفسیر کی جائے، پھر بھی تفسیر کرنے والا شاعرانہ وجدان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

تفسیر یا تنقید کرنے والوں کو عموماً یہ دقت پیش آیا کرتی ہے کہ انھوں خارجی شہادت کا کافی مواد نہیں ملتا اور انہیں خود مفسر یا نقاد کے علاوہ محقق کا کام بھی انجام دینا پڑتا ہے۔ لیکن 'گوئٹے' کی شاعری خصوصاً "فاؤسٹ" کی تنقید میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں۔ یہاں خارجی مواد اس کثرت سے موجود ہے کہ اس کو صحیح طریقے سے ترتیب دینا اور اس سے صحیح نتائج نکالنا دشوار ہے۔ اس گھنے جنگل کے دھرو کے لئے روشنی کی کمی نہیں بلکہ ہر طرف سے رنگ برنگ کی شعاعوں کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں۔ 'گوئٹے' کی سوانح عمری پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اس کی زندگی کے ہر دور کا کلام نظم اور نثر شایع ہو چکا ہے۔ اس کے خطوط، اس کے مکالمات، کے متعلق اس کے

ہمعصوروں کی رائے ہمارے سامنے موجود ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے شاہ کار ”فاؤسٹ“ کی تفسیر ان سب چیزوں کی مدد سے ایسی کی جاتی جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ دھتی۔ لیکن اس مقدمے کے دوسرے اور چوتھے باب کے مطالعے کے بعد ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس کا کلام مختلف اور متضاد عناصر کا مجموعہ ہے، جن سے ”فاؤسٹ“ کی تفسیر کے متعلق قطعی نتائج نہیں نکل سکتے، اسی لئے اس کے شارحوں اور نقادوں میں اس قدر اختلاف رہا ہے کہ ’گوئٹے‘ کی روح فارسی شاعر کی زبان سے فریاد کرتی ہے؛ ”شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا“ —

بظاہر ہمیں چاہئے تھا کہ ہم اس مقدمے کو پانچویں باب پر ختم کر دیتے اور ”فاؤسٹ“ کا ترجمہ بغیر کسی تنقید کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیتے کہ وہ خود شاعرانہ وجدان اور ذوق سلیم کی رہنمائی سے اس کے مطالب کو سمجھیں اور اسے اعلیٰ شاعری کی کسوٹی پر کسوں - لیکن دو وجوہ سے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا - اول تو ہم صرف پہلے حصے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں، جس میں قصہ مکمل نہیں، اس لئے پڑھنے والوں کو شاعر کا منشا سمجھنے میں اور نظم کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں دشواری ہے - دوسرے ہمارے ملک کے لوگ ابھی تک عموماً مغربی شاعری اور خصوصاً ’جرمن‘ شاعری کی روح کے معہرہ نہیں ہیں - اس لئے اُن کے پیش نظر وہ معیار ہی نہیں ہے، جس پر اس نظم کو پرکھنا چاہئے - جس طرح قصے کا خلاصہ بیان کرنے میں ہمیں جابجا تنقیدی تشریح

سے کام لینا پڑا اسی طرح اب اس کی ضرورت ہے کہ باوجود ان مشکلات کے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں پورے ناکہ پر ایک گہری تنقیدی نظر ڈالیں۔ ظاہر ہے کہ ہم اس اہم فرض سے پوری طرح عہدہ بردار نہیں ہو سکتے۔ لیکن کم سے کم ہمارے ناظرین کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ 'گوئٹے' کی اس معرکہ الٹرا تصنیف پر کن کن پہلوؤں سے نظر ڈالنا چاہئے اور اس کی قدر و قیمت کن اُصواؤں کے ماتحت معین کرنا چاہئے۔

شاعری کے ہر شاہِ بحر کے تنقید میں دو اہم پہلو ہوتے ہیں :

(۱) یہ معلوم کرنا کہ شاعر محض انسانی زندگی یا عالم فطرت کی ایک تصویر پیش کرنا چاہتا ہے یا ان کی تفسیر بی۔ اس کا مقصد محض یہ ہے کہ آب و رنگ، لحن و صوت، الفاظ و معنی کے تناسب اور ہم آہنگی سے حسن ازل کا ایک جلوہ دکھا کر حسن پرستوں کو وجد میں لے آئے یا اُسے اس پردے میں حیات و کائنات کے کسی اہم مسئلے کو اپنے فطری مشاہدے اور شاعرانہ وجدان کی مدد سے حل کرنا مقصود ہے۔

(۲) یہ فیصلہ کرنا کہ شاعر اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے اور اُس کی نظم کی اجمالی اور فلسفیانہ اہمیت کیا ہے۔

پہلے مسئلے میں "فاؤسٹ" کے فقاروں میں سخت اختلاف ہے۔ کسی کے نزدیک 'گوئٹے' کا مقصد محض حیات انسانی کی نقاشی ہے، کسی کے نزدیک اس کی ترجمانی اور رہنمائی

بھی - کسی کے خیال میں یہ محض چند متفرق تصویروں کا مجموعہ ہے ، کسی کے خیال میں ایک مکمل مرقع ، یعنی مسلسل ڈراما - کوئی اسے المیہ سمجھتا ہے کوئی فرحیہ - کوئی آپ بیتی جانتا ہے کوئی جگ بیتی - کوئی کہتا ہے یہ عہد جدید کے انسان کی رومانی روح کا عکس ہے ، کوئی کہتا ہے انہیں اُس کی روحانی ارتقا یعنی رومانی اور کلاسیکی عناصر کے امتزاج کا چرہ ہے -

اس اختلاف کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ ”فاؤسٹ“ ساتھ برس کے طویل عرصے میں لکھا گیا اور اس دوران میں اس کا مقصد کچھ سے کچھ ہو گیا یہ زمانہ ’یورپ‘ خصوصاً ’جرمنی‘ کی تمدنی زندگیوں میں انقلاب کا زمانہ تھا - ”فاؤسٹ“ عہد انقلاب کا آئینہ ہے ، اس لئے اس میں متضاد عناصر کا پایا جانا حیرت انگیز نہیں - اس حقیقت کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں ، لیکن یہاں ہم اس پر ایک دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں گے -

متمدن قوموں کی زندگی ارتقا کے نین مدارج سے گذرتی ہے - اُس کے ادب کو بھی ، اگر وہ حقیقی معنی میں ادب یعنی زندگی کا آئینہ ہے ، یہی مدارج طے کرنا پڑتے ہیں -

جب کوئی قوم بدویت سے تمدن کی سرحد میں داخل ہوتی ہے تو اُس کی معاشرت اور اس کے خیالات میں یک رنگی خشونت اور مردانگی ہوتی ہے - اس کی زندگی ایک مکمل اور سادہ نظام کے ماتحت ہوتی ہے ، اس کے پھش نظر ایک معین اور سہل الحصول نصب العین ہوتا ہے - یہی حالت اُس کے ادب کی بھی ہوتی ہے ، وہ اپنے جذبات

کا اظہار عموماً شاعری سے کرتی ہے اور شاعری میں بھی
 رزمیہ شاعری کو اختیار کرتی ہے۔ اس میں کسی ایسے
 ہیرو کی زندگی کی مکمل تصویر پیش کی جاتی ہے جو
 ایک جانی بوجھی راہ پر چل کر رگڑوں کو آسانی سے دور
 کرتا ہوا کامیابی کی منزل پر پہنچ جاتا ہے —

دوسرا دور وہ ہوتا ہے جب فطری قوت ارتقا کی بدولت
 انسان اپنے تلک دائرہ حیات کو توڑ کر اُس میں وسعت پیدا
 کرنا چاہتا ہے۔ اُس کی ابتدا جذبات کے ہیجان سے ہوتی
 ہے، جو ساری زندگی پر چھا جاتا ہے۔ انسان کے دل میں
 نئی آرزوئیں، نئے مقاصد پیدا ہوتے ہیں اور وہ انہیں پورا
 کرنے کے لئے تڑپتا ہے۔ زندگی کا بندھا بندھایا شہرازہ بکھر
 جاتا ہے، ہر فرد جماعت سے الگ ہو کر ادھر ادھر بھٹکتا
 ہے۔ یہ دور رومانی دور کہلاتا ہے، اس زمانے کے ادب میں
 جذبات پرستی، بے چینی، کشمکش آرزو غالب ہوتی ہے
 جس کے اظہار کا ذریعہ غنائی شاعری اور ڈراما میں
 الہم ہے —

تیسرا دور وہ ہے جب یہ پھیلی ہوئی زندگی سمیٹی
 جاتی ہے۔ اس تمدن کی جو بہت وسیع ہوگیا ہے، حد بندی
 ہوتی ہے۔ اس میں ہم آہنگی اور ترتیب پیدا کی جاتی
 ہے۔ اجتماعی زندگی کا نصب العین نئے سرے سے معین ہوتا
 ہے۔ اور معاشرت کا نظام دوبارہ قائم ہوتا ہے۔ زندگی کے
 پیچھے مسائل ایک معینہ نصب العین کے ماتحت حل
 کئے جاتے ہیں۔ یہ دور کلاسیکی دور کہلاتا ہے اور اپنے اظہار
 کے لئے ناول اور فرحیے کا ذریعہ دھونڈتا ہے۔

یورپ کی تمدنی زندگی کا پہلا دور قرون وسطی کا زمانہ تھا۔ حیات اجتماعی پر مذہب عیسوی اور کلیسائی نظام حاوی تھا۔ زندگی بہت تنگ تھی، مگر مرتب اور مکمل۔ اس عہد کا مصور 'اطالوی' شاعر 'دانٹے' ہے اور اُس کا مشہور رزمہ (Divine Comedy) اس کی بے مثل تصویر — اس دور کا خاتمہ 'فشاۃ ثانیہ' کے آغاز سے ہوا۔ پندرہویں صدی میں جب 'ترکوں' نے 'قسطنطنیہ' کو فتح کیا تو 'یونانی' تمدن کے حامل بھاگ کر 'اطالیہ' آئے اور اُن کے آنے سے 'یورپ' کی زندگی میں ایک نئی تحریک شروع ہوئی۔ 'یورپی' انسان کی نظر کیتھولک عیسائیت کے تنگ دائرے سے نکل کر وسیع میدانِ حیات تلاش کرنے لگی۔ اُس کی توجہ کا مرکز عالمِ آخرت نہیں رہا بلکہ یہ دنیا اور یہ زندگی۔ اس کی کشمکش، اس کا نشیب و فراز اس کا راحت و الم — اس انقلابی عہد کا مکمل نقشہ 'شیکسپیر' کی شاعری میں موجود ہے۔ 'شیکسپیر' ڈراما نگار ہے اور اُسے اس فن کی تمام اصناف، المیہ، فرحیہ اور تاریخی ڈراما پر قدرت ہے۔ لیکن اس کا اصل آرٹ المیہ ڈراما میں نظر آتا ہے۔ اس کا کمال یہی ہے کہ اُس نے انسانی جذبات کی رنگا رنگی، ان کے مد و جزر، ان کے باہمی کشمکش، اور ان کے عبرت انگیز نتائج کی جھٹکی جاگتی تصویریں دکھائی ہیں —

یہ رومانیت کا سیلاب ابھی اچھی طرح اُمڈ نے نہ پایا تھا کہ عقلیت کے پشتوں سے اس کی روک تھام کر دی گئی۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اتھارہویں صدی کا عقلیت

کا فلسفہ 'فرانس' میں پیدا ہوا اور پھر 'انگلستان' اور 'جرمنی' وغیرہ میں پھیلا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ذہن انسانی کا عقلی عنصر جذبات و احساسات پر غالب آ گیا ہے۔ روایات و رسوم کی قہد سے آزاد ہو گیا ہے اور اب انسانی زندگی پر محض عقل کی حکومت ہو گئی۔ ادب پر بھی آزاد خیالی کا رنگ چھا گیا تھا۔ ڈراما کا زور تھا اور اس میں مخصوص مذہبی عقائد اور اعمال کا مضحکہ اُڑایا جاتا تھا، بے تعصبی اور روشن خیالی کی تلقین اور 'عقلی مذہب' کی تبلیغ کی جاتی تھی۔ اصول میں سختی کے ساتھ 'یونانیوں' کی تقلید ہوتی تھی اور قدیم 'یونان' اور 'روما' کے قصے ناٹکوں اور غذائی نظموں کے موضوع قرار دئے جاتے تھے۔ ادبی تاریخ میں یہ دور کلاسیکی کے نام سے موسوم ہے۔

لیکن اصل میں اٹھارہویں صدی کی یہ فلسفیانہ اور ادبی تحریک 'یورپی' ذہن کی فطری ارتقا کا نتیجہ نہ تھی بلکہ محض 'یونانیوں' اور 'رومیوں' کی تقلید سے پیدا ہوئی تھی۔ اس سے واقعی مناسبت جو کچھ تھی صرف 'فرانسیسیوں' کو تھی اور وہی اس کو فروغ دینے میں کامیاب ہوئے۔ 'فرانس' اس زمانے میں علم و ادب کا مرکز تھا اور اُس کا ذہنی اقتدار سارے 'یورپ' پر مسلط تھا؛ اس لئے دوسرے ملکوں کو چار و نا چار اُس کی پیروی کرنا پڑی۔ اُن کے باشندوں کے ذہن میں ابھی اتنی پختگی نہ تھی کہ کلاسیکی طرز خیال کو اپنا سکتے۔ 'یورپ' کی عام تمدنی تاریخ میں اس تحریک کی اہمیت زیادہ تر ملفیانہ ہے۔ یہ ایک دفاعی جنگ تھی

قرون وسطیٰ کے ذہنی اثرات کے خلاف جواب تک عوام کے دلوں میں راسخ تھے۔ ثبوتی حیثیت سے اس تحریک میں تکلیفی قوت بہت کم تھی۔ سچ پوچھئے تو اس عہد کو کلاسیکی کہنا محض زبردستی ہے۔ اس یک طرفہ عقلیت میں وہ توازن اور ہم آہنگی ہرگز نہ تھی جو 'یونانیوں' کے دور آخر کے فلسفے اور ادب میں پائی جاتی ہے۔

اتھارہویں صدی کے آخر میں عقلیت کے خلاف رد عمل شروع ہوا۔ ایک طرف 'کانت' کی دقیقہ سمجھی نے اور دوسری طرف 'روسو' کی آشفتنہ نوائی نے اس کی کمزوریوں کا پردہ فاش کر دیا اور لوگوں کے دلوں سے اس کی حکومت اٹھ گئی۔ 'رومانیت' کی دبی ہوئی تحریک پھر ابھری اور ساری تمدنی زندگی پر چھا گئی۔ ادب اور شاعری میں 'ہرقدار' * نے مسلمہ قواعد اور مسلمہ عقائد کے پشتوں کو توڑ کر 'طوفان و ہیجان' کی راہ کھول دی۔

'رومانیت' کی اس دوسری لہر میں پہلی لہر سے کہیں زیادہ زور تھا۔ 'شیکسپیر' کے عہد تک رومانی جذبات پرستی قرون وسطیٰ کے بھولے پن کے ساتھ ملی جلی تھی۔ 'شیکسپیر' نے اصول فن کی قیود کو توڑ دیا لیکن رسم و رواج، مذہب و اخلاق سے بغاوت نہیں کی۔ وہ دنیا اور زندگی کی نیرنگیاں دکھاتا ہے اور ان سے لطف اور عبرت حاصل کرتا ہے۔ لیکن حیات و کائنات کے نظام پر اعتراض نہیں کرتا۔ وہ زندہ مگر مشکک یا مدکر نہیں۔ اس کا المیہ جذبات اور کیر کٹر کا المیہ ہے، خیالات اور عقائد کا المیہ نہیں۔ جذبات و احساسات

کے طوفان کے ساتھ خیالات اور عقائد کا ہیجان سب سے پہلے 'جرمنی' میں 'ہرڈر' سے شروع ہوا اور نوجوان 'شار' اور نوجوان 'گوئٹے' کے یہاں اوجِ کمال کو پہنچا * -

'گوئٹے' رومانیت کا مریض بھی تھا اور چارہ گر + بھی - اُسے خدا نے یہ کمال دیا تھا کہ ہر درد کا دواں اُسی درد سے اور ہر زہر کا تریاق اُسی زہر سے نکال لیا کرتا تھا - 'طوفان و ہیجان' کے عہد میں اُس نے شورش اور اضطراب کی خلش کو اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ سکون و اطمینان کی آرزو میں تبدیل ہو گئی - اُس کا 'فائوست' اسی تغیر کی یادگار ہے - اسی لئے "فائوست" کا سمجھنا اس تغیر کے سمجھنے پر موقوف ہے -

سچا شاعر سچے مجدد کی طرح اپنے زمانے سے بنتا ہے اور پھر اُسے بناتا ہے - ابتدا میں وہ زمانے کے دھارے کے ساتھ بہتا ہے، یہاں تک کہ اُس کی قوت کے راز کو سمجھ لے اور پھر اس قوت سے کام لے کر دریا کے رخ کو پلٹ دیتا ہے - 'گوئٹے' نوجوانی میں بالکل اپنے زمانے کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا - "ویر تھر" اور "گوٹس" وغیرہ سے قطع نظر کر کے اگر ہم صرف "فائوست" کے پہلے مسودے پر نظر ڈالیں جو Urfaust کے نام سے موسوم ہے تو خالص رومانیت کا مرقع نظر آتا ہے - یہ قصہ سراسر المیہ ہے : شک، اضطراب، مایوسی، ناکامی کی دلگداز داستان - آئے چل کر شاعر کا تصور حیات بدلتا ہے، اب وہ ہنٹامٹ ہستی کو محض اپنے جذبات کا طلسم نہیں بلکہ اعلیٰ مقاصد کا

نظام سمجھتا ہے۔ آپ وہ قید حیات کو بلند غم جان کر توڑنا نہیں چاہتا بلکہ روحانی ترقی کی ایک منزل سمجھ کر اس سے مانوس ہونا چاہتا ہے۔ جو تغیر اس کی طبیعت میں ہوا ہے، وہی یہ پیغمبر سخن اپنی کتاب ”فاؤسٹ“ میں اور ”فاؤسٹ“ کے ذریعے سے اپنے ملک کی زندگی میں کرنا چاہتا ہے۔ ”فاؤسٹ“ کا قصہ وہی رہتا ہے، اس کی اکثر سہن وہی دھتے ہوں، لیکن اس کی روح بدل جاتی ہے۔ اب اس کے شک میں یقین کی، اضطراب میں سکون کی، مایوسی میں اُمید کی اور نا کامی میں کامیابی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے۔ بظاہر وہ اب بھی المیہ رہتا ہے لیکن اس میں فرحیہ

کی شان پیدا ہو جاتی ہے —

غرض ”فاؤسٹ“ مغربی تمدن کے ایک دور کے انجام اور دوسرے دور کے آغاز کی یادگار ہے۔ یا یوں کہئے کہ رومانی ادب اور کلاسیکی ادب کی درمیانی کڑی ہے، اس لئے اس میں دونوں کی خصوصیات موجود ہیں۔ وہ آرٹ کا نمونہ بھی ہے اور متذوق تصویروں کا مجموعہ بھی؛ المیہ بھی ہے اور فرحیہ بھی؛ زندگی کا عکس بھی ہے اور اس کی تفسیر بھی۔ ممکن ہے کہ ان مختلف عناصر کے امتزاج میں ’گوئٹے‘ پوری طرح کامیاب نہ ہوا ہو لیکن اس کا مقصد یہی ہے اور ہم جب تک اس مقصد کو پیش نظر نہ رکھیں ’فاؤسٹ‘ کو سمجھنے میں

کامیاب نہیں ہو سکتے —

اس بحث کے چھیڑنے سے اور بعض گزری ہوئی باتوں کو دھرانے سے ہماری غرض ایک تو یہ تھی کہ ناظرین ’فاؤسٹ‘ کی ظاہری بے شکلی اور بے ترتیبی سے نہ الجھیں اور اس رشتہ

اتحاد کو نظر میں رکھیں جو ان متفرق اجزا کو ملاتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اس اہمیت کو محسوس کر لیں جو ”فاؤسٹ“ کو ’یورپ‘ کی ادبی اور تمدنی تاریخ میں حاصل ہے۔ ورنہ اصل میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سوا ان ذمہ داریوں کے جو اصطلاحی اور فنی بحثوں کی بھول بھلیاں میں پڑ کر حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں، ہر شخص یہی سمجھے گا کہ یہ ڈراما ہے اور فلسفیانہ ڈراما، کیوں کہ اس میں ’گوئٹے‘ نے زندگی کے اہم ترین مسائل پر گہری نظر ڈالی ہے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ’فاؤسٹ‘ میں گوئٹے نے خود اپنے نفس کے مختلف عناصر کی کشمکش اور اپنی سیرت کی ارتقا دکھائی ہے یا اپنے زمانے کی عام زندگی کی تحلیل اور تنسیر کی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابتدائی مسودے میں ’گوئٹے‘ نے پندرہویں صدی کے عالم اور ساحر ’جان فاؤسٹ‘ کی کہانی کو اپنے درد دل کی داستان کے ساتھ ملا کر بیان کیا تھا، اُس کے بعد پہلے حصے میں پرانا افسانہ تقریباً نظر انداز ہو گیا اور متحضر آپ بیتی رہ گئی اور دوسرے حصے میں یہ آپ بیتی زبردستی جگ بیتی بنادی گئی۔ ’اطالوی‘ فلسفی اور نقاد ’کروچے‘ کی رائے ہے کہ دوسرے حصے میں کوئی مسلسل قصہ نہیں ہے، بلکہ انسانی زندگی کی چند متفرق تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ اُس میں شبہ نہیں کہ ’گوئٹے‘ نے ساتھ برس کے عرصے میں ”فاؤسٹ“ کے خاکے کو کئی بار بدلا اور موجودہ صورت میں یہ نظام مختلف

عناصر سے مرکب ہے ، لیکن ہمارے خیال میں باوجود اس اختلاف کے بنیادی مقصد اول سے آخر تک ایک ہے ۔ ابتدائی مسودہ Urfaust بیشک محض آپ بیتی ہے ، لیکن موجودہ ترمیم شدہ اور مکمل ”فاؤسٹ“ کے دونوں حصوں میں شاعر آپ بیتی کے پردے میں جگ بیتی سناتا ہے ، یعنی آپ بیتی کے یورپی انسان کی روحانی مصیبتوں کی داستان - فرق اتنا ہے کہ پہلے حصے میں آپ بیتی کا پردہ بہت گہرا ہے اور دوسرے حصے میں ہلکا - پہلے حصے میں قصے کا سلسلہ پوری طرح قائم ہے ، دوسرے میں متفرق کڑیاں ملنے نہیں پاتیں —

غرض ’گوئٹے‘ کا مقصد یہی ہے کہ اپنی زندگی کی کہانی اس طرح کہے کہ وہ اس کے عہد کی عام زندگی کی کہانی بن جائے ، وہ اپنی ذات کو جدید ’یورپی‘ انسان کی روحانی روح کی مثال بنا کر پیش کرتا ہے - اس روح میں دو متضاد قوتیں ہوں - ایک قوت کا رجحان یہ ہے کہ نظام ہستی کا منشا معلوم کرے ، روح کائنات کی حقیقت کو سمجھے اور اس سے اتحاد پیدا کرے - دوسری قوت یہ چاہتی ہے کہ زندگی کے نشیب و فراز کا عملی تجربہ حاصل کرے اور مادی لذتوں کا لطف اُٹھائے - پہلی قوت انسان کے دل میں بلند اور برتر آرزوئیں پیدا کرتی ہے مگر راہ عمل نہیں دکھاتی - دوسری اسے ذوق عمل سے آشنا کرتی ہے مگر اسی کے ساتھ خودی اور لذت پرستی میں مبتلا کر دیتی ہے - پہلی کا نمائندہ ’فاؤسٹ‘ ہے دوسری کا ’شیطان‘ - انسانی زندگی کی تکمیل کے لئے ان دونوں کا ملنا ضروری ہے ، مگر اسی طرح کہ

’فاؤسٹ‘ غالب رہے اور ’شیطان‘ مغلوب - ان دونوں کی باہمی کشمکش میں ایک تیسری قوت مداخلت کرتی ہے، یعنی جوہر انوثیت۔ یہ محبت اور عقیدت اور تسلیم و رضا کا ابدی جوہر ہے، جو کل کائنات میں جاری اور ساری ہے۔ لیکن اس کا اصلی مظہر عورت ہے۔ یہی جوہر انوثیت ’گوئٹے‘ کے نزدیک وہ چیز ہے جس کی جھلک ہر عاشق کو اپنی معشوقہ کی صورت اور سیرت میں نظر آتی ہے۔ عشق کا راز یہ ہے کہ روح انسانی میں طلب حقیقت کی جو آگ بھڑکتی ہے، وہ علم و عمل کی چھینٹوں سے نہیں بجھتی، بلکہ اس التهاب کو تسکین دینے کے لئے کسی ایسی قوت کی ضرورت ہے جو ’خلیل اللہ‘ کی طرح اس آگ کو گلزار بنادے۔ یہ قوت ذوق بیخودی، لذت تسلیم، کھف محبت ہے، جو آسان کے ستاروں میں، سمندر کی لہروں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں میں، جنگل کے درختوں میں، غرض ساری فطرت خاموش میں پائی جاتی ہے؛ مگر اس کا زندہ مجسمہ عورت ہے، جو روح کائنات سے اتحاد کامل رکھتی ہے۔ جوہر انوثیت کا نمائندہ ’گوئٹے‘ نے ’گریٹشن‘ کو بنایا ہے۔ ’فاؤسٹ‘ اگر ’شیطان‘ پر غالب آسکتا ہے تو صرف ’گریٹشن‘ کی مدد سے۔ ان تینوں کے باہمی تعلق کو دکھانا اصل میں عہد جدید کے ’یورپی‘ انسان کی روحانی کشمکش کی تفسیر ہے —

غالباً اب ’فاؤسٹ‘ کی فلسفیانہ حیثیت ناظرین پر واضح ہوگئی ہوگی مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں اس کا مصنف کوئی خشک علمی مقالہ لکھنا نہیں چاہتا بلکہ فلسفہٴ حیات کے مسائل کو شاعرانہ آرت کا لباس پہنا کر

پیش کرنا چاہتا ہے —

آرت کی ہر صنف خصوصاً ڈراما کا بہترین نمونہ وہ سمجھا جاتا ہے جس میں عمومیت اور انفرادیت دونوں کی شان ہو۔ یعنی حیات انسانی کا جو مرقع پیش کیا جائے وہ ہوتو کسی خاص زمانے کے خاص شخص کی تصویر، لیکن ایسی ہو کہ اس میں ہر عہد کے انسان کو اپنی زندگی کی جھلک نظر آے۔ جن لوگوں کا قصہ بیان کیا جائے ان کی جداگانہ خصوصیات اس طرح دکھائی جائیں کہ وہ جھٹے جاگتے چلتے پھرتے انسان معلوم ہوں، مگر اسی کے ساتھ ان کے کیرکٹر میں وہ عام صفات بھی نمایاں کی جائیں جو ساری نوع انسانی میں مشترک ہیں۔ ”فاؤسٹ“ کے پہلے حصے میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں، البتہ دوسرے حصے میں استعارات انکی غالب آگئی ہے کہ واقعہات اور اس کے ساتھ انفرادی رنگ تقریباً معدوم ہو گیا ہے۔ ہمیں یہاں دوسرے حصے سے بحث نہیں۔ لیکن پہلے حصے کے متعلق ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ آرت کا مکمل نمونہ ہے۔ قصے کا محل وقوع ’جرمنی‘ اور زمانہ سولہویں صدی ہے۔ مقامات اور مناظر سب اصلی تھیں۔ اس عہد کے لوگوں کے طرز معاشرت، ان کے خیالات، ان کے عقائد کے دکھانے میں تاریخی صحت کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں جیسے روحوں کے تھیٹر میں ’گوئٹے‘ نے اپنے ہمعصر نقادوں اور ادیبوں پر چوت کرنے کی غرض سے ایسی چیزیں بھی داخل کر دی ہیں جو فنی اور تاریخی نقطہ نظر سے بالکل نامناسب اور بیجا ہیں۔ مگر مجموعی حیثیت سے ”فاؤسٹ“ کا پس منظر [Background] اصلیت کے

مطابق ہے، جس سے اشخاص کی انفرادیت نمایاں کرنے میں بڑی حد تک مدد ملتی ہے۔ پھر سیرت نگاری میں شاعر کے قلم نے یہ کمال کیا ہے کہ مارتھ، اور 'واگڈر' سے لے کر [جو متحضر افراد کی حیثیت رکھتے ہیں] 'گریٹشن'، 'فاؤسٹ' اور 'شیطان' تک (جو روح انسانی کی مختلف قوتوں کے نمائندے ہیں) سب کھڑکٹر ایسے سچے اور زندہ معلوم ہوتے ہیں، گویا ہم نے انہیں اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور ان سے باتیں کی ہیں۔ 'مارتھ'، 'واگڈر'، طالب علم اور دوسرے ضمنی کھڑکٹر تو خیر معمولی اور پکڑنگ طبیعت رکھتے ہیں؛ ان کی تصویر کامیابی سے کھینچنے میں 'گوٹے' کی متحضر انڈی تعریف ہے کہ وہ اپنے مرتع کی جزویات پر بھی بوری توجہ صرف کرتا ہے، لیکن 'گریٹشن'، 'فاؤسٹ' اور 'شیطان' کی سیرت گونا گوں عناصر سے مرکب ہے۔ ان کی شبیہ میں مختلف رنگوں کو اس طرح ملانا کہ اس پر نقاش ازل کے بنائے ہوئے نقش کا دھوکا ہو جائے حقیقت میں فطرت انسانی کے مصور کا اعجاز ہے۔

یہ تو انفرادیت ہوئی، اب عمومیت کے لحاظ سے دیکھئے تو "فاؤسٹ" وہ آئینہ ہے جس میں ہر زمانے کے انسان کو اپنی صورت نظر آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا اصل مقصد عہد جدید کے 'یورپی' انسان کی زندگی دکھانا ہے۔ اس کے قصے کا سارا ماحول یورپ کا ہے اور دوسرے حصے میں جن اقتصادی اور معاشرتی مسائل کا ذکر آیا ہے وہ بھی زیادہ تر یورپ سے متعلق ہیں۔ لیکن جس روحانی کشمکش کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے، وہ ہر عہد اور ہر ملک کے

انسانوں میں مشترک ہے ہر متمدن انسان کے دل میں راز کائنات کو سمجھنے اور روح کائنات سے متحد ہونے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ ہر انسان اس مشکل کو علم کی مدد سے حل کرنا چاہتا ہے اور ناکام ہوتا ہے، ہر انسان ذوق عمل اور مادی لذت کے دامن میں پلماہ ڈھونڈھتا ہے اور نہیں پاتا، ہر انسان کو روحانیت اور مادیت، اثبات و نشی، بے خودی اور خودی کی کشمکش میں محبت اور عقیدت سے تقویت پہنچتی ہے اور اسی کی بدولت نجات کی راہ نظر آتی ہے۔ اس لئے اگر 'فاؤست' 'شیطان' اور 'گریٹشن' کے قصے کو عام انسانی زندگی کا مرتع کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔

ہم نے اس تنقید کی بنا دو سوالوں پر رکھی تھی۔ پہلا سوال یہ تھا کہ 'فاؤست' کے لکھنے میں 'گوئٹے' کا مقصد کیا تھا؟ اور دوسرا سوال یہ کہ وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟ پچھلے صفحات میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے زمانے کی روحانی کشمکش کی اجمالی تصویر اور فلسفیانہ تفسیر پیش کرنا چاہتا ہے اور ضمناً یہ بھی دکھا دیا ہے کہ اسے ان دونوں چیزوں میں پوری کامیابی ہوئی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ 'گوئٹے' کے "فاؤست" نے روح انسانی کی جن مشکلات کا نقشہ کھینچا ہے، ان کا حل بھی بتایا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ہم پانچویں باب میں قصے کا خلاصہ بیان کرنے کے سلسلے میں دے چکے ہیں۔ 'گوئٹے' کے نزدیک اُس کے زمانے کی رومانی روح

جسے ایک طرف علم و عرفان کی آرزو کھینچ رہی ہے اور دوسری طرف عملی زندگی اور مادی لذات کا شوق، اگر اس کشمکش سے نجات پاسکتی ہے تو محض محبت اور عقیدت کے ذریعے سے۔ مگر اس دولت کو پانے کے لئے اسے بہت سی کٹہن منڈیاؤں سے گزرنا ہے۔ پہلے اُسے قدیم یونان کی کلاسیکی روح سے متاثر ہو کر جمالی ترتیب اور ہم آہنگی حاصل کرنا ہے، اس کے بعد مدنی زندگی کی تشکیل اس طرح کرنا ہے کہ قوت کے ولولے اور خدمت کے جذبے میں توازن پیدا ہو۔ ’گوئٹے‘ جانتا ہے کہ پہلا کام دشوار ہے اور دوسرا دشوار تر۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ اگر روح انسانی خلوص سے اپنے اسکان بھر کوشش کرے گی تو تائید الہی اُسے محبت و عقیدت کا جلوہ دکھا کر عالم حقیقت میں پہنچا دے گی۔ جہاں اس کی ’’سعۃ‘‘ ’’اتمام‘‘ سے ہم آغوش ہوگی۔ اُس نے اپنے رفیقوں کو اور اپنے بعد آنے والوں کو روحانی ترقی کا زینہ دکھا دیا ہے، لیکن یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کی آخری سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے ’’کچھ اُدھر کا بھی اشارہ چاہئے‘‘۔ اس ’’اشارے‘‘ کی حقیقت کہا ہے اور یہ کیونکر ظاہر ہوتا ہے؟ اس کا جواب ’گوئٹے‘ کے پاس نہیں۔ وہ خود ایک گہرا مذہبی عقیدہ رکھتا ہے لیکن یہ عقیدہ محض باطنی وجدان کی حد تک ہے جسے وہ الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا، اس لئے اس بارے میں وہ اردوں کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہے۔

فلسفی شاعر کا جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

فلسفی کی عقل اور شاعر کے تخیل کی حد بس یہیں

تک ہے :-

کس ندانست کہ منزل کہ مقصود کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگ جریے می آید



تمہاری

کہوں اے سیماب روش تصورات تم پھر میرے سامنے آگئے؟
ایک دن تھا کہ میں تمہیں دھندلی نظروں سے دیکھتا تھا
کیا اب میں تمہیں الفاظ کے رشتے میں پرونے کی کوشش
کروں؟ کیا میرے سر میں اب تک تمہارا سودا باقی ہے؟
اللہ دے تمہارا ہجوم اور تمہاری دھل پھیل! اچھا لو آؤ اور میرے
دل میں راجہ بن کر برا جو، اے دلفریب خیالو جو کہر اور
دھند سے امدے چلے آتے ہو۔ میرے سہنے میں جوانی کی
آگ پھر بھڑک اُٹھی ہے اُس جادو کی ہوا سے جو تمہارا
طوفان ساتھ لایا ہے —

تم مجھے میری عشرت فانی کے نقشے دکھا رہے ہو اور
وہ صورتیں جو مجھے پھاری تھیں پھر نظر آرہی ہیں؛ کسی
پرانے گیت کی طرح جو بھولا ہوا سا، بے صدا سا ہو۔ مجھے
اُن پہلی محبتوں اور دوستیوں کی یاد پھر سنا رہی ہے۔
پرانے چوتھیں پھر اُبھر آئی ہیں: نئے سردے سے زندگی
کی بھول بھلیاں سے نوحہ غم کی آواز بلند ہے اور
اُن دوستوں کا ماتم کر رہی ہے جو چین کی گھڑیوں کی آرزو
کرتے کرتے تقدیر سے مایوس ہو کر، مجھے جدائی کا داغ
دے گئے —

وہ روحیں جنہیں میں اپنے پہلے گھٹ سناٹا تھا ، میرے
آخری نغموں کو نہیں سن سکتیں ۔ وہ پیار اور اخلاص کی
صحتیں منتشر ہو گئیں ؛ میرے راگ کی پہلی صداے باز
گشت نامحدود فضا میں گم ہو گئی ۔ اب میری تلخ نوائی
کی سننے والی نا آشنا صورتیں ہیں جن کی تعریف سے
میرا دل دھڑکنے لگتا ہے ، میرے پرانے قدر دانوں میں سے
در چار جو بچ رہے ہیں ، خدا جانے کہاں ٹھوکرین کھاتے
پھرتے ہیں —

میرے دل میں اُس سنجیدہ اور پر سکون عالمِ رواج کی آرزو
جو مدتوں سے دب گئی تھی ، پھر ابھر آئی ہے ، میرا شکستہ
گھٹ ایولی * رباب کے راگ کی طرح بے ترتیب سروں میں
بکھرا جاتا ہے ، مہجہ پر روحانی خوف طاری ہے ، میری
آنکھ سے آنسو جاری ہیں میرا دل جو لوہے کی طرح مضبوط
تھا اب نرم اور کمزور ہے ؛ جو چھڑیں میرے پاس ہیں وہ دور
نظر آتی ہیں اور کھوئی ہوئی چیزیں حقیقی معلوم
ہوتی ہیں —

— * —

تماشا گاہ کا قدم پیدای سہین

منیجر - شاعر - مستشرا

منیجر

تم درنوں نے بارہا مصیبت اور پریشانی میں میری مدد کی ہے؛ اب یہ تو کہو، تمہارے خیال میں ہمارا کام جرمنی کی سرزمین میں چمکے گا یا نہیں؟ مجھے تو عوام کے خوش کرنے کی فکر ہے کیوں کہ ان کا عمل اس پر ہے ”جیو اور جیلے دو“۔ کہمے کھڑے ہو چکے ہیں، تختے جڑے جا چکے ہیں، اب ہر شخص ہم سے روحانی ضیافت کی توقع رکھتا ہے۔ وہ دیکھو تماشا گاہی پالتھی مارے، بھویں چڑھائے بیٹھے ہیں اور ایسی چیز دیکھنا چاہتے ہیں جس سے وہ حیران رہ جائیں۔ مہں اُن کے مذاق کو خوب سمجھتا ہوں، لیکن اس بار میں ایسا پریشان ہوں کہ کبھی نہ تھا؛ یہ مانا کہ وہ اعلیٰ درجے کے تماشے دیکھنے کے عادی نہیں لیکن کمبخت ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے، آخر انہیں کھا چیز دکھائی جو نئی اور انوکھی ہو، معنی خیز ہو، مگر ساتھ ہی دلچسپ بھی ہو، کیونکہ سچ پوچھو تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے، جب میں دیکھتا ہوں کہ میرے چہرے سے تھپتھر مہں تماشا گاہیوں کا ہجوم ہے، اور وہ چہختے چلاتے، داخلے کے

تذک دروازے پر یوں بلے پڑتے ہیں گویا وہ جنت کا دروازہ ہے۔ چار بجے دن ہی سے تکت گھر کے سامنے اُن میں دھکم دھکا ہونے لگتی ہے اور ہر شخص تکت کے لئے جان لڑا دیتا ہے جیسے قحط کے زمانے میں نان بائی کی دوکان پر۔ اتنے مختلف مذاق کے لوگوں پر ایسا جادو کرنا شاعر ہی کا کام ہے۔ تم بھی آج یہ کر دکھاؤ تو کہا بات ہے —

شاعر

میرے سامنے اس رنگ بزرگ مجمع کا نام نہ لو، جسے دیکھ کر رفعت خمال رخصت ہو جاتی ہے۔ مجھے آتھتی ہوئی لہروں کا یہ سیلاب نہ دکھاؤ جو ہمیں زبردستی اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ مجھے تو اُس گوشۂ تنہائی میں لے جاؤ جہاں بہشت کا ما سکون ہے، جہاں اُس خالص مسرت کے پھول کھلتے ہیں جس کا لطف بس شاعر ہی اُٹھا سکتا ہے، جہاں دل کو محبت اور دوستی کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ وہ باغ جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا اور سنوارا ہے۔ ہاے کیا غضب ہے کہ وہ اچھوتے مضامین جو شاعر کے قلب کی گہرائی میں پیدا ہوتے ہیں، اور جنہیں اُن کی زبان توڑتے پھوٹے الفاظ میں برے بھلے انداز سے بیان کرتی ہے، موجودہ لمحے کی اشتہا کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ (حالانکہ) اکثر شاعر کی افکار برسوں کے ریاض کے بعد مکمل صورت میں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ سامع کی چیزیں موجودہ لمحے کے لئے ہیں؛ اور کھرا سونا آئندہ نسلوں کے لئے امانت رہتا ہے —

مسخرہ

جی بس آئندہ نسلوں کا ذکر تو رہنے ہی دیجئے۔ اگر میں

آئندہ نسلوں کی فکر میں رہوں، تو موجودہ نسلوں کو کون ہنسائے؟ یہ بھی تو ہنسنا چاہتی ہیں اور کیوں نہ ہنسیں؟ مانا کہ مستقبل کی بڑی اہمیت ہے مگر مہرے جھسے یار شاطر کا حال بھی تو آخر کوئی چھڑ ہے؟ جسے اپنے خیالات دلچسپ پھراے مہن ادا کرنا آتا ہے وہ عوام کے تلون کا رونا نہیں روتا؛ اُس کے لئے تو جتنا بڑا حلقہ ہو اتنا ہی اچھا۔ جتنے زیادہ لوگ ہوں گے اتنا ہی زیادہ اثر ہوگا۔ تو سمجھئے بھائی ذرا ہمت کرو اور ایک شاہ کار لکھ ڈالو جس میں تخیل اپنے پورے طائفے کے ساتھ ہو اور حکمت بھی ہو، عقل سلیم بھی ہو، جذبات بھی ہوں، جوش بھی ہو مگر ہاں، یہ یاد رہے، مستخراپن بھی ضرور ہو۔

منہیجر

خصوصاً واقعات بہت سے ہوں۔ لوگ اس لئے آتے ہیں کہ کچھ ہوتا ہوا دیکھیں۔ اگر قصے میں بہت سے دلچسپ سہن ہوں، کہ لوگ حیرت سے منہ پھیلائے دیکھا کریں، تو بس سمجھ لو کہ تمہاری شہرت پھیل گئی، اور تم ہر دلچیز ہو گئے۔ بہت لوگوں کو رجھانے کے لئے بہت سی چیزیں چاہئیں، تاکہ ہر شخص کو کوئی چھڑ اپنے ذہب کی مل جائے۔ جو بہت کچھ دیتا ہے وہ بہتوں کو کچھ دیتا ہے؛ اور ہر شخص خوش خوش گھر جاتا ہے۔ اگر تم قصہ دکھاتے ہو تو تکرے تکرے کر کے دکھاؤ۔ ایسے پسند سے لوگوں کو پسند آئیں گے؛ ایسا قصہ لکھنا بھی آسان ہے اور دکھانا بھی آسان۔ اگر مسلسل تماشا دکھایا بھی تو کھا فائدہ، دیکھنے والے سلسلے کو توڑ ہی کے دیکھیں گے۔

شاعر

اور تماشا جو مٹی میں مل جائے گا ! مگر تمہیں اس کا کیا احساس ! تم کیا جانو اس میں شاعر کی کیسی ذلت ہے ۔ تم تو بازی گر شاعروں کی تک بندی کا کلمہ پڑھتے ہو —

منہ بھر

تم خوب اعتراض کرو میں برا نہیں مانتا ۔ جو کوئی اپنے کام میں کامیابی چاہتا ہے وہ مناسب اوزار استعمال کرنے پر مجبور ہے ۔ اتنا تو سوچو کہ تمہیں کچی لکڑی چیرنا ہے ۔ جن نے تم لکھتے ہو خدا اُن کو بھی تو دیکھو ۔ کوئی (تماشے میں) بے شغلی سے اکتا کر آیا ہے ، کوئی الوان نعمت سے سیر ہو رہا ہے اور قیامت تو یہ ہے کہ اکثر لوگ اخبار چھوڑ کر آئے ہیں اُن کو سوانگ دیکھنے کی اُمید ، شوق کے پروں پر اُڑا کر لائی ہے ، خوانین بنناؤ سنگار کئے تماشائوں کو مفت کا تماشا دکھاتے ہیں ۔ تم اپنے شاعری کی چوٹی پر بیٹھے تخیل کے ذرے لیتے ہو ، تمہاری بلا سے تھکتا ہوا ہو یا خالی ہو ۔ ذرا اپنے قدر دانوں کو قریب سے تو دیکھو : آدھے بے حس ہیں اور آدھے بے تمہز ۔ ایک تو تماشے سے جا کر تاش کھیلے گا ، اور دوسرا کسی بیسوا کے آغوش میں رات گزارے گا اِن بھوچارے سادہ لوحوں کو کیوں ستاتے ہو ، کہاں یہ اور کہاں آرٹ کی دیویاں ! بس تم تو لکھتے جاؤ ، لکھتے جاؤ ، اور لکھو ، اور لکھو ، پھر تمہاری کامیابی یقینی ہے ، ایسی ترکیب کرو کہ لوگ چکر میں آجائیں اِن کو خوش کرنا تو بہت مشکل ہے ۔ ہائیں یہ تمہیں کیا ہوا ! خوش ہو گئے یا خفا ہو گئے ؟

شاعر

جا دور ہو یہاں سے ، کسی اور غلام کو دھونڈ ! کیا خوب
 شاعر تیری خاطر اپنے عزیز ترین حق کو ، فطرت کے عطا کئے
 ہوئے حق انسانیت کو مستخرے پن میں برباد کر دے ! اُس کے پاس
 کوا چوڑ ہے جس سے وہ دلوں کو ہلا دیتا ہے ، اور سارے
 عناصر پر حکمرانی کرتا ہے بجز اُس ہم آہنگی کے جو ساری
 کائنات کو اُس کے دل سے متحد کر دیتی ہے ۔ جب فطرت
 ابدی رشتہ تقدیر کو بے پروائی سے کات کر بل پر بل دئے جاتی
 ہے ، اور رہاب زندگی کے الجھے ہوئے تاروں سے بے سری صدائیں
 نکل کر سامعہ خراشی کرتی ہیں تو کون دیدہ ریزی سے ان
 تاروں کو سلجھاتا ہے اور اُن کو کس کے نغمہ حیات میں
 روانی پیدا کرتا ہے ؟ کون انفرادی روح کا سر کائنات کے مہا
 سر سے ملا کر ہم آہنگ ، داکش راگ سناتا ہے ؟ کون جذبات
 قلب کی شورشوں سے طوفان کا منظر دکھاتا ہے ؟ کون سنبجھدہ
 تفکر سے شفق شام کا سمار بندھتا ہے ؟ کون بہار کے سارے
 خوش رنگ پھولوں کو محبوب کی رہ گذر میں بچھا دیتا
 ہے ؟ کون بے حقیقت سبز پتوں سے عزت کے ہار بنا کر ہر
 سورما کے گلے میں ڈالتا ہے ؟ کون گوہ اولمپس کی حفاظت
 کرتا ہے اور دیوتاؤں میں میل کرانا ہے ؟ وہی قوت انسانی
 کا اعلیٰ مظہر جسے شاعر کہتے ہیں —

مستخرا

اچھا اب مجھ سے سنئے یہ قوت کبیں کر ظاہر ہوتی ہے :
 شاعری کا دھندا اُسی طرح چلتا ہے جیسے عاشقی کا سودا ہوا

* یونانی علم الاصنام میں اولمپس اُس پہاڑ کا نام ہے جہاں دیوتا رہتے ہیں۔

کہتا ہے۔ کوئی اچھی صورت نظر آئی دل پر چوت لگی، قدم رک گئے اور رفتہ رفتہ ہم دام الفت میں اسیر ہو گئے۔ پہلے تو قسمت یاوری کرتی ہے پھر اُس سے لڑائی تھن جاتی ہے؛ پہلے زمانے نے مسرت کی ایک جھلک دکھائی، پھر ستم ظریفی شروع کر دی بس چشمِ زدن میں ایک رومان تیار ہو گئی۔ آؤ ہم بھی ایک ایسا تماشا دکھائیں۔ ہمیں اپنا موضوع انسانی زندگی کو بنا لو جسے بسر سب کرتے ہیں مگر سمجھتے کم ہیں، اُس کا جو رخ لے لو وہی دلچسپ ہے، گونا گوں تصویریں ہوں مگر روشنی کم، غلطیوں کا انبار اور حقیقت کی ایک ذرا سی چٹکاری۔ اسی نستخے سے وہ نادر شراب بنتی ہے جس سے ساری دنیا کو سرور اور تقویت حاصل ہو۔ پھر دیکھنا کہ تمہارے تماشاے میں کیسے کیسے حسین جوان آتے ہوں اور تمہاری لن ترانیوں کو کس شوق سے ملتے ہیں۔ پھر ہر درد آشنا دل تمہارے کلام سے حسرت و انداؤہ کا لطف اُٹھائے گا، کوئی بات ایک کو تریاے گی کوئی دوسرے کو، اور ہر شخص کو وہی چہرہ نظر آئے گی جو اُس کے دل میں ہے۔ یہ نوجوان اب تک ذرا سی بات میں ہنسنے اور رونے لگتے ہیں، اب تک زور کلام کی قدر کرتے ہیں اور ظاہری خوبہوں پر سر دھنتے ہیں۔ پختہ مغزوں سے بیشک کوئی اُمید نہیں لیکن خام کار نوجوان تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

شاعر

اچھا تو مجھے بھی وہ دن واپس لا دو جب مورا بادۂ زندگی ہنوز نارسا تھا، جب میرے سرچشمہ فکر سے لگاتار نئے نئے نغمے اُبلتے تھے، دنیا میری نظروں میں ایک طلسم

اسرار تھی اور ہر کلی ایک راز سر بستہ - آہ ! اُس زمانے میں سب وادیاں پھولوں سے مالا مال تھیں اور یہ سب پھول میرے دامن میں تھے - میرے پاس کچھ نہ تھا اور سب کچھ تھا یعنی ایک دل جس میں حقیقت کی طلب تھی اور معجز کا عشق - لاؤ مجھے وہ من کی موجیں اُسی اگلی سی وحشت کے ساتھ واپس دیدو ، وہ گہری پر درد لذتیں ، وہ نفرت کی قوت اور محبت کی طاقت ؛ لاؤ مجھے میری جوانی پھیر دو —

مستخرا

میرے پیارے دوست تمہیں جوانی کی ضرورت تو جب ہوتی کہ تم میدان جنگ ہیں دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوتے ، یا کوئی خوبصورت نازنین تمہارے گلے میں با نہن ڈال کر زور سے بھنچ لیتی ، یا تم دور میں مقابلہ کرتے اور انتہا تک پہنچنے کی قوت نہ پا کر انعامی ہار کو دور سے دیکھ کر للچاتے ، یا دیوانہ وار رقص کرنے کے بعد رنگ رلیاں منانے اور شراب و کباب میں رات بسر کرنے کے قصد سے بھٹکتے - مگر بڑے مہاں ، تمہارا کام تو یہ ہے کہ ساز زندگی کے جانے بوجھے تاروں کو ہمت اور خوش اسلوبی کے ساتھ بجاؤ اور جو منزل تمہارے پیش نظر ہے وہاں تک بھٹکتے بھٹکتے پہنچ جاؤ - یقین جانو کہ اس سے ہمارے دل میں تمہارا احترام کم نہیں ہوتا - یہ غلط ہے کہ بڑھاپے میں بچپن لوت آتا ہے بلکہ بڑھاپے میں بھی بچپن نہیں جاتا —

منیجر

بس باتیں بہت ہو چکیں اب عمل کی باری ہے - جتنا

وقت اس چنہیں چنل میں ضائع هوا اس میں کوئی مفید کام ہو سکتا تھا ۔ یہ بیکار عذر ہے کہ طبیعت موزوں نہیں ۔ جو ہچکچاتا ہے اس کی طبیعت کبھی موزوں نہیں ہوتی ۔ جب تم شاعر بنتے ہو تو شاعری کی باگیں سنبھالو ۔ تم جانتے ہو کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے ؛ ہمیں زور دار شراب معذوبی چاہئے ؛ بس دیر نہ کرو جھٹ پت طیار کر دو ۔ جو کام آج نہ ہوا وہ کل بتی نہ ہوگا ؛ کوئی دن بیکار نہ کھونا چاہئے ۔ ہمت مردانہ وقت کو ایسا مضبوط پکڑتی ہے کہ وہ نکل کر جا نہیں سکتا ۔

جب یہ قابو میں آگیا تو کام خود بخود ہوتا ہے —

تم جانتے ہو کہ ہماری 'جرمن' اسٹیج پر جس کا جو جی چاہے دکھا سکتا ہے اس لئے تم بھی پردوں اور مشینوں سے دل کھول کر کام لو ؛ ہلکی اور تیز روشنی دونوں کو استعمال کرو اور ستاروں کی بھر مار کر دو ۔ ہمارے یہاں پانی ، آگ ، پہاڑ ، چرند پرند ، کی کمی نہیں ۔ بس اسی لکڑی کے تلگ گھروندے کے اندر ساری کائنات کا نقشہ دکھا دو ۔ آسمان سے زمین ، زمین سے پاتال تک سیر کرو ، تیزی سے مگر سنبھلے ہوئے —

آسمان پر تمہیں کی سی

اسرافیل

سورج کا نغمہ بدستور اپنے ہم چشم گروں کے راگ سے ہم
آہنگ ہے اور اپنا مقدر دور وعد کی سی تیزی سے پورا کر رہا
ہے ۔ اُسے دیکھ کر فرشتوں کا دل بڑھتا ہے اگرچہ وہ اُسے
سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ قدرت کی معجز نما صداعیاں ویسی ہی
حسین ہیں جیسی صبح ازل کو تھیں —

جبرائیل

عروسِ زمیں بے انتہا تیزی سے رقص کر رہی ہے ؛ باری باری
سے روشن ، خوش نما دن اور تاریک بھپانک رات کی جھلک
نظر آتی ہے ۔ سر بٹلک پہاڑوں کے دامن میں وسیع
سمندر لہریں لے رہا ہے اور پہاڑ اور سمندر دونوں
کرۂ ارض کے ساتھ ساتھ ابدی گردش میں مصروف ہیں —

میکائیل

تند و تیز طوفان سمندر سے خشکی اور خشکی سے سمندر
کی طرف دوڑ رہے ہیں اور طلسمی زنجیروں کی طرح زمین
کی کمر سے لپٹے ہوئے ہیں ۔ بادل کی گرج کے ساتھ بجلی
چمک کر ایک آگ سی لگا دیتی ہے لیکن اے رب جلیل

تیرے چاؤش تھرے دن کے سبک رفتار جلسوں کی خبر دے رہے ہیں —

شیطان

یارب چونکہ تو نے پھر مہری طرف توجہ کی اور مہری خیریت پوچھی، اور یوں بھی تو مہرے آنے سے خوش ہوتا ہے، اس لئے میں بھی تیرے غلاموں کے زمرے میں حاضر ہوا ہوں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھے فصیح و بلیغ گفتگو نہیں آتی تیرے مقربوں مجھے پر خوب ہنسوں گے بلکہ تو بھی اگر ہنسنے کی عادت ترک نہ کر چکا ہوتا تو مہری باتوں پر ضرور ہلستا۔ مجھے سورجوں اور کائناتوں کی خبر نہیں میں تو فقط انسانوں کی مصیبتوں کو دیکھا کرتا ہوں اُس زمیں کے بالشیئے دیوتا کے اب تک وہی دم خم میں اور یہ آج بھی ویسا ہی معجون مرکب ہے جیسا ازل کے دن تھا۔ شاید اُس کی حالت کچھ بہتر ہوتی اگر تو اُسے یہ آسانی نور کی پرچھائوں نہ بخشتا۔ وہ اسے عقل کہتا ہے مگر اس سے وہ کام لیتا ہے جو بہائم اپنی بھیمیت سے بھی نہیں لیتے۔ خطا معاف مجھے تو وہ لمبی تانگوں والے تَدے کی طرح معلوم ہوتا ہے جو ہمیشہ اُرنے کی کوشش کرتا ہے اُرتے اُرتے کود کر گھاس میں گرتا ہے اور اپنا گھٹ گانے لگتا ہے۔ کاش وہ گھاس ہی میں پڑا رہتا! مگر وہ تو ہر جگہ تانگ اُرنے کو موجود ہے —

صدائے غیبی

بس تجھے انا ہی کہنا ہے؟ کیا تو ہمیشہ شکایت ہی

کرنے آتا ہے ؟ کھا تجھے زمین اب بھی پسند نہیں —

شیطان

بھشک مہرے مالک مجھے تو وہاں ویسی ہی ابتری نظر
آتی ہے۔ انسان کے حال زار پر مجھے افسوس آتا ہے بلکہ جی
چاہتا ہے کہ میں اُسے ستانا چھوڑ دوں —

صدائے غیبی

تو 'فائزست' کو جاننا ہے ؟

شیطان

کون وہ علامہ ؟

صدائے غیبی

ہاں وہ ہماری بندگی کرنے والا —

شیطان

بجائے ! اچھی بندگی ہے۔ اُس بیوقوف نے کھانا پینا تک
چھوڑ دیا ہے۔ اُس کے دماغ میں جو سودا پک رہا ہے وہ اُسے
نہ جانے کہاں لے جائیگا۔ خود اُسے بھی اپنی دیوانگی کا کچھ
کچھ احساس ہے ؛ وہ آسمان سے روشن ترین ستارے مانگتا
ہے اور زمیں سے بہترین روحانی نعمتیں 'قریب و بعید' کوئی
چیز ایسی نہیں جس سے اُس کے اضطرابِ قلب کو تسکین ہو۔

صدائے غیبی

اگر وہ ابھی شک اور تاریکی میں ہماری بندگی کرتا ہے
تو ہم بہت جلد اُس کی آنکھوں سے پردے اُٹھا دیں گے
باغبان جانتا ہے کہ جو پودا ہرا بھرا ہے وہ آگے چلکر پھولے
پھلے گا

شیطان

اچھا اسی بات پر شرط ہو جائے میں اُسے اب بھی
بھکا سکتا ہوں۔ اگر تیری اجازت ہو تو اُسے رفتہ رفتہ اپنی
راہ پر لگاؤں

صدائے غیبی

جب تک وہ دنیا میں ہے تجھے بھکانے کی ممانعت
نہیں۔ جب تک انسان راہ طلب میں ہے اُس کا بھٹکنا
لِزِ مَی ہے

شیطان

میں تیرا شکر گزار ہوں۔ مُردوں سے بیوہار کرنے کا مجھے
خود شوق نہیں۔ مجھے تو جیتنا جاگتا انسان چاہیئے
لشوں سے بندہ کوسوں دور رہتا ہے، مرے ہوئے چوہے سے
بلی کو کیا کام —

صدائے غیبی

اچھا یہ معاملہ تیرے سپرد ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو
اُس کی روح کو سبداۓ اصلی سے ہٹا کر اپنے ساتھ شقاوت
کے گڑھے میں لے جا۔ ورنہ شرم سے سو جھکا کر یہ اعتراف کر: —
نیک انسان کو نفسانہیت کی ظلمت بھی راہِ راست
نظر آتی ہے —

شیطان

بہت خوب! یہ کتنی بڑی بات ہے۔ میری شرط جیٹنی
جگائی ہے۔ لیکن اگر میں کامیاب ہو جاؤں تو مجھے اکتانے اور
اتوانے کی اجازت ملے۔ بات تو جب ہے کہ وہ میوہی خالہ
بہشت کی ناگن کی طرح شوق سے مٹی چاتے —

صدائے غیبی

جاتجھ اس کی اجازت ہے ۔ مجھ تجھے ایسوں سے نفرت نہیں ۔ تمام مذکور خبیث روحوں میں ۔ مستخرا شیطان سب سے کم تکلیف دہ ہے ۔ انسان کا دمت عمل جلد سو جاتا ہے اور اُسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اِس لئے ہم خوشی سے اُسے تیرا سا مصاحب دیتے ہیں جو اُسے بہلائے اُبھارے اور شیطانی قوت تخلیق دے ۔ لیکن اے خدا کے نیک بندو تم ہمیشہ حسن لایزال کے تصور میں مگن رہو ۔ ابدی زندگی اور قوت تخلیق کو محبت کی نازک کمند میں باندھ لو ، اس نیرنگ تغیرات کو لافانی معانی کی زنجیر میں جکڑ لو —
(آسمان ہٹ جاتا ہے اور ملائک مقربین منتشر ہو جاتے ہیں)

شیطان

میں کبھی کبھی خوشی سے بڑے مہاں کے سلام کو چلا آتا ہوں اور اُن سے لڑائی مول لینے سے پرہیز کرتا ہوں ۔ کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بڑا بادشاہ شیطان تک سے انسانیت سے باتیں کرتا ہے —

فاؤسٹ

رات کا وقت

(ایک چھوٹا سا گاتھک طرز کا کمروہ جس کی چھت لداؤ کی ہے ۔ فاؤسٹ اپنی ڈیسک کے سامنے ایک آرام کرسی پر بٹھا ہوا ہے ۔ اُس پر بے چینگی کی کیفیت طاری ہے)

فاؤسٹ

افسوس اے فاؤسٹ ! تو نے فلسفہ ، قانون اور طب کی خاک چھانی اور ستم تو یہ ہے کہ دینیات * میں بھی سر کھپایا مگر کمبخت سادہ لوح ! تو جہاں نہا وہیں ہے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا ؛ تو فاضل کہلاتا ہے بلکہ علامہ اور دس سال سے اپنے شاگردوں کو انگلیوں پر نہچاتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ علم انسان کی پہلیج سے باہر ہے ۔ ہائے یہ خیال مجھے سوہان روح ہو گیا ہے ۔ مانا کہ میں ان مدعیان فضیلت سے

* جرمنی کی یونیورسٹیوں میں علوم و فنون کے چار شعبے ہوتے ہیں ۔ شعبہ فلسفہ (جس میں ادب ، لسانیات ، تاریخ ، اجتماعیات ، سائنس اور ریاضی شامل ہیں) شعبہ قانون ، شعبہ طب اور شعبہ دینیات ۔ ان چاروں کا ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ فاؤسٹ نے کل علوم حاصل کئے تھے ۔

ان عالموں ، فاضلوں ، مصلفوں اور ملاؤں سے ، زیادہ سمجھدار ہوں ان کے شکوک اور اوہام سے آزاد ہوں ، جہنم اور شیطان سے نہیں ڈرتا لیکن اس روشنی طبع نے میری سسرتوں پر پانی پھیر دیا ہے ۔ میں اس خیال خام سے بھی دل کو بہلا نہیں سکتا کہ میں کچھ جانتا ہوں اور دوسروں کو سکھا سکتا ہوں اور میری ذات سے لوگوں کو فہض پہنچتا ہے ۔ نہ میرے پاس مال و دولت ہے نہ عزت و جاہ ۔ ایک کتا بھی ایسی زندگی برداشت نہ کرے گا ۔ اس لئے اب فن ساحری کا مطالعہ کرتا ہوں کہ شاید ارواح کے ذریعے سے اور اُن کی زبان سے کچھ بہہد کھلے اور مجھے یہ ضرورت نہ رہے کہ کمال عرقریزی سے اُن مسائل پر تقریر کروں جن کے سر پیر کی مجھے خبر نہیں ، شاید میں اس طرح کائنات کے اندرونی نظام سے واقف ہو جاؤں مہداحیات اور قوت تخلیق کا مشاہدہ کروں اور الناط کی خرد فروری پر لعنت بھجوں ۔

اے ماہ کامل کاش یہ آخری بار ہو کہ تو مجھے دیدہ رہزی اور مشقت سے آدھی رات کو اس دماغ سوزی میں مصروف دیکھے ۔ اے میرے غمگین دوست ، اب تک تیری کرنیں کتابوں اور کاغذوں کے حجاب سے گزر کر مجھے تک پہنچتی تھیں ۔ کاش اب میں تیری پیاری روشنی میں بہاؤں کی چوٹیوں پر سیر کروں ، روحوں کے دوش بدوش گہرے غاروں پر مبدلاؤں تیری زندہ ہوئی چاندنی میں سر سبز چراگاہوں پر اُرتا پھروں ، اور علم کی خلیں سے نجات پا کر شبلم میں نہاؤں اور جسم و روح کی صحت کا

لطف اُٹھاؤں —

آہ مہوں کب تک اس قید خانے مہوں ، اس مذکور کال
کو تھڑی مہوں بلند رہوں گا جہاں دلفروز آسمانی روشنی بھی
نقشی کھڑکیوں سے دھندلی ہو کر آتی ہے ، جہاں دیمک کی
چاٹی ، گرد سے اتنی کتابوں کے دھیر لگے ہوں اور دھوئیں
سے کالے کافز کے انبار چھت تک پہنچتے ہیں ، جہاں سائنس
کے آلات ، بوتلیں ، شیشیاں دیے ، صندوق غرض باوا آدم کے زمانے کا
سارا کلت کبار جمع ہے ۔ دیکھہ 'فائز ست' یہ ہے تیری دنیا !
' کیا دنیا ہے ! —

پھر بھی تو پوچھتا ہے کہ کہوں تیرا دل غم کے شکنجے
میں دبا جاتا ہے اور کونسا درد پنہاں تھری دگوں میں خون
کے بہاؤ کو روکتا ہے ؟ اُس جھٹے جاگتے سنسار کو چھوڑ کر جس
میں خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے تو یہاں مردوں کے پنہروں
اور جانوروں کی ہڈیوں کے درمیان دھوئیں اور بد بو کی فضا
میں سانس لیتا ہے —

اُٹھ ! بھاگ ! خدا کی وسیع دنیا میں چل ! کیا یہ پر
اسرار کتاب جو نسطرا دیم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تیرے
زاد راہ کے لئے کافی نہیں ؟ یہاں سے نکل کر تو ستاروں کی
دقتار کو پہچانے گا اور فطرت کے فیض درس سے تنجہ روحوں
کی گنتگو سمجھنے کا ملکہ حاصل ہوگا ۔ یہاں تو مقدس نقوش
کی تعبیر میں بھکار سر کھپاتا ہے ۔ اے میرے گرد مفلانے والی
روحوں ، اگر تم مہری آواز سنتی ہو تو جواب دو —

(وہ کتاب کھولتا ہے گاؤذات اکبر کا نقش نظر آتا ہے)

واہ واہ! ایک نظر میں میرا دل و دماغ خوشی سے معمور ہو گیا
بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ راحت زندگی کی پاک اہر، شباب
کی مستی لئے ہوئے، بےجالی کی طرح میرے رگ و ریشے میں
دور گئی۔ کہا کسی دیوتا نے یہ نقوش بنائے ہوں جن کی
بدولت میری روح کو تسکین ہے اور میرا غریب بیکس دل
مسرت سے لبریز ہے، جن کی پر اسرار تاثیر سے مجھے چاروں
طرف فطرت کی قوتیں بے نقاب نظر آرہی ہیں۔ کیا میں
بھی کوئی دیوتا ہوں؟ مجھے کیسی بصیرت حاصل ہو گئی
ہے! ان پاک لکھروں میں مجھے فطرت کی گارسیاں صاف نظر
آرہی ہیں۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ وہ قول ”عالم ارواح
میں کوئی حجاب نہیں۔ خرد تیری آنکھیں بند ہیں اور
تیرا دل مردہ * اُتھ اے طالب اُتھ اور اپنے دل کی گرد
کو دھو ڈال۔ اپنے جسم خاکی کو شوق صبح میں
غسل دے۔“ —

(نقش کو غور سے دیکھتا ہے)

سبحان اللہ! ہر جز کس ترتیب کے سانہ کل کی تعمیر
میں صرف ہوا ہے اور ہر ذرے کی حرکت اور زندگی کس خوش
اسلوبی سے دوسرے ذرات سے وابستہ ہے۔ وہ دیکھو اجرام سماوی
کس طرح تقابو میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے سے کس طرح

محکم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
پیاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا (غالب)

نور کر رہے ہیں۔ اُن کی روشن کرنیں آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہیں اور شمیم سعادت برس رہی ہیں۔ ہر ایک کی نوائے زندگی نغمہ کائنات سے ہم آہنگ ہے کیا دلفریب تماشا ہے! مگر افسوس! محض تماشا! اے نا محدود فطرت! میری محدود نظر میں تیری بساط بس اتنی ہے۔ اے حیات کائنات کے سرچشمو جن پر زمین و آسمان کا دارومدار ہے، اُو میں تمہیں سینے سے لگاؤں، بتاؤ تم کہاں ہو؟ میرا تشنہ وصال سینہ تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔ تم اُبلو، تم سہراب کرو اور میں یوں پہا سا رہوں!

(وہ بیدلی سے کتاب کا ورق اُلٹتا ہے۔ روح ارض کا نقش نظر آتا ہے)۔

اُس نقش کا مجھے پو کچھ اور ہی اثر ہے۔ اے کرۂ زمین کی روح، تو مجھے سے زیادہ قریب ہے۔ تجھے دیکھتے ہی میری قوتیں اُپنجنے لگیں اور مجھے ایک نئی شراب نے مست کر دیا۔ میرے دل میں یہ ہمت پھدا ہو گئی کہ دنیا کی جو کہم اپنے سر لے لوں اور زندگی کی رنج و راحت کا بوجھ اُٹھا لوں، طوفان کا مقابلہ کروں اور کشتی کے ڈوبنے کی آواز سے نہ ڈروں۔

اے! یہ کیا ہوا! میری آنکھوں میں اندھرا سا چھا گیا۔ چاندنی چھپ گئی۔ چراغِ نظر نہیں آتا۔ بخارات اُٹھ رہے ہیں! میرے سر کے گرد روشنی کی سرخ کرنیں تڑپ رہی ہیں۔ ایک رعشہ سا چہمت سے اُتر کر مجھے پر طاری ہو گیا

ہے۔ اے وہ روح جس کی میں منتیں کر رہا تھا، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تو میرے گرد منڈلا رہی ہے۔ آ، ظاہر ہو جا! ارے! میرا دل بھٹتا جاتا ہے! میرے سارے حواس میں نئے احساسات کا طوفان برپا ہے۔ میرا دل تو نے تسخیر کر لیا! ظاہر ہو! ظاہر ہو! چاہے میری جان پر بن جائے —
(وہ کتاب کو بند کر دیتا ہے اور روح کا مندر پر اسرار طریقے سے پڑھتا ہے۔ ایک سرخ شعلہ بھڑک اُٹھتا ہے۔ شعلے میں سے روح ظاہر ہوتی ہے)

روح

مجھے کون بلاتا ہے؟

فاؤست

(منہ پھیر کر) ہببت ناک شکل!

روح

تو نے مجھے کہنیچ بلایا ہے، میرے گردے پر دیر سے کشش کا عمل کر رہا تھا۔ بول کیا چاہتا ہے؟

فاؤست

اُف! میں تیری تاب نہیں لا سکتا —

روح

تو میری ملاقات کی، میری شکل دیکھنے کی، میری آواز سننے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ تیری موثر التجاؤں نے مجھے متوجہ کر لیا، میں آگئی۔ واہ رے ما فوق البشر تو تو خوف سے لرز رہا ہے۔ اب وہ روح کی فریاد کہاں

گئی؟ وہ قلب کیا ہوا جس نے اپنی دنیا الگ بنائی تھی اور اُس کی پرداخت میں مصروف تھا، جو مسرت کی اُپیچ میں روحوں کی برابری کرنا چاہتا تھا۔ وہ 'فائوست' کہاں ہے جس کی آواز میرے کانوں میں گونجی تھی، جس کی قوی کشش نے مجھے کھینچا تھا؟ کھا وہ تو ہی ہے جو میری سانس کو آندھی سمجھ کر تن بدن سے کانپ رہا ہے۔ واہ رے در پوک سہمے شوے کیڑے!

فائوست

میں اے پیکر شعلہ! میں اور تجھ سے دروں؟ ہاں میں ہی وہ 'فائوست' ہوں تیرا ہمسرا!

روح

سیلاب شست و بود میں، طوفان جد و جہد میں ارض و سما میں میں منڈلاتی ہوں، شرق و غرب میں آتی جاتی ہوں! میں مہد بھی ہوں لحد بھی، ابدی سمندر ہوں، نیرنگ تغیر ہوں، شعلہ حیات ہوں۔ زمانے کے راجہ پر تخلوق کے تانے بانے سے، قباے زندگی بلتی ہوں جو معبود حقیقی کی پوشاک مجازی ہے۔

فائوست

اے وسعت کائنات میں پرواز کرنے والی اے سرگرم عمل 'روح' مجھے میں اور تجھ میں کتنی مشابہت ہے!

روح

تو اُس روح سے مشابہ ہے جس کا تو ادراک کر سکتا ہے

مجھ سے نہیں —

(غائب ہو جاتی ہے)

فاؤسٹ

(گر پڑتا ہے) - تجھ سے نہیں ؟ میں شبیہ ذات ایزدی

تجھ تک سے مشابہ نہیں !

(کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے)

فاؤسٹ

ہائے غضب ! میں سمجھ گیا — یہ میرا مددگار

شاگرد ہے — اب میری ساری خروشی رخصت ہوئی ! کیا

ستم ہے ، میرے نظارۂ ارواح میں آج اس خشک مزاج شب رونے

آ کر خلل ڈال دیا —

(واگنر شب خوابی کے کپڑے پہنے داخل ہوتا ہے)

(فاؤسٹ طوعاً و کرہاً اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہے)

واگنر

معاف فرمائے گا میں نے آپ کو تحت لفظ پڑھتے

سنا ؛ یقیناً آپ کوئی یونانی المیہ پڑھ رہے تھے ! میں

بھی اس فن میں استفادہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی

آج کل بڑی قدر ہے - میں نے لوگوں کو اکثر اس کی

تعریف کرتے سنا ہے - اس زمانے میں ایک مسخرا ایکٹر ایک

پادری کو سبق دے سکتا ہے -

* جرمنی کی یونہورسٹیوں میں پروفیسر کسی لائق

شاگرد کو اپنا مددگار بنا لیتے ہیں —

فاؤست

بشر طہیکد پادری بھی مسخرا ایکتر شو اور یہ بھی کبھی
کبھی ہوتا ہے -

واگنر

اے جب انسان ایک طرح کے عجائب خانے میں بند
کر دیا جائے اور دنیا کو بہ مشکل تعطیل کے دن دور سے
بغیر دور یوں کے دیکھتا ہو تو آخر وہ لوگوں پر اپنی تقریر
سے کیسے اثر ڈالے - ؟

فاؤست

اگر تمہارے دل میں درد نہیں، اگر تمہارے الفاظ دل سے
نکل کر سننے والوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی طاقت نہیں
رکھتے، تو تمہیں ہرگز کامیابی نہ ملے گی یوں تم بیٹھے لاسا لکایا
کرو، دوسروں کا پس خوردہ کھاتے رہو، اپنے راکھ کے ڈھیر کو پھونک
پھونک کر برائے نام چنگاریاں دھکاتے رہو، اور تعریف کا شوق ہے تو
بچوں سے اور بندروں سے داد لینے رہو، مگر تمہاری بات لوگوں

کے دلوں کو تبھی لگھگی جب تمہارے دل سے نکلے گی۔ دل سے جواب نہ ملے گا
واگنر

مقرر کی کامیابی تو محض طرز ادا پر موقوف ہے؛ مجھے
ایک عرصے سے اس کا احساس ہے مگر ابھی میں اس میں
کنچا شوق -

فاؤست

ارے کہ بخت ایمان داری کے ساتھ کامیابی کی سعی کر! الو کی

طرح گلا پھارنے سے کیا فائدہ اگر انسان سمجھہ دار ہے اور مذاق سلیم رکھتا ہے تو بغیر خطابت کی باریکیوں کے اُس کی تقریر خود بخود اچھی ہوتی ہے ؛ اگر کوئی بات تمہارے دل سے لگی ہے اور تم اُسے کہنا چاہتے ہو تو الفاظ کی تلاش میں سر کہپانے کی کیا ضرورت ہے ؟ یہ تمہاری آب و تاب کی تقریریں جن میں تم الفاظ کے موتی پروتے ہو ، اُس گہریلی ہوا کی طرح جو موسم خزاں میں سوکھے پتوں کو کھڑکھڑاتی ہے ، دلوں میں حرارت پیدا کرنے سے قاصر ہے —

واگنر

Art is long, life is short

آہ ! آرٹ وسیع ہے اور ہماری عمر تھوڑی ہے ۔ میرا تو اکثر تنقیدی مشاغل کے دوران میں سر چکراتا جاتا ہے اور دل دھڑکنے لگتا ہے ۔ انسان کے لئے کتابوں کے ماخذ تک پہنچنا کس قدر دشوار ہے ۔ غریب آدھی دور جاتا ہے کہ موت آ جاتی ہے —

فائزست

کیا کتاب وہ مقدس چشمہ ہے جس کے دھاروں سے تمہاری پیاس ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گی ؟ نہیں ، سچی تسکین اور تقویت اگر حاصل ہو سکتی ہے تو اپنے دل سے —

واگنر

تصور معاف ، گزرے ہوئے زمانوں کے خیالات کا مطالعہ کرنے اگلے وقتوں کے کسی حکیم کی نظر سے دنیا کو دیکھنے ، اور پھر اپنے عہد کی ترقیوں سے مقابلہ کرنے میں بڑا لطف آتا ہے —

فاؤست

واہ کیا کہنا ہماری ترقیوں کا! ارے بھائی گزرے ہوئے
 زمانے ہمارے لئے مکتوب سرہستہ کا حکم رکھتے ہیں؛ جنہیں
 تم اگلے زمانے کے خیالات کہتے ہو وہ ہمارے ہی عہد کے
 حضرات کا خیال ہے جس کا عکس تاریخ میں نظر آتا ہے
 ہماری تاریخوں کیا ہیں؟ ایک خواب پریشان، جس سے
 ایک ہی نظر میں لوگوں کا دل اُکٹا جاتا ہے۔ فضولیات کا
 دفتر، مہملات کا انبار، زیادہ سے زیادہ کسی بڑے واقعے یا
 ملکی مہم کی داستان یا سیان پن کے مقولوں کا مجموعہ جو
 کتھہ پتلیوں کی زبان سے اچھے معلوم ہوتے ہیں —

واگنر

لیکن دنیا! انسان کا دل اور اُس کا ذہن! اس کا تھوڑا
 بہت علم تو ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے —

فاؤست

ہاں وہ جس کا نام ہم نے علم رکھا ہے! مگر کون کہہ
 سکتا ہے کہ بچے کا اصلی نام کیا ہے۔ * جن معدودے چند
 لوگوں کو حقیقت کا کچھ علم حاصل ہوا وہ اپنی حماقت
 سے راز کو چھپا نہ سکے؛ انہوں نے عوام پر اپنے جذبات و
 مشاہدات ظاہر کر دیئے اور لوگوں نے انہیں سولی پر چڑھا دیا
 یا آگ میں جلا دیا۔ مگر بھائی اب رات زیادہ آگئی۔

* یہ جرمن زبان کی ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے
 کہ اصل حقیقت کی خبر کسی کو نہیں —

اُس وقت یہ گفتگو معمولی کرذا چاہیئے —

واگزر

میں تو خوشی سے تمام رات جاگنے کو تیار ہوں کہ آپ کے ساتھ یہ عامی مکالمہ چرای رہے۔ کل ایسٹرز کا پہلا دن ہے آپ اجازت دیں تو صبح تیرے حاضر ہو کر چند مسائل آپ سے حل کروں۔ میں نے تحصیل علم میں بڑی محنت کی ہے؛ میں نے بہت کچھ سیکھا مگر چاہتا ہوں کہ سب کچھ سیکھ لوں —

فاؤسٹ

عجب بات ہے کہ اُس شخص کو کبھی نا اُمیدی نہیں ہوتی جو سطحی چیزوں میں مشغول رہتا ہے؛ وہ خزانے کی تلاش میں شوق سے مٹی کھودتا ہے اور کیچڑے پا کر خوش ہو جاتا ہے —

کیا ایسے شخص کو حق ہے کہ یہاں، جہاں روحیں میرے گرد حلقہ کئے ہوئے تھیں، بکواس کرے؟ مگر اس مرتبہ تو اے بد بخت ترین انسان میں تیرا شکر گزار ہوں۔ تو نے مجھے اُس دہشت سے نجات دی جس سے میرے حواس جانے رہتے۔ اُف! وہ شکل دیو کے برابر تھی اور میں اُس کے سامنے ہونا معلوم ہوتا تھا —

میں شبیہ ایزدی، جو اپنے خیال میں حقیقت ابدی کے آئینے سے قریب تھا اور جسم خاکی کی آلائشوں سے پاک ہو کر صفائے قلب اور نور معرفت کے مزے لے رہا تھا، میں جو اپنے

آپ کو فرشتے سے برتر سمجھتا تھا، جسے یہ گمان تھا کہ اُس کی بے قہد روحانی قوت فطرت کے رگ و ریشے میں دوڑتی ہے اور دیوتاؤں کی طرح تخلیق کا لطف اُٹھاتی ہے، اسی سزا کے قابل تھا۔ ایک ہی گرج میں مہرے ہوئے اُر گئے —

نہیں اے روح، مجھے تھری براہروی کا منصب نہیں! مجھے میں تجھے بلانے کی قوت تو تھی مگر روکنے کی نہ تھی۔ اُس مقدس لمحے میں مجھے اپنی برتری اور اپنی کمتری دونوں کا احساس ہوا تو نے مجھے انسانی تقدیر کے گڑھے میں ڈھکیل دیا جس کا کہیں اور ہے نہ چہرہ۔ مجھے کون بتائے؟ کیا کروں کیا نہ کروں؟ کیا میں اپنے دل کی لگی بجھا نے کی کوشش کروں؟ آہ! ہمارے کام اور ہمارے اکام دونوں سفر حیات میں سنگِ راہ ہیں —

ہماری روح کو جو بے بہا نعمت ملی ہے اُس میں اوپری چیزوں کا میل عوجا تا ہے جب ہمیں دولت دنیا ہانہہ آتی ہے تو ہم روحانی برکتوں کو وہم اور دھوکا سمجھنے لگتے ہیں اعلیٰ جذبات جو ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں دنیا کی کیدچہ میں آلودہ ہو جاتے ہیں —

اگر پہلے نیکھل کی بلذد پروازی، اُحد کی قوت سے فضائے نامحدود کی محرم تھی تو اب اس کے لئے ایک تلگ دائرہ کافی ہے اور ساری اُمیدیں، یکے بعد دیگرے، زمانے کے بھنور میں دوبتی جاتی ہیں * فکرو تردد نے دل میں گھر کے درد پلہاں

بحر کی وسعت نظر سے چھپ گئی —

موج کے ہمراہ ہوں گرداب میں —

کا جال پھیلا دیا ہے؛ اضطراب کا طوفان برپا ہے اور راحت و سکون کی کشتی ڈنگا رہی ہے؛ یہ فکریں نئے نئے روپ بدلتی ہیں، کبھی گھر بار کی شکل اختیار کرتی ہیں، کبھی بھوی بچوں کی؛ کبھی آگ کی؛ کبھی پانی کی؛ کبھی زہر کی کبھی تلوار کی، تو اُن ضربوں سے کانپتا ہے جو کبھی کارگر نہیں ہوتیں اور اُس نعمت کو روپا کرتا ہے جو کبھی ضائع نہیں ہو سکتی۔۔۔

میں دیوتاؤں کا ہمسر نہیں! آہ! اس کا مجھے خوب احساس ہے؛ میں اُن کھڑوں کے مانند ہوں جو مٹی میں لٹھڑے رتے ہیں اور مٹی چاٹا کرتے ہیں، جو دھرو کے پیروں میں کچل کر مٹی میں مل جاتے ہیں۔

کہا یہ اونچی دیواریں جن میں میں قید ہوں بجز مٹی کی تھوں کے کچھ اور ہیں؟ اور یہ سارا کلت کبارِ یہ ہزارہا بیکار چھڑیں جنہوں نے مجھے اس گہنہ خاکدان، اس دیدک کی دنیا کا پابند کر رکھا ہے؟ کیا اس میں میرے درد کی دوا ملے گی؟ کیا میں اتنی بات معلوم کرنے کے لئے ہزاروں کتابیں پڑھوں کہ انسان ہمیشہ سے مصیبتیں جھیلتا آیا ہے اور کہیں لاکھوں میں ایک کو راحت نصیب ہوئی ہے؟ اے مردے کی کھوپڑی تو میری طرف دیکھ کہ کیوں دانت نکالتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کسی دن تھرا دماغ بھی اُسی طرح مختل تھا جیسے آج میرا ہے اور روز روشن کی تلاش میں، طلب حق کے خمار میں، ظلمت جہل میں بہتکتا پھرتا تھا۔ اے

سائنس کے آلات تم بھی میرا منہ چراتے ہو، تمہاری پھر گیاں اور دندائے تمہارے پوزے اور کمانہاں مجھے پر ہلستی ہیں: مہن سمجھتا تھا کہ مہن حقیقت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور تم اُس کی کنجی ہو، تمہاری ساخت تو بڑی پھچدار ہے مگر قفل کا کھٹکا تِس سے مس نہیں ہوتا۔ نظام فطرت دن کی روشنی مہن بھی ایک راز سر بستہ ہے اور جو حقیقت تیرے ذہن پر خود بخود منکشف نہ ہو اُس پر بیروں اور پہنچ زور نہیں چلتا۔ اے پرانی بھکار چیزوں، میں نے تم سے کبھی کام نہیں لیا، تم یہاں اس لئے پڑی ہو کہ مہرا باپ تمہیں استعمال کرتا تھا۔ اے دقیانوسی جھلی کے خریطو، جب تک اس دیسک پر یہ دھندلا لیمپ ٹمٹماتا ہے تم دھوپ سے سیاہ ہوتے رہو گے۔ کھا اچھا ہوتا کہ میں اپنی چھوٹی سی زندگی ان چھوٹی چیزوں کے انبار میں عرق ریزی میں نہ کھوتا۔ باپ دادا کا ورثہ لے تو اس کا اہل بھی بن۔ جو چیز کام نہ آئے وہ ایک بھاری بوجھ ہے؛ کام کی چیز وہی ہے جو موجودہ تخلیق کا موضوع ہو۔

یہ کیا بات ہے کہ مہری نظر اُس کونے پر جمی ہے؟ کیا یہ اُس شیشے کی مقلاطیمسی قوت ہے؟ مہری آنکھوں میں دفعتاً یہ جانفروز روشنی کیوں آگئی، جیسے اندھیری رات میں گھنٹے جنگل میں یکایک سپید صبح نمودار ہو جائے؟ مہرا سلام ہو تجھے پر اے بے نظیر شیشے! مہن تجھے ادب سے اٹھاؤں گا تو انسانی حکمت اور صناعتی کا قابل احترام

نمونہ ہے —

اے نہند کی دلفریبیوں کی روح اے موت کی نزاکتوں کے
 جواہر اپنے مالک کی مدد کر۔ تجھے دیکھتے ہی درد کی خلش
 کم ہو گئی تجھے چھوٹے ہی اضطراب قلب کو سکون سا ہو گیا؛
 مہری روح میں جو طوفان برپا تھا رفتہ رفتہ فرو ہو رہا ہے۔
 میں بکھر ہوکراں میں بہا چلا جا رہا ہوں، سمندر کی سطح میرے
 قدموں کے نیچے چمک رہی ہے، نیا دن مجھے نئے ساحل
 دکھا کر للچا رہا ہے —

ایک آتشوں بگھی ہوا میں نمودار ہے اور سبک روی
 مہرے پاس آ رہی ہے۔ مہں تیار ہوں کہ نئی شاہراہ پر
 سفر کروں اور چرخ اٹیر سے گذر کر ان نا معلوم کدوؤں میں
 پہنچوں جہاں حرکت محض کا دور دورہ ہے الہہ الہہ! یہ
 بلند و برتر زندگی! یہ ملکوتی مسرت! اے زمین کے کپڑے،
 تو اور یہ مراتب؟ ہاں اپنے عزم کو استوار کر لے اور اس ناستوتی
 سورج سے ملکہ پھیر لے! تیار ہو جا، ان دروازوں کو اکھاڑ پھینکنے
 کے لئے جن کے پاس سے لوگ دے پاؤں گذر جاتے ہیں۔ یہی وقت
 ہے کہ تو اپنے عمل سے انسان کو دیوتاؤں کا ہمسو ثابت کر دے،
 ان تہرہ و تار بلند یوں سے نہ درے جہاں تخیل کے پر جلتے
 ہیں اور اس گذر گاہ کی طرف پرواز کرے جس کے تنگ دروازے
 پر جہنم کے شعلے بھڑکتے ہیں۔ اس مہم کے لئے ہنستا کھیلنا
 کمر بستہ ہو جا چاہے اس مہں قعر عدم میں گر جانے کا
 خطرہ ہو —

آلے شفاف بلوری ظرف جس پر برسوں سے میدری نظر نہیں
 پڑی تھی، اپنے چوبی خول سے نکل - تو بزرگوں نے خوان طرب
 کی رونق تھا، دست بدست پھر کر دل گرفتہ مہمانوں کو
 سرور بخشا تھا - تہرے دلغریب نقش و نگار کمال صنعت کا
 نمونہ تھے، انہیں دیکھ کر مجھے جوانی کی راتیں یاد آتی
 ہیں جب ہر پینے والے کا فرض تھا کہ ان تصویروں پر شعر کہے
 اور ایک گھونٹ مہن شیشے کا شیشہ چڑھا جائے - اس وقت
 میں تجھے کسی ہنسنشین کی طرف نہ بڑھاؤں گا، تیری صداعی
 پر طبع آزمائی نہ کروں گا؛ تہرے جوف میں ایک زعفرانی عرق
 ہے جو چشم زن میں مست کر دیتا ہے - یہ مہری کشید ہے
 اور میدری پسند - اب میں دل و جان سے یہ آخری جام صبح
 عہد کی تکریم میں پیتا ہوں —

(شیشے کو مہے سے لگاتا ہے)

(گھنٹیاں بجتی ہیں اور سنگت کا گانا ہوتا ہے)

فرشتوں کی سنگت

مسیح پھر جی اُٹھا!

مژدہ ہو فانی انسانوں کو

جو مہلک گناہوں میں،

موروثی شب دو خطاؤں میں

ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں -

فاؤسٹ

یہ کیسی دلکش نشید ہے، کیسا جانفزا نغمہ ہے جو میرے

منعم سے اس شیشے کو چھیننے لپٹتا ہے ؟ اے گھنٹہ کیوں کی آواز، کیا
تو ابھی سے مبارک ایسٹر منانے لگی ؟ اے سنگتو، کیا تم
وہی تسکین بخش گیت گارہی ہو جو ایک بار شب تاریک
میں ایک قبر کے بالین پر فرشتوں کی زبان سے عہدِ رحمت
کی تجدید کر رہا تھا —

عورتوں کی سنگت
ہم دوا دارو سے
اُس کی خدمت کرتے،
خلوص اور عقیدت سے
اُسے نرم بچھونے پر لٹاتے :
اُس کے زخموں پر سلیقے سے
صاف ستھری پٹییاں باندھتے
مگر افسوس ! اب مسیح
ہمارے درمیان نہیں -
فرشتوں کی سنگت
مسیح پھر جی اُٹھا
مبارک ہے وہ عاشق
جو پاک کرنے والے صبر آزما
آلام و مصائب کے
امتنحان میں پورا اُترا -

فائزست

اے دھیمے اور اثر مہن توپے ہوئے آسمانی نغمے تو

مجھے خاک بسر سے کیا توقع رکھتا ہے؟ وہاں جا جہاں نرم
 دل والے لوگ جمع ہوں۔ میں تھرے پیام کو تو سنتا ہوں مگر
کیا کروں میرا دل عقیدے سے خالی ہے؛ معجزہ عقیدت کی گود کا
پالا ہے۔ میں اُس روحانی فضا میں پرواز کی جرات نہیں رکھتا
جہاں سے یہ مبارک مزدہ آیا ہے۔ مگر میں اس کے سننے کا بچپن
سے عادی ہوں اور اس وقت بھی یہ مجھے نئی زندگی کی
دعوت دے رہا ہے۔ پہلے مجھے یوم السبت کی سنجیدہ خاموشی
میں رحمت الہی پیدار کیا کرتی تھی؛ اُس زمانے میں گھنٹوں
کی دیکش آواز اسرار الہی کا خزانہ معلوم ہوتی تھی اور عبادت
الہی دل کو ذوق و شوق اور مسرت سے معمور کر دیتی تھی؛
کوئی مبارک نامعلوم آرزو مجھے جنگلوں اور لالہ زاروں میں
کھینچ لیجاتی تھی اور گرم آنسو رخساروں پر بہ کر ایک نئی
دنیا کا احساس پیدا کرتے تھے۔ یہ گیت جو اس وقت گایا
جارہا ہے بچپن کے جاں بخش کھیلوں اور بہار کی آزاد
مسرتوں کا پیام لاتا تھا؛ اُن گھڑیوں کی یاد بچپن کے احساسات
کو تازہ کر کے، مجھے آخری خطرناک قدم اُٹھانے سے روک رہی
ہے۔ بچے جا اے آسمان کے نغمہ شیریں کی گت! میری آنکھوں
 سے آنسو جاری ہیں؛ مجھے زمین نے پھر اپنا کر لیا —

لڑکوں کی سنگت

آغوش قبر کا مدفن

عظمت و جلال سے

پھر اُٹھ کھڑا ہوا؛

زندگی کا لطف اُتھانا ہے
 تخیلیق کے مزے لیتا ہے
 آہ! ہم زمین کی کود میں

 ہدفِ مصائب ہیں -

 وہ اپنوں کو پردیس میں
 چھوڑ کر چلا گیا ؛
 ہاے ! اے آقا ہم
 تیری خوش قسمتی پر روتے ہیں -
 فرشتوں کی سنگت
 مسیح پھر جی اُٹھا!
 موت کے آغوش سے !
 اپنی اپنی زنجیروں کو
 خوشی خوشی توڑ دو!
 اُس کی ثنا کرنے والو
 محبت کا دم بھرنے والو
 مل جل کر کھانے والو
 اُس کا پیام سنانے والو
 دھست کی بشارت لانے والو
 تمہارا آقا تم سے قریب ہے
 تمہارے لئے موجود ہے -

شہر کے پھاٹک کے سامنے

’ ہر طرح کے لوگ پھاٹک سے نکل کر جا رہے ہیں)

چند فوجوان دستکار

اُدھر کہاں چلے ؟

دوسرے

ہم شکاری کے گھر کی طرف جاتے ہیں —

پہلے

ہم تو پنچپکی کی طرف جائیں گے —

ایک فوجوان دستکار

بھائی ہماری صلاح تو یہ ہے کہ 'واسر ہوف' کی سرائے

میں چلو —

دوسرا

دھر کا رستہ خوشنما نہیں —

دوسرے

تم کیا کرو گے ؟

تیسرا

جہاں سب جائیں گے میں بھی جاؤں گا —

چوتھا

آؤ 'برگ دورف' کی سرائے کی طرف چلیں ' وہاں

خوبصورت لڑکیاں جمع ہوں گی بھر * بڑی اچھی ملے گی '

اور بڑی سیڑییں دیکھنے میں آئیں گی —

پانچواں

اے تر بھی بڑا رسوا ہے ، کیا پھر تیرے بار سر کھجایا

* ایک قسم کی شراب جو اناج سے بنائی جاتی ہے —

ہے؟ میں تو وہاں نہیں جانے کا مجھے اُس جگہ کے نام سے
جازا چڑھتا ہے۔

خالدہ

نہیں، نہیں! میں تو شہر کو واپس جاتی ہوں۔

دوسرے

یقیناً مان وہ چنار کے پیڑوں کے پاس ملے گا۔

پہلی

تو مجھے کونسے لڈو مل جائیں گے؟ وہ تیرے ساتھ سپر کرے
گا، تجھے لے کر میدان میں ناچے گا۔ مجھے تیرے دوستوں
سے کہا غرض؟

دوسرا

آج وہ اکیلا نہیں ہوگا کہتا تھا کہ اُس جوان کو ضرور
بور کر کے لاؤں گا جس کے گھرنگھور والے بال ہیں۔
— مدرسے کا لڑکا —

اُف! البیلی چھوکر یاں کمٹی نیز چلتی ہیں آؤ ذرا قدم
بڑھاؤ نہیں تو ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ زور دار بیر ہو، خوب
کڑوا تمباکو ہو اور ایک بنی ٹھنی چھوکر ساتھ ہو۔ مجھے
تو بس اُس میں مزا آتا ہے۔

شریف لڑکیاں

ذرا دیکھنا ان حسین لڑکوں کو! انہیں شرم بھی نہیں
آتی، کیا ان کی ہمراہی کو اچھی لڑکیاں نہیں ملتی تھیں
جو ان چھوکر یوں کے پیچھے رہے ہیں۔

دوسرا مدرسے کا لڑکا

(پہلے سے)

اتنے تیز نہ چلو ! پیچھے دو لڑکیاں آدھی ہیں ، وہ
بڑے اچھے کپڑے پہنے ہیں ، ان میں سے ایک میری ہم سایہ
ہے ؛ میرا اُس پر دل آگیا ہے ۔ دونوں بڑی نستعلیق چال
سے چل رہی ہیں مگر دیکھنا تھوڑی دیر میں ہمارے ساتھ
چلیں گی —

پہلا

نہیں بھائی صاحب ! میں ایسے جھگڑے میں نہیں پڑتا
تھوڑے چلو نہیں تو شکار جاتا ہے ۔ جو ہاتھ سنبھڑ کو جھاڑو
دیتے ہیں ان سے زیادہ گر مجبوشی سے اتوار کو مصافحہ
کون کرے گا —

شہری

مجھے یہ نہا میرا مجلس ایک آنکھ نہیں بھاتا ۔ اپنی
مہر مجلسی کے زعم میں وہ روز بروز بے باک ہوتا جاتا ہے
اور یہ تو بتائے آخر وہ شہر کے لئے کرتا کیا ہے ؟ شہر کی حالت
بد سے بد تر ہوتی جاتی ہے ؟ پہلے کبھی اتنی سختی نہ تھی اور
نہ اتنا محصول دینا پڑتا تھا —

فقیر

او نیک بابا ، او سندر بی بی ، تم بڑھیا کپڑے پہنے ہو اور
تمہارے گالوں پر سرخی ہے ، دم بھر تھیر کر میری مصیبت

دیکھو اور میری مدد کرو - میں یہاں بیٹھا بہن بچاتا ہوں
 • میرے سوال کو نہ ٹالو - جو سختی داتا فقہر کو بھہک دیتا
 ہے ، اُس کا کلمہ تہنذا رہتا ہے - آج ساری دنیا عید ملاتی
 ہے - فقہر کا بھی آج بھلا ہو جائے —

دوسرا شہری

اتوار کے اور تہوار کے دن لڑائی کے ستر سرجے کی کوئی
 چیز نہیں - فرض کرو یہاں سے دور ترکوں کے ملک میں
 خوب تلوار چل رہی ہے ، تم دریا کے کنارے سرے کی کھڑکی
 میں ہاتھ میں جام لئے کھڑے ہو ، سامنے دریا میں
 طرح طرح کی کشتیاں سپاہیوں سے بھری چلی جا رہی ہیں ؛
 تم شام کو خوش خوش لوت کر گھر آتے ہو اور اپنے ملک
 کے امن کو دعائیں دیتے ہو —

تیسرا شہری

ہاں مہاں ہمسائے میرا بھی یہی خیال ہے - پر دیس
 میں چاہے جتنا خون بہے اور تباہی آئے اپنے دیس کی
 خیر دے -

بڑھیا

(شریف لڑکیوں سے)

واہ وا ! کیا تھاتھہ ہیں ! خدا جوانی کو سلامت رکھے !
 بھلا کون ہے جو تم پر لوت نہ ہو جائے گا - مگر اتنا غرور

کہوں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں - تمہارے دل کی مراد حاصل ہو گی —

شریف لڑکی

چل ، اگلتے ، چل ، میں لوگوں کے سامنے ایسی چڑیلوں کے ساتھ نہیں چلتی - مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ اُس نے واندریاس ، کی رات کو مجھے مہرا ہونے والا عاشق جھٹا جا گتا دکھا دیا تھا —

دوسری

مجھے اُس نے بلور میں دکھا یا تھا - سپاہیوں کی سی سبج دھج والا ، بانکوں کے حلقے میں! میں اُسے ہر جگہ تلاش کرتی ہوں مگر وہ کہیں ملتا ہی نہیں —

سپاہی

اونچی دیواروں والے کوٹ
بلند کھنکروں والے قلعے ،
ناز و انداز والی لڑکیاں
جیتنے کی دھن ہے !
کام بھی ہے جیوت کا ،
انعام بھی شاندار ہے !
ہماری ترھی بجاتی ہے ،
خوشی ہو یا تباہی ہو -
اس کا نام ہلہ ہے !

اس کو زندگی کہتے ہیں !
 قلعوں کو اور لڑکیوں کو
 زیر ہونا پڑتا ہے !
 کام بھی ہے جیوت کا ،
 انعام بھی شاندار ہے !
 سپاہی فتح کرتے ہیں ،
 اور اپنی راہ لیتے ہیں۔

—————)†*†(—————

فاؤست اور واگنر

فاؤست

بہار کی دلکش اور جانفزا نظر نے برف میں جکڑے ندی نالوں کو آزاد کر دیا ہے ؛ وادیوں میں اُمید و مسرت کا سبز لہلہا رہا ہے ؛ پیرو زمستان ضعف سے لڑکھڑاتا ہوا بے برگ و گیلاہ پہاڑوں میں لوت گیا ہے ۔ جاتے جاتے وہ اگتے ہوئے سبزے کی زمردیں سطح پر برف کے چھوٹے چھوٹے دانوں کی ہلکی سی بوچھاڑ کر گیا ہے جس سے ہرے فرش پر سفید دھاریاں بن گئی ہیں ؛ مگر سورج کو سفیدی کی برداشت نہیں ، وہ ہر جگہ سعی و نمو کو ابھارنا اور ہر چیز میں شوخ رنگوں سے جان ڈالنا چاہتا ہے ۔ پھول تو ابھی تک سطح زمین پر نظر نہیں آتے مگر ان کی جگہ انسان ہیں گوناگوں لباس میں ۔ اچھا اب ذرا پلٹ کر اس بلندی سے شہر کی طرف نظر ڈالو ۔ ہیبت ناک بوسیدہ پھاٹک سے رنگ برنگ کے لوگ چلے آتے ہیں ہیں ۔ آج ہر شخص ہوا کھانے نکلا ہے ۔ وہ مسیح کے قبر سے نکلنے کی خوشی مناتے ہیں کیونکہ وہ خود قبروں سے نکلے ہیں

نیچے مکانوں کے اندھیرے کمروں سے ، کالم کالج کی قید سے ،
 چھتوں اور دیواروں کے خلعجان سے ، تنگ گلیوں کی اُمس سے ،
 گرجوں کی عبادت شہانہ سے ، کھلی ہوا اور روشنی میں - دیکھو ،
 دیکھو کتنی تیزی سے مجتمع چھوٹی چھوٹی تکریموں میں بت
 کر باغوں اور کھیتوں میں پھیل گیا ہے جیسے کسی دریا کے
 طرل و عرض میں بجڑے مستانہ وار چل رہے ہوں - اور اب یہ
 آخری کشتی مسافروں سے لدی جا رہی ہے - پہاڑ کی پگڈنڈیوں پر
 دو، دور تک رنگین کپڑوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے - گانے
 سے دھما چوکتی کی آواز آرہی ہے - یہی ہے غریبوں کی سچی
 بہشت ، چھوٹے بڑے خوشی کے نعرے لگا رہے ہیں ؛ یہاں میں
 انسان ہوں میں انسان ہو سکتا ہوں —

واگنر

اے علامتہ محترم ، آپ کی ہمراہی میں سیر کرنا باعث
 فخر اور موجب فہوض ہے - مگر میں اکیلا ہوتا تو میں یہاں کبھی
 اپنی اوقات ضائع نہ کرتا کیونکہ مجھے گنوار پن سے سخت
 نفرت ہے - یہ سارنگی کی آواز یہ شور و غل ، یہ لہو و لعب
 میرے لئے سامعہ خراش ہے ؛ ان لوگوں نے وہ چہنچ پکار مچا
 رکھی ہے گویا شیطان ان میں حلول کر گیا ہے اور اس کا نام
 جشن مسرت اور نغمہ و سرود رکھا ہے —

(لہو کے درخت کے نیچے کسان جمع ہیں - ناچ گانا ہو رہا ہے)

چرواہا بن سنور کر نا چلے چلا

رنگین کپڑے ریشمی ، فیتے

اور گلے میں پھولوں کا ہار
 سر سے پانوں تک چھپلا بنا
 اہا ہا ہا ! اہا ہا ہا !
 تاک دھنا دھن تاک دھنا دھن !
 طبلہ بجاتا جاتا ہے ;
 وہ مجمع میں گھس پڑا
 ایک لڑکی کو کہنی ماری
 شوخ چھو کڑی مڑ کر کہتی ہے
 کیوں دے کیسا مور کہہ ہے !
 اہا ہا ہا ! اہا ہا ہا !
 تاک دھنا دھن ! تاک دھنا دھن !
 ارے تو بڑا نت کہت ہے !
 جاپہ دورے کسی اور پر ڈال !
بہتبیروں نے اپنی منگیتر کو
جھوٹے پریم سے دغا دی ہے !
 مگر وہ خوشامد در آمد سے
 اُس کو لے کر چلتا ہوا !
 پیڑ کے نیچے وہی جلسہ ہے
 اہا ہا ہا ! اہا ہا ہا !
 تاک دھنا دھن ! تاک دھنا دھن !
 خوشی کے نعرے 'طبلے کی گھمک۔

ایک بوڑھا کسان

ڈاکٹر صاحب ، آپ کی بڑی کرپا ہے جو آپ نے ہمیں اس لائق سمجھا اور اتنے بڑے عالم ہو کر ہم گلواریں میں چلے آئے ۔ لیجئے یہ خوبصورت پہالہ لیجئے جس میں ہم نے تازی شراب بھردی ہے ۔ میں یہ آپ کے لئے لایا ہوں اور پکار کے دعا مانگتا ہوں کہ اس سے نہ صرف آپ کی پیاس کو تسکین ہو بلکہ اس میں جتنے قطرے ہیں اتنے ہی سال آپ کی عمر میں بڑہ جائیں —

فاؤست

میں اس آب حیات کو خوشی سے لیتا ہوں اور تمہارے شکریہ اور دعا کے بدلے میں تمہارا شکر گزار اور دعاگو ہوں —
(لوگ فاؤست کے آس پاس ایک حلقے میں جمع ہو جاتے ہیں)

بوڑھا کسان

سچ مچ یہ آپ نے بڑا اچھا کیا کہ آج خوشی کے دن یہاں چلے آئے کیونکہ ہمیشہ مصہبت کے دنوں میں بھی آپ نے ہم پر کرپا رکھی ۔ ابھی بہت سے لوگ جیتے ہیں اور یہاں موجود ہیں جنہیں آپ کے والد نے بخار کی آگ سے بچایا تھا ؛ انہیں نے وبا کی روک تھام کی تھی ۔ آپ اُن دنوں نو جوان تھے اور اُن کے ساتھ بیماروں کے گھر جایا کرتے تھے لاشوں پر لاشیں نکلتی تھیں مگر آپ صحیح سلامت رہے ، بڑی بڑی جانچ میں پورے اُترے ؛ غریبوں کی مدد کرنے والے کی اُس پروردگار نے مدد کی —

سب مل کر

خدا اس سچے متحسن کو سلامت رکھے جس میں وہ ہماری
مدد کرتا رہے —

فاؤست

اُس آسمان والے کے آگے سر جھکاؤ جو مدد کرنا سکھاتا ہے
اور غیب سے مدد کرتا ہے —
(وہ واگنر کے ساتھ آگے چلا جاتا ہے)

واگنر

اے عظیم الشان ہستی، عوام کے اظہار عقیدت سے تیرے
دل کی کیا کھنیت ہوتی ہوگی۔ خوش قسمت ہے وہ شخص
جو اپنے خدا داد کمال سے یہ فائدہ اُٹھاتا ہو۔ باپ اپنے بچے کو
لاکر تجھے دکھاتا ہے؛ ہر شخص دور آتا ہے اور تجھ سے ہدایت
طلب کرتا ہے، سارنگی رک جاتی ہے نا چنے والا تھم جاتا ہے
جب تو چلتا ہے تو لوگ قطار باندھے کھڑے رہتے ہیں اور ٹوپیاں
اُچھالی جاتی ہیں: بس ذرا سی کسر رہ جاتی ہے کہ وہ گھٹنوں
کے بل جھک جائیں اور تجھے اپنا معبود سمجھیں —

فاؤست

چند ہی قدم پر وہ چٹان ہے جس پر بیٹھ کر ہم اس
مشی کے بعد آرام کرنا چاہتے تھے۔ بارہا میں اکیلا اپنے خیالات
میں قویا ہوا اس چٹان پر بیٹھا رہتا تھا اور روزے نماز سے
نفس کو مارا کرتا تھا۔ میرا سینہ اُمہد سے معمور رہتا تھا
اور دل عقیدے سے قوی۔ میں سمجھتا تھا کہ آنسو بہانے، آہ

سرد کھینچنے، اور کف افسوس ملنے سے آسمان کا مالک مجبور ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی تعریف اس وقت میرے کانوں کو طعن و تشنیع معلوم ہو رہی تھی۔ گاش تم میرے دل کی حالت چاہتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ہم باپ بیٹے ہرگز اس تعریف کے مستحق نہیں! میرا باپ ایک بھلا آدمی تھا جسے نیرنجات کا شوق تھا اور وہ بڑے خلوص سے، مگر انوکھے طریقے سے فطرت کے پاک نظام کے مشاہدے میں سر کھپایا کرتا تھا۔ وہ دوسرے پکے ساحروں کے ساتھ اپنی جادو کی گوتھڑی میں بند رہتا تھا اور خدا جانے کن کن نسخوں سے اُن میل چیزوں کو ملا کر ناپاک ہاندیاں پکایا کرتا تھا۔ شہر کا لال گوشت سوسن کے پتروں کے نیم گرم پانی میں ڈال کر تیز آنچ میں جوش دیا جاتا تھا اور پھر یہ خوش رنگ سرکب شیشوں میں بھرا جاتا تھا۔ یہی وہ دوا تھی جسے پی کر مریض مرتے تھے اور یہ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ کوئی اچھا بھی ہوا یا نہیں۔ ہمارے یہ شیطانی علاج جو وبا سے بدرجہا بدتر تھے ان پہاڑوں اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے خود یہ زہر ہزارہا آدمیوں کو بانتا ہے۔ وہ سب مر گئے اور مجھے یہ دن دیکھنا پڑا کہ آج بھیباک قاتلوں کی تعریف ہوتی ہے —

واگنر

اس سے آپ اتنے ملول کہوں ہوتے ہیں! کیا ایک بھلے آدمی کے لئے یہ کافی نہیں کہ جو فن اُس نے حاصل کیا ہے اُسے دیانت داری اور باضابطگی سے عمل میں لائے؟ نوجوانی میں

انسان اپنے باپ سے عقیدت رکھتا ہے اس لئے جو کچھ اس سے ملتا ہے ادب سے لے لیتا ہے؛ باپ اپنی زندگی میں جو کوشش کرتا ہے بیٹا اس سے فائدہ اُٹھا کر علوم کو ترقی کے بلند تر درجے پر پہنچا دیتا ہے۔

فاؤست

خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے دل میں اس غلطیوں کے بھنور سے نکلنے کی اُمید باقی ہے! انسان کو اُسی کی ضرورت ہے جو وہ نہیں جانتا اور جو کچھ وہ جانتا ہے کسی کام نہیں آتا۔ خیر اب اس ذکر کو چھوڑو، اسے سہانے وقت کو اس کوشت میں بریاں نہیں کرنا چاہئے۔ دیکھو دوڑتے ہوئے سورج کی درشنی میں سبز میدان کے آغوش میں وہ جھونپڑیاں کیسی چمک رہی ہیں۔ سورج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا ہے، ہمارا دن ختم ہو گیا، اب وہ کہیں اور جا کر نئی زندگی کا پیام سنائے گا۔ کاش میں پر پرواز رکھتا اور زمین سے اُڑ کر ہمیشہ اُس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا! تب مجھے شاقی شام کی ابدی روشنی میں ساری دنیا اپنے قدموں میں نظر آئی تو پہاڑ آگ میں دھکتا ہوا، ہر وادی سکون میں ڈوبی ہوئی، روپلمی ندی سمندر کی سنہری دھار میں گرتی ہوئی۔ تب میری دیوتازں می سی پرواز کو نہ سر ہٹا کر پہاڑ رُک سکتے اور نہ دشوار گزار گھاٹیاں ڈراسی دیر میں میری حیرت زدہ آنکھوں کو دفعۃً سمندر اپنی کھڑیوں سمیت موجیں ملتا نظر آتا۔ لوہ سورج تو بالکل ڈوبا جاتا ہے۔ اور

میرے دل میں یہ نئی لہر اُٹھی ہے نہ اُڑ کر اُس کے ساتھ
 جاؤں اور اُس کی ابدی روشنی کو شراب کی طرح پیوں
 آگے دن ہو، پیچھے رات، اوپر آسمان، نیچے سمندر۔ میں
 یہ خواب ہی دیکھتا رہوں گا اور وہ آنکھوں سے چھپ جائے گا۔
آہ! خاکِ انسان کے لئے دوش بدوش پرواز کرنا کھیل
نہیں ہے۔ یہ ہر ایک کی فطرت میں ہے کہ اُس کے دل کے
جذبات آگے کی طرف بڑھیں اور اوپر کی طرف اُٹھیں، دیکھو
لو انہلکوں فضا میں گم ہو کر ابڑا دلہوز گیت گاتا ہے۔
 عقاب بلند بالا صندوق سے اونچا اُڑ کر پر پھیلائے ہوئے
 مدانوں اور سمندروں پر منڈلاتا ہے، یہاں تک کہ سارس
 بھی اپنے وطن کی طرف لوٹنے کے لئے بیتاب رہتا ہے۔

وائڈر

میرے قلب پر بھی اکثر عجیب و غریب واردت گزرتی
 ہے لیکن ایسی لہر میرے دل میں کبھی نہیں اُٹھی۔ آدسی
 ویسے ہی جنگلوں اور کھیتوں کو دیکھتے دیکھتے اُٹتا جاتا ہے،
 سبھی پرندوں کے پنکھہ پر رشک کرنے لگی کیا ضرورت ہے۔ بھلا
 اس پرواز کا مطالعے کن روحانی مسرتوں سے کیا مقابلہ جہاں ہمارا
 ذہن کتاب کتاب، ورق ورق، سپر کرتا پھرتا ہے۔ اس شغل میں
 جازوں کی بھاری راتیں پھول کی طرح ہلکی اور خوشنما معلوم
 ہوتی ہیں اور تمام اعضا کو سعادۂ کی زندگی اور حرارت بخشتی
 ہیں۔ والدہ! جہاں ایک اچھی کتاب کھولی معلوم ہوا سارا
 آسمان آنکھوں کے سامنے ہے۔

فاؤسٹ

تمہارے دل میں ایک ہی لہر ہے ؛ خدا نہ کرے دوسری
 اُتھے - آہ ! مہرے سینے میں دو روحیں ہیں اور ان دونوں میں
 نہیں بذتی ؛ ایک تو کثیف لذتوں کے شوق مہن دنیا سے چھٹی
 ہوئی ہے اور دوسری کو کدھ کہ مجھے خاک سے اُٹھا کر اُس
 عالم پاک میں لے جائے جو میرے بزرگوں روحوں کی جلوہ گاہ ہے۔ اکر ہوا
 میں روحیں ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان براجمتی ہیں ،
 تو کاش وہ اپنے سنہرے بادلوں سے اتر تیں اور مجھے نئی
 رنگ برنگ کی زندگی بسر کرنے کے لئے لے جاتیں ! کاش مہرے
 پاس جادو کا لباس ہو تا اور مجھے اُراکر پردیس کے ملکوں
 میں لیجاتا ! بیش قیمت خلعتوں کا تو کیا ذکر ہے میں اُسے
 سلبوس شاہی کے عوض میں بھی نہ بیچتا —

واگنر

ان جانی پہچانی آسیبی روحوں کو نہ بلائیے جو کرہ ہوا
 میں بھری پڑی ہیں ، یہ انسان کے سر پر دنیا کے چاروں
 کھونت سے بلائیں لاتی ہیں - شمال سے یہ روحیں تیر کی طرح گرتی
 ہیں اور جسم میں پیوست ہو جاتی ہیں ، مشرق سے کھیتی
 کو سکھاتی آتی ہیں اور پھیپڑوں کو جلا دیتی ہیں ؛ جنوب
 کے صحرائوں سے یہ غول بیابانی کے مانند جھپٹتی ہیں اور
 گرمی کی تپش سے بھیجکا پکا دیتی ہیں ، مغرب سے ان کے پرے کے
 پرے دور تے ہیں اور پہلے تو جسم و روح کو تازگی پہنچاتے ہیں
 مگر پھر انسان کو ، کھیتوں کو ، چراگاھوں کو دبو کر چھوڑتے

ہیں - وہ ہماری باتیں شوق سے سنتی ہیں کیونکہ انہیں
 ستانے کا شوق ہے ہمارا کہنا خوشی سے مانتی ہیں کیونکہ
 ہمیں فریب دینے میں انہیں خوشی ہوتی ہے - وہ اپنے آپ
 کو آسمان سے اترے ہوئے فرشتے ظاہر کرتی ہیں اور فرشتوں کے سے
 معصومانہ لہجے میں جھوٹ بولتی ہیں - چلئے اب گھر
 چلیں دنیا پر تاریکی چھا گئی ہے ' ہوا سرد ہو گئی ہے
 اور پالا پڑ رہا ہے گھر کی قدر شام کو معلوم ہوتی ہے -
 آپ کسی چیز پر حیرت سے نظر جمائے ہیں ؟ اس اندھیرے
 میں کونسی ایسی دلکشی ہے ؟

فاؤست

تم نے دیکھا وہ کالا کتنا کپتئیوں میں چکر کھا تا چلا آ رہا ہے ؟

واگنر

میں دیر سے دیکھ رہا ہوں مگر مجھے اُس میں کوئی
 اہمیت نہیں معلوم ہوئی ---

فاؤست

درا غور سے دیکھو تم اُسے کیا سمجھتے ہو ؟

واگنر

میں اُسے جھپڑے بالوں والا کتنا سمجھتا ہوں جو اپنے مالک
 کا نشان قدم تلاش کر رہا ہے --

فاؤست

تم دیکھتے ہو وہ گھونگے کی طرح لمبے لمبے چکر کات
 رہا ہے اور ہم سے قریب آتا جاتا ہے اگر میری نظر غلطی نہیں

کر رہی ہے تو راہ میں اس کے پیچھے پیچھے آتشیں حلقے بنتے جاتے ہیں —

واگنر

مجھے تو سوائے کالے کتے کے کچھ نظر نہیں آتا - غالباً آپ کی نظر کا دھوکا ہے —

فاؤسٹ

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جادو کے پھندے بنا رہا ہے جن میں آگے چل کر ہمارے پیر پھنس جائیں —

واگنر

اب وہ ہماری طرف جھپٹا لیکن دڑتا جاتا ہے کیونکہ اُسے اپنے مالک کے بجائے دواجنبی نظر آ رہے ہیں —

فاؤسٹ

دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اب وہ قریب آگیا —

واگنر

دیکھا آپ نے معمولی کتا ہے بھوت ووت کچھ نہیں - وہ غراتا ہے اور جھجکتا ہے - دیکھئے لیتا دم ہلا رہا ہے - یہ سب کتوں ہی کی سی باتیں ہیں —

فاؤسٹ

آ! ہمارے ساتھ چلا چل !

واگنر

کتا بھی کچھ بھوقوف سا جانور ہے - جب تک آپ

چپ چاپ کھڑے ہیں وہ منتظر رہتا ہے اور جہاں آپ نے بات شروع کی آپ کی طرف جھپٹتا ہے، اگر کوئی چیز کھو جائے تو اُسے ڈھونڈ لائے گا۔ اتر دریا میں چھڑی گر جائے تو وہ بھی فوراً کھو پڑے گا۔

فاؤست

تم تھپک کہتے ہو روح وغیرہ کچھ نہیں یہ محض ایک سدھایا ہوا کتا ہے۔

واگنر

کتا اگر اچھی طرح سکھایا جائے تو دانشمندوں تک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے، بھشک یہ آپ کی نظر عنایت کا مستحق ہے اور بہت سے یونیورسٹی کے طالب علموں سے اچھا شاگرد ہے۔

(وہ شہر کے پھاٹک میں داخل ہوتے ہیں)

مطالعے کا کمرہ

(فاؤست داخل ہوتا ہے کتا بھی ساتھ ہے)

میں کھیتوں اور چراگاہوں سے آیا ہوں جن پر رات کی تاریکی پر اسرار اور پاک رعب کے ساتھ چھائی ہوئی ہے اور ہمارے روح کی اعلیٰ قوتوں کو ابھارتی ہے۔ اب میرے دل کی وحشت انگیز لہریں تہم گئی ہیں اور طوفانِ عمل ساکن ہو گیا ہے: اب انسان، محبت اور عشقِ الہی کے جذبات بھدا ہو رہے ہیں۔

تہم جا اے کتے اُدھر اُدھر مت، درز تو یہاں دھلیز پو کھا
 سونگھ رہا ہے ؟ جا آتشدان کے پہنچے لہٹ جا - مہرے پاس
 جو سب سے اچھا کدا ہے وہ مہوں تجھے دیتا ہوں جس طرح تو
 دہاں پہاڑی رستے پر اچھل کود کر ہمیں خوش کر رہا تھا
 اسی طرح اب مہوں تجھے اپنا بے زبان عزیز مہمان سمجھ کر
 تیری خاطر کروں گا —

جب ہمارے چھوٹے سے کمرے مہوں ہمارا دلسوز چراغ چلتا
 ہے تو دل کا کنول بھی روشن ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے آپ
 کو پہچانتا ہو - عقل کی زبان کھلتی ہے اور اُمد کی کلی
 کھلتی ہے ؛ انسان کو زندگی کے چشموں بلکہ زندگی کے سرچشمے
 کی آرزو پہنچھن کر دیتی ہے —

اے کتے تو کیوں غراتا ہے - تھری یہ حیوانی آواز اُن مقدس
 نغموں سے میل نہیں کھاتی جو میری روح مہوں گونج رہے ہیں
 انسانوں کی عادت ہے کہ جس چیز کو نہیں سمجھتے اس پر
 ہنستے ہوں - اور حسن و خُہر کے جلوے تاب نہیں لاسکتے تو
 غراتے ہوں - کیا کتے کا بھی یہی دستور ہے ؟

مگر افسوس ! اب میرے سکون قلب کا خاتمہ ہے میں لاکھ
 چاہتا ہوں مگر مہرے سیلے سے جمعیتِ خاطر کا چشمہ نہیں
 اُبلتا - آخر یہ دھارا اس قدر جلد کیوں رک گیا اور مہری دل
 کی کھیتی کھوں سوکھ کر رہ گئی ؟ یہ واردات مجھے پر
 اکثر گذرتی ہے مگر اس کا علاج بھی معلوم ہے ؛ (ایسی صورت
 مہوں) انسان کا دل خود بخود آسمانی چیزوں کی طرف

کہتے ہیں اور کلام الہی کی طرف راضی ہوتا ہے جس کا
 صب سے ہر تر اور حسوں مظهر انجیل مقدس ہے۔ مہرا دل بے اختیار
 چاہتا ہے کہ انجیل کا اصل متن پڑھ کر معنوی صحت کا خیال
 رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ اپنی پیاری جرمن زبان میں کروں —
 (وہ ایک کتاب کہول کو رکھتا ہے اور ترجمہ کرنے بیٹھتا ہے)

لکھا ہے ”جب کچھ نہ تھا تو کلمہ تھا“ ارے یہ تو
بسم اللہ ہی غلط ہو گئی۔ کون ہے جو میری مدد کرے؟ بہلا
 میں لفظ کی اتنی عظمت کیسے تسلیم کر لوں۔ نہیں یہ نہیں
 ہو سکتا۔ اس کا ترجمہ کچھ اور ہونا چاہئے؛ اے نور عرفان
 میری شمع راہ بن۔ لکھا ہے ”جب کچھ نہ تھا تو معنی
 تھا“ تھہر جا، پہلی سطر پر اچھی طرح غور کر لے؛ تیرا قلم
 حد سے زیادہ تیز نہ چلے۔ کیا معنی خالق کل اور قادر مطلق
 ہے؟ یوں ہونا چاہئے تھا ”جب کچھ نہ تھا تو قوت تھی“
 مگر یہ لکھتے لکھتے کوئی میرا ہاتھ پکڑے لیتا ہے۔ العبداللہ!
 نور عرفان نے میری مدد کی۔ یکایک میری نظر سے حجاب
 اُٹھ گیا اب میں داجعی سے لکھتا ہوں ”جب کچھ نہ
 تھا تو فعل خلاق تھا“

اے کچے اگر تو میرے ساتھ اس کمرے میں رہنا چاہتا ہے
 تو وہ بھوکنا چلانا بند کر دے۔ مجھے ایسے ساتھی کی برداشت
 نہیں جو میرے کام میں مغل ہو۔ ہم دونوں میں سے ایک
 یہاں رہ سکتا ہے۔ اب میں ناچار مہمان نوازی
 کو خیر باد کہتا ہوں۔ دروازہ کھلا ہے جا اپنی

راہ لے۔ مگر ہائیں یہ مہن کیا دیکھتا ہوں! ایسا بھی کہیں ہوا ہے؟ یہ نظر کا دھوکا ہے یا حقیقت میں کتا پھوٹا چلا جاتا ہے! دیو دیو کا سامنے کھڑا ہے! یہ کتے کی شکل نہیں! مہن کس بلا کو اپنے ساتھ لے آیا! یہ تو نہل کا گھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ انگارہ سی آنکھیں، خوفناک دانت! تھر، تیرا علاج مہرے پاس ہے۔ ان دوغلے جہنم کے بچپوں کے لئے مفتاح سلیمانی سے کام لینا چاہئے۔

(روحیں برآمدے مہن چلاتی ہیں)

ہم میں سے ایک اندر قید ہے۔ باہر ہی رہو! اُس کے پاس نہ جاؤ۔ پرانا بن بلاؤ، در سے بدحواس ہے! جیسے پنجبرے کے اندر لومڑی ہو۔ خبردار اندر نہ جانا! دھڑ دھڑ مغللاؤ وہ خود ہی چھت جائے گا۔ جہاں تک بن پڑے اُسے قید نہ رہنے دو۔ اُس نے ہم سب پر بڑے احسان کئے ہیں۔

فاؤست

اِس عجیب الخلق جانور کو رام کرنے کے لئے چار روحوں

والے ملتر کی ضرورت ہے:۔

اے روح آتشی جل جا، اے روح آبی بہ جا،
اے روح ہوائی اُڑ جا، اے روح خاکی ہشیار ہو جا،
چھو شخص عناصر کے خواص اور اُن کی قوت سے واقف نہیں

وہ روحوں پر حکومت نہیں کر سکتا۔

اے روح آتشی شعلہ بن کر غائب ہو جا،

اے روح آبی سیلِ خروشاں بن کر بہ جا

اے روح ہوائی شہاب ثاقب بن کر چمک،
اے روح خاکی تو گھریلو رنوق ہے، مدد کر، ظاہر ہو جا،

چاروں مہیں سے کوئی روح اس جانور مہیں نہیں۔ وہ مزے
مہیں دانت نکالے لیتا ہے جیسے منجھہ پر ہنستا ہو۔ مہیں
اس کا بال بھی بیکا نہیں کوسکا۔ مگر تھیر تھیر میرا حکم
ماننا پڑے گا۔ میں اور قوی ملتر سے کام لیتا ہوں۔ دیکھہ اے
نابکار اے جہنم سے بھاگی ہوئی روح، اس نقش کو دیکھہ جس
کے آگے ساری ظلمات کی قوتیں سر جھکتی ہیں۔ لو اُس کے
بال کھڑے ہو کر سپہی کے کانتے بن گئے۔ مردود مخلوق،
اے ایسے پڑے، اس نا دستہ اسم کو، اس نا گفتہ کلمے کو جو زمین
سے آسمان تک جاری اور ساری ہے اور ہمارے گناہوں
سے مجروح۔

اب وہ آتش دان کے پیچھے چھپا ہے اور پھول کر ہاتھی
بن رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سارے کمرے میں سما جائے گا
چھت کی طرف مت بڑے۔ آ اپنے مالک کے قدموں پر سر
دکھ۔ تونے دیکھا میری دھمکی بیکار نہ تھی۔ میں تجھے
جلتی آگ میں جھلسا دوں گا۔ اتنی دیر نہ لٹا کہ مجھے
تھری آگ بھڑکنا پڑے جو میرے ساحرانہ کمال کا آخری
کوشش ہے۔

(گھر چھا جاتا ہے۔ 'شیطان' ایک جہاں گرد ملا کے
لباس میں آتشدان کے پیچھے سے ظاہر ہوتا ہے)

شیطان

یہ چیخ پکار کیوں؟۔ فرمائیے کیا حکم ہے —

فاؤسٹ

خوب! یہ کتے کے خول میں آپ تھے، ایک جہاں گرد
ملا۔ مجھے اس واقعے پر ہنسی آتی ہے —

شیطان

میں حضرت علامہ کی خدمت میں آداب بجالاتا ہوں۔
آپ نے مجھے بسیلے پسیلے کر دیا —

فاؤسٹ

اسم مبارک؟

شیطان

میرے نزدیک یہ سوال اتنے بڑے شخص کے لئے، جو الفاظ
کو اس قدر حقیر سمجھتا ہے، بہت چھوٹا ہے۔ آپ کی نظر تو
ظاہری پردوں کو ہٹا کر حقیقت ذات کو دیکھتی ہے —

فاؤسٹ

آپ حضرات کی ذات آپ کے نام ہی سے پہچانی جاتی
ہے۔ مکھڑوں کے دیوتا، رنزن ایمان، جھوٹوں کے بادشاہ،
ایسے ناموں سے آپ کی حقیقت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ خبر
یہ تو بتائیے آپ ہیں کون؟

شیطان

اُس قوت کا ایک جز جو ہمیشہ بدی کرنا چاہتی ہے اور
ہمیشہ نیکی کرتی ہے —

فائز

اس معنی کا مطلب ؟

شیطان

میں وہ روح ہوں جو ہر چیز کا انکار اور ہر چیز کی نفی کرتی ہے اور میں حق بجانب ہوں ، کہوں کہ جتنی چیزیں وجود میں آتی ہیں سب اس قابل ہیں کہ معدوم ہو جائیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ کوئی چیز وجود میں نہ آئے پس وہ جسے آپ گداز ، ہلاکت ، بدی کہتے ہیں میری سرشت ہے ۔

فائز

تو اپنے کو ایک چیز کہتا ہے حالانکہ میرے سامنے پورا کا پورا کھڑا ہے ۔

شیطان

میں میرے سامنے عاجزانہ حقیقت بیان کرتا ہوں ۔ یہ انسان ہی ہے جو اپنی ذات کو ، اس دنیائے حماقت کو ، ایک وجود کلی سمجھتا ہے ۔ میں اس جز کا ایک جز ہوں جو ابتدا میں گل تھا ، اُس ظلمت * کا ایک ٹکڑا ہوں جس سے نور پیدا ہوا ، وہ متکبر نور + جو اپنی ماں شب تاریک کا مد مقابل بن کر اس سے اس کی قدیم عظمت ، اس کی مکانی قلمرو چھیننا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ وہ لاکھ ہاتھ پر مارے مگر اجسام خاکی کی قید سے آزاد

نہیں ہو سکتا۔ وہ جسموں میں چسکتا ہے اور جسموں کو چسکتا
مگر جسم اُس کو آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ اُس لئے مجھے اُمید
ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ جسموں کے ساتھ خاک میں
مل جائے گا۔

فاؤست

اچھا! اب مجھے پر کھلا کہ تیرا مبارک فرض کیا ہے۔ تو
کائنات اکبر کو برباد نہیں کر سکتا، اُس لئے کائنات اصغر سے
ابتدا کرتا ہے۔

شیطان

اور سچ پوچھئے تو یہاں بھی کچھ کام چلتا نہیں نظر آتا۔
اس عدم کے حریف، اُس وجود اس کثیف عالم سے میں کتنا کچھ
چھین چکا، مگر موجوں سے، طوفانوں سے، زلزلوں سے، آگ کے
شعلوں سے اس کا کچھ نہیں بگڑا۔ اب دیکھتا ہوں تو بروہنصر
کی وہی شان ہے جو پہلے تھی۔ اور یہ کسبخت مخلوق انسانوں
اور جانوروں کے بچے کسی طرح غارت نہیں ہوتے۔ نہ جانے
کتنوں کو دفن کرچکا مگر جب دیکھئے ایک نئی نسل
موجود ہے جس کی رگوں میں تازہ خون دوڑ رہا ہے۔ یہ سلسلہ
یوہیں چلا جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سر پھوڑ لوں! ہوا
سے، پانی سے، مٹی سے، خشکی میں، تری میں، گرمی میں سردی
میں ہزاروں سنگے پھوٹتے چلے آتے ہیں۔ اگر میں آگ کو
اپنے لئے محفوظ نہ کر لیتا تو میرے پلے کچھ نہ رہتا۔

فاؤسٹ

یوں کہہ کہ تو ابدی ابر کرم، جان بخش قوت خالق کے سامنے
اپنا شیطانی گھونسا تانے کھڑا رہتا ہے مگر تیرے بنائے کچھ
نہیں بنتی۔ جا اب کوئی اور شغل ڈھونڈ، اے فساد ازلی
کے عجیب الخلق فرزند —

شیطان

ہم لوگ سچ مچ اس پر غور کریں گے۔ اچھا اب پھر کبھی
باتیں ہوں گی۔ اس وقت اجازت ہو کہ میں رخصت ہوں —

فاؤسٹ

میں سمجھا نہیں کہ اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ اب|| تو
تجربہ سے ملاقات ہو ہی گئی۔ جب جی چاہے میرے پاس آ۔
یہ کھڑکی ہے، یہ دروازہ ہے۔ اور تو تو دود دان سے بھی
آ سکتا ہے —

شیطان

سچ سچ کہہ دوں؟ یہاں سے رفو چکر ہونے میں ایک
چھوٹی سی چیز حائل ہے۔ یہ دروئید * کا قدم جو تیری
دھلیز پر بنا ہے —

فاؤسٹ

اس پنبہ گوشے نے تجھے زچ کر دیا ہے؟ مگر اے دوزخ کی
اولاد یہ تر کہہ کہ جب تیرا اس حلقے میں گزر نہیں تو
تو اندر کیسے آیا؟ اتنا برا شاطر کیوں کر چکسہ کہا گیا؟

* دروئید (Druid)۔ قدیم برطانیہ کا پجاری، ساحر اور نجومی۔

شیطان

نور سے دیکھو، یہ شکل مکمل نہیں ہے باہر کی طرف کا گوشہ تھوڑا سا کھلا رہ گیا ہے —

قائست

یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے۔ تو اب تو میرا قیدی ہے؟
یہ شکار مفت میں ہاتھ آیا —

شیطان

کتا بے دیکھے بھالے جست کر کے اندر گیا۔ مگر اب معاملہ دوسرا ہے۔ شیطان اس دھلیز سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا —

قائست

یہ تو کھڑکی سے کیوں نہیں نکل جاتا؟

شیطان

شیطانوں اور بھوتوں کا یہ قانون ہے کہ جس راستے سے وہ آئے ہیں اُسی راستے سے جائیں۔ آئے میں ہم آزاد ہیں جانے میں پابند —

قائست

اچھا! جہنم میں بھی قوانین ہیں۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ غالباً اگر کوئی چاہے تو آپ حضرات سے معاہدہ بھی کر سکتا ہے؟

شیطان

بیشک جو وعدہ کیا جائے گا اُس سے تو دورا فائدہ اُٹھائے گا

اُس میں بال برابر فرق نہ ہوگا مگر یہ باتیں روا روی میں طے کرنے کی نہیں ہیں۔ آئندہ ملاقات میں اُس پر گفتگو ہوگی۔ اُس وقت تو میری عاجزانہ التجا ہے کہ مجھے جانے کی اجازت دی جائے۔

فاؤسٹ

درا تھر، جلدی کیا ہے۔ مجھے ایک عمدہ سی کہانی تو سناتا جا۔

شیطان

اب تو جانے ہی دے۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا اُس وقت جو جی چاہے مجھ سے پوچھنا۔

فاؤسٹ

میں نے کچھ تیرے لئے جال نہیں بچھا یا، تو آپ ہی آپ آن پھلسا۔ جو شیطان کو پکڑ پائے اُسے اپنی گرفت مضبوط رکھنا چاہئے۔ اُس کا دوبارہ قابو میں آنا کھیل نہیں۔

شیطان

اگر تیری یہی مرضی ہے تو میں بھی مصاحبت کے لئے حاضر ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے تفریح طبع کے لئے اپنی شان کے مطابق اپنا کمال دکھانے کی اجازت ہو۔

فاؤسٹ

میں شوق سے اجازت دیتا ہوں مگر کوئی دلچسپ تماشا ہو۔

شیطان

مہرے دوست، تو گہری بور میں متحسوس لذتوں کا اتنا لطف اُٹھائے گا جتنا معمولی زندگی میں سال بھر میں بھی نصیب نہ ہوتا۔ سبک پرواز روحیں جو گہمت سناہتی ہیں اور جو خوشنما تصویریں دکھاتی ہیں وہ خالی خولی ”سہمیہ کی سی نمود“ نہیں۔ اس کے علاوہ تھرا دماغ خوشبو سے معطر ہو جائے گا اور تیری زبان ذائقہ کی شہرینی سے ہونت چاٹے گی تب تجھے معلوم ہوگا کہ لذت کسے کہتے ہیں۔ چلو اے رُحو کسی طیاری کی ضرورت نہیں۔ تم آ تو گئی ہو بس شروع کر دو۔

روحیں

ہٹ جا اے آسمان کے گنبد زنگاری
دکھا دے اپنا جلوہ اے نیلگوں چرخ اُتھر
بکھر جاؤ اے کالے کالے بادلو
چمک اُٹھو اے روشن ستارو، چھوٹے آفتابو
آسمان کے دلبندو، روحانی حسینو۔
خرام ناز کا انداز دکھاتے گذر جاؤ
کشش آرزو سے کھچتے چلے جاؤ۔
اپنے خوشنما لباس، اپنے لہراتے ہوئے پتکونکے عکس
بساط زمین کے ہر کنج تلہائی پر ڈالو
جہاں عاشق و معشوق نشہ الفت میں سرشار
عمر بھر کیلئے دیہسان وفا باندہ رہے ہوں۔

جدھر دیکھو خودرو درختوں کے کلچ نظر آتے ہیں۔
 انگور سے لدی بیل پانی کے خزانے میں جھکی ہے
 جنو اس کے لئے قربیتی کا کام دیتا ہے،
 وہ چشمے جلمیں شراب ناب جوش کھاتی ہوئی
 بیداغ لعل و جواہر کی کانوں سے جھرتی ہے،
 پہاڑوں کو پھچھے چھوڑ کر میدانوں میں بہتے ہیں
 اور سمندر کی طرح پھیل کر
 سر سبز پہاڑیوں کو حلقے میں لے لہتے ہیں۔
 پرندے بادۂ مسرت سے سرشار
 سورج کے رخ اور اُن جزیروں کے رخ اُرتے ہیں
 جونپرنگ نظر سے موجوں کے ساتھ بہتے نظر آتے ہیں
 سنگت میں گانے والوں کی تانیں
 ہمارے کانوں کو مسرور کر رہی ہیں
 اور مرغزاروں پر ناچنے والوں کی تولیاں
 ادھر ادھر پھیلی ہوئی ہماری نظر، نکولبھا رہی ہیں
 بعض پہاڑیوں پر چڑھ گئے بعض دریا میں تیر رہے ہیں
 سب زندگی چاہتے ہیں سب اُس دور دراز منزل کی طرف بڑھتے ہیں
 جہاں سرگرم الفت سمارے جلوہ افروز ہیں

شیطان

لو وہ سو گیا! شاباش اے سبک پھر نازنین لڑکو! تم نے
 اے اپنی لوریوں سے سچ سچ سلا دیا۔ تمہاری اس رامشگری
 سے مہن زہر بار احسان ہوں۔ اے 'فاؤسٹ' تو ابھی تک وہ

انسان نہیں جو 'شیطان' کو جکڑ کر رکھ سکے۔ اسے خواب میں اصنام خیالی کا نیرنگ دکھاؤ اور اوہام کے سندسوں غرق کردو۔ مگر مجھے اس طلسم کو توڑنے کے لئے چوہے کے دانت سے مدد لینا ہے؛ زیادہ دیر منقر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

لو وہ ایک چوہے کے پھر کی سر سراہت سنائی دی۔ وہ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرے گا۔

سن تجھے چوہوں، چوہیوں، مکھیوں، مینڈکوں، کھتلموں اور جوؤں کا مالک حکم دیتا ہے کہ آگے بڑھ کر اس دہلیز کے اس حصے کو کتر ڈال جس پر وہ تھل چھڑکتا ہے۔ تو کودتا ہوا آن پہنچا؟ بس اپنے کام میں جت جا۔ وہ نوک جس کے سبب سے میں گزر نہیں سکتا سب سے آگے کے کونے پر ہے۔ ایک بار اور مدہ مار۔ بس اب کام بن گیا۔ اچھا۔ وہاں 'فائز ست' تم مزے میں خواب دیکھے جاؤ۔ پھر ملاقات ہوگی۔

فائز ست

کہا میں نے پھر دھوکا کھایا؟ وہ سب روحیں غائب ہوگئیں۔ کیا وہ سچے سچ کتا تھا جو غائب ہوگیا اور 'شیطان' کا دیکھنا محض خواب تھا۔

مطالعے کا کمرہ

فاؤست - شیطان

فاؤست

کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے ! چلے آؤ چلے آؤ ! کون
مجھے حق کرنے کو آگھا ؟

شیطان

میں ہوں —

فاؤست

چلے آؤ —

شیطان

تم تیسری بار کہو تو آؤں —

فاؤست

آؤ بھی کسی طرح —

شیطان

تیری یہ باتیں مجھے پسند ہیں - مجھے اُمید ہے کہ ہم
— دونوں میں نبیہ جائے گی - تیرا غم غلط کرنے کے لئے نہیں
— رہے زائدہ بن کر آیا ہوں - ذرا میرا تھا تھہ دیکھ، لال قبلہ

میں سنہری کام کی گوت ہے اور اس پر بے شکن ریشمی عبا، توپی
میں مرقی کے پر کی کلفی ہے اور کمر میں شمشیر آبدار - مہن تجھ
بھی یہ صلاح دیتا ہوں کہ مہرا جیسا لباس پہن لے تاکہ تو
جی کھول کر زندگی کا لطف اٹھا سکے —

فاؤست

میں تو سمجھتا ہوں کہ چاہے جو لباس پہنوں مجھے اس
محدود ارضی زندگی کی کوفت بد سگور محسوس ہوگی - نہ
میں ایسا جوان ہوں کہ اس تماشے سے خوش ہو جاؤں اور نہ
ایسا بوڑھا کہ آرزوؤں کے پنبے سے چھوٹ جاؤں؟ مجھے دنیا کیا
دیدے گی؟ ترک خواہشات کر، ترک خواہشات کر، یہ وہ ابدی
گیمت ہے جو ہر شخص کے کانوں میں گونجا کرتا ہے، جسے
ہماری زندگی کی ہر ساعت بھرائی ہوئی آواز سے گلیا کرتی ہے۔
روز صبح اٹھ کر میرے دل میں ہول بھٹھہ جاتا ہے۔ اور جی
چاہتا ہے کہ آنے والے دن پر آنسو بہاؤں جس میں میری کوئی
آرزو نام کو بھی پوری نہ ہوگی بلکہ راحت کی جو ذرا سی
امید باقی ہے وہ بھی ضد اور اعتراض کی بدولت مٹ جائے گی
اور میری قوت تخلیق کی راہ میں زندگی کے ہزاروں بکھیرے
حائل ہو جائیں گے۔ اسی طرح جب میں رات گئے درتے درتے
بستر پر لیٹتا ہوں تو چین نہیں آتا اور پریشان خواب ستایا
کرتے ہیں، خدا کا تصور۔ جو میرے دل میں دھتتا ہے، میری باطنی
زندگی میں ہیبتان برپا کرنے پر قادر ہے اور میری ساری قوتوں
کا ہمداء اصلی ہے، عالم ظاہری میں بے دست و پا ہے اس لئے

مجھے زندگی اچھون ہے - مہین موت کا طالب ہوں اور زیست
سے بہزار —

شیطان

پھر بھی موت جب آن پہنچتی ہے تو کوئی دل سے اس
کا خیر مقدم نہیں کرتا —

فائزست

خوش قسمت ہے وہ شخص جو فائز کی شان سے عزت کا
سہرا سر سے باندھتا ہے اور مستانہ وار رقص سے چور ہو کر کسی
حسیہ سے ہم آفوش ہوتا ہے - آہ - کاش میں بھی اسی
عالم میں روح برتر کی قوت سے مسعود رہے جان ہو کر
گر پڑتا —

شیطان

مگر پھر بھی کوئی اس رات کو زعفرانی عرق پیتے
پیتے رہ گیا —

فائزست

معلوم ہوتا ہے تجھے جاسوسی کا بھی شوق ہے —

شیطان

میں عالم گل تو نہیں مگر پھر بھی تھوڑا بہت جانتا ہوں —

فائزست

مجھے اس خوفناک کشمکش سے ایک جا لے جو مجھے راگ
نے اپنی طرف متوجہ کر لیا اور بچپن کے جو جذبات دل میں
باقی تھے انہیں گزرے ہوئے زمانے کی یاد دلا کر دام فریب

میں گرفتار کر لیا؛ اب میں ان نغموں کو کوستا ہوں جنہوں
 نے میری روح پر دلربا شعبدوں کا جال ڈال کر ایسا سبز باغ
 دکھایا کہ وہ اب تک اس سیہ خانے میں گرفتار ہے۔ لعنت
 ہو اُن بلند خیالات پر جن سے ہمارا ذہن اپنے آپ کو دھوکا
 دیتا ہے؛ لعنت ہو مظاهر کی نظر بندی پر جو ہمارے حواس
 پر قبضہ کر لیتی ہے۔ لعنت ہو شہرت اور بقائے دوام کے فریب
 پر جو ہمیں خواب میں آکر پھسلاتا ہے؛ لعنت ہو بیوی بچے
 کھیت کھلیاں پر جو ہمیں خوشامد کی لوری دیتے ہیں
 لعنت ہو مال و حشم پر جو ہمیں منچلے پن کے داسوں پر
 ابھارتا ہے یا عیش و عشرت میں مدھوہ کر دیتا ہے؛ لعنت
 ہو انگوڑے کے آب حیات پر؛ لعنت ہو معیت کے راز و نیاز
 پر؛ لعنت ہو اُمید پر؛ لعنت ہو عقیدے پر اور سب سے
 بڑا کو لعنت ہو صبر پر * —

روحوں کی سنگت

(نظر سے پوشیدہ)

افسوس! صد افسوس

تو نے مسمار کر دیا

خوبصورت دنیا کو

اپنے زبردست گھونسے سے؛

* 'غالب' کے مشہور قطعے سے مقابلہ کیجئے

بید لہجائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

وہ بیٹھ گئی، ریزہ ریزہ ہو گئی
ایک دیو نازنے اسے پاش پاش کر دیا؛
ہم اس کے تکرّوں کو
عدم کی طرف لئے جا رہے ہیں
اور اس برباد حسینہ پر
نوحہ کر رہے ہیں -
اے زمہن کے سورما بیٹے
اے نئی شان سے تعمیر کر
اپنے سہنہ میں، اپنے دل میں
اس کی پھر سے بنیاد رکھ،
زندگی کا ایک نیا دور
روشن ضمیری سے شروع ہو
اور اس کی تہنیت میں
نئے گیت گائے جائیں -

شیطان

یہ مہری ماتحت روحوں میں سے چھوٹی چھوٹی روہیں
ہیں - سن، یہ کیسے مزے میں ہورہوں کی طرح سنجیدگی
سے لذت و عمل کی صلاح دے رہی ہیں - یہ تجھے کلچ
تنہائی سے، جہاں حواس پر اور حہات کی قوتوں پر جمود
چھا گیا ہے نکالنا چاہتی ہیں - اپنے غم سے کھیلنا چھوڑ دے جو
گدہ کی طرح تھری زندگی کو نوچے کھا رہا ہے - بری سے بری
صحبہ میں بھی تجھے اس کا تو احساس ہوگا کہ تو انسان ہے

اور انسانوں کے ساتھ ہے۔ مگر اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں تجھے ادنیٰ درجے کے لوگوں میں دھکیل دوں گا۔ میں کوئی بڑا آدمی نہیں تاہم اگر تو میرے ساتھ مل کر زندگی کا سفر کرنا چاہے تو میں بے تامل تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے چاہے اپنا رفیق سمجھ چاہے اپنا خادم اپنا غلام —

فائوست

اور اس کے بدلے میں مجھ سے کیا چاہتا ہے —

شیطان

میں اس دنیا میں تیری خدمت کا بیڑا اٹھاتا ہوں، تیری ہلکوں کے اشارے پر کام کروں گا اور دن رات چین نہ لونگا۔ ہاں اگر اس دنیا میں ہم دونوں ملیں تو تجھے بھی میرے ساتھ رہی کرنا پڑے گا —

فائوست

اُس دنیا کی مجھے ایسی فکر نہیں۔ پہلے یہ دنیا مسام ہو جائے پھر دوسری کی فکر ہوتی رہے گی۔ یہی دنیا میری راحتوں کا سرچشمہ ہے یہی سورج میرے آلام کا شاہد ہے؛ پہلے میں ان دونوں سے نجات پا جاؤں پھر چاہے جو کچھ بھی ہو۔ مجھ سے مطلب نہیں کہ آئندہ زندگی میں بھی غم اور مصائب کا وجود ہوگا یا نہ ہوگا اور عالم بالا میں بھی پست و بلند کا امتیاز رہے گا یا نہ رہے گا —

شیطان

اس شرط پر تم یہ سفر اختیار کر سکتے ہو۔ بس عہد کر لو

بھر دیکھنا میں تمہیں اپنی کاریگری کے ایسے ایسے کرشمے دکھاؤں گا جو کسی انسان نے نہیں دیکھے —

مارت

اے تو فریب شیطان مجھے کھا دکھائے گا؟ بھلا تیرا جوہ
مخلوق کبھی روح انسانی کی سعی بلند کو سمجھ سکا ہے
خیر، یہ بتا تھوے پاس وہ کھانے میں جن سے سیری نہیں
ہوتی؟ وہ زر سرخ ہے جو ہاتھ میں لیتے ہی پارے
طرح اُڑ جاتا ہے؟ وہ جوا ہے جس میں انسان کبھی نہرہ
چیتا؟ وہ حصون لڑکیاں ہیں جو ایک کے آغوش میں
بہتہہ کر دوسرے سے آنکھ لڑاتی ہیں؟ وہ دیوتاؤں کا خوشہ
عطیہ عزت ہے جو شہاب ثاقب کی طرح دم بھر چمک
غائب ہو جاتی ہے؟ مجھے وہ میوے دکھا جو توڑنے سے پیر
سڑ جاتے ہیں اور وہ درخت جو روز مرجھاتے ہیں اور روز ہر
ہوتے ہیں —

شیطان

ایسی فرمائشوں سے میں نہیں ڈرتا۔ میں یہ سب نعمت
مہیا کر سکتا ہوں۔ مگر تھہرو دوست، وہ دن بھی دور نہ
جب تمہاری یہ بے چینی کافور ہو جائے گی اور ہم تم آرام
بہتہہ کر مزے دار کھانے کھائیں گے —

فاؤسٹ

اگر میں کبھی چین سے بستر کاہلی پر لیتوں تو
اندہ، جان ہارا۔ اگر تو کبھی بھلا بھسلا کر مجھے مہر

زندگی سے مطمئن کر دے اور عیش و عشرت سے دھوکا دیدے
تو وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو - میں یہ شرط
لگاتا ہوں —

شیطان

یہ ہے میرا ہاتھ! میں ہاتھ پر ہاتھ، مارتا ہوں!

فائوست

اگر میں کسی لمحے کو مخاطب کر کے کہوں: ”درا تھیر
تو کتنا حسین ہے“ تب تجھے اختیار ہے کہ مجھے طوق و
سلاسل میں جکڑ کر قعر مذلت میں ڈھکیل دے - تب فوراً
میری موت کا گھنٹہ بجے، تب تو اپنی قہد سے آزاد ہے
تب گھڑی رک جائے، سونی گر جائے، تب میرے لئے وقت
کا خاتمہ ہے —

شیطان

اچھی طرح سوچ سمجھ لے، یہ بات مجھے یاد رہے گی۔

فائوست

تجھے 'س' کا پورا حق ہے، میرا معاہدہ بے سرپا نہیں۔
اگر میں دم بھر تھیر جاؤں تو میں غلام ہوں چاہے تیرا یا
کسی اور کا، یہ میرے نزدیک یکساں ہے —

شیطان

بہت خوب میں اسی وقت سے حضرت علامہ کے خدمت گار
کے فرائض انجام دوں گا - - البتہ ایک گزارہ ہے کہ موت
زندگی کے خہال سے اگر چند سطریں لکھ دی جائیں تو

مذاہب ۵

فاؤسٹ

اچھا، تجھے تحریر بھی چاہئے؟ برا ضابطہ بگھارنے والا ہے! تجھے کبھی کسی مرد سے سابقہ نہیں پڑا؟ تو مردوں کے وعدے کی قدر نہیں جانتا؟ تیرے لئے یہ کافی نہیں کہ میرا قول مہرے جان کے ساتھ ہے؟ تو سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں جس کا دھارا ہمیشہ دریائے مواج کی طرح بہتا رہتا ہے زبانی وعدہ مجھے پابند نہیں کر سکتا؟ سچ ہے اس وہم میں ہم سب مبتلا ہوں؛ کسی کا دل اس سے خالی نہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جس کی نہت خالص ہے۔ وہ کسی تربانی سے نہیں ڈرتا۔ پھر بھی تحریری خریطے سے جس پر باہابطہ مہر ہو شخص اُس طرح لرزتا ہے جیسے بھوت سے۔ لفظ قلم کے آغوش میں جان دیدیتا ہے۔ بس چمڑے کی جھلی اور موم رہ جاتا ہے۔ آخر اے خبیث تو مجھ سے چامٹا کیا ہے؟ تانڈے پر لکھوائے گا یہ 'سڈگ' مرمر پر، جھلی پر یا کانڈ پر؟ چھینڈی سے یا سڈگ تراشی کے آلے سے یا قلم سے؟ تو جو چاہے کہہ دے میں تجھی پر چھوڑتا ہوں۔

شیطان

آخر اس گرسی تقریر کی کیا ضرورت ہے؟ چاہے جس چیز کا ورق ہو کافی ہے۔ بس اس پر ذرا خوب سے دستخط کر دینا ہے۔

فاؤسٹ

اگر اس سے تھرا ہو طرح اطمینان ہو جائے گا تو میں بھی

اس لغویت پر راضی ہوں —

شیطان

خون سب سے نرالا عرقی ہے —

فائوست

اس کا ذرا بھی اندیشہ نہ کر کہ میں معاہدہ توڑ دوں گا۔ جس بات کا میں وعدہ کر رہا ہوں اُس کی میں خود ہی دل و جان سے سعی کرتا رہتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اتنا اُبھار لیا ہے کہ اب میں فقط تیرا ہمسر ہوں۔ روح اکبر نے مجھے رد کر دیا فطرت مجھ سے گھلتی نہیں۔ خیال کا رشتہ توت گیا ہے علم سے میں بوزار ہو گیا ہوں۔ آ اب ہم اپنے اضطراب قلب کو محسوس لذتوں کی چھینٹوں سے تسکین دیں۔ جادو کے پر اسرار پردوں میں جتنے کھیل ہیں سب کو تیار رکھ۔ چل ' ہم ہرچہ بادا باد کہہ کر اپنی کشتی زمانے طوفان کے میں ' حوادث کے گرداب میں ڈال دیں۔ پھر رنج و راحت ' کامیابی اور ناکامی چاہے جس طرح باری باری سے ملے دکھائیں۔ انسان جب کام کرتا ہے بیچپنی سے کرتا ہے —

شیطان

تمہارے لئے نہ کسی معیار کی پابندی ہے نہ کسی مقصد کی ترقی کی طرح کلی کلی پھر اور شہد کی مکھی کی طرح آتے آتے پھلوں کا رس چوسو۔ جو چیز تمہیں بھائے وہی تمہارے لئے اچھی ہے۔ شوق سے ہا تھہ بڑھاؤ ذرا نہ شرمائو —

فاؤست

میں نے تجھ سے کہہ دیا کہ راحت و مسرت کا سوال نہیں
 میں تو زندگی کا پرستار بلکہ چاہتا ہوں ' پر درد لذتوں کا '
 مکتبہ بھری نفرت کا ' تازگی بخش کلفت کا - مہرا دل جو
 طلب علم کی خلش سے نجات پاچکا ہے اب کسی درد کو رد
 نہ کرے گا - میں ان سب چیزوں کا اطف اُٹھا نا چاہتا ہوں جو
 میرے ابلائے جلس کے حصے میں آئی ہیں : وہیں زندگی کے
 بلند سے بلند اور پست سے رست جلوے کا مشاہدہ کرنا اور
 نوع انسانی کے رنج و راحت میں شریک ہونا چاہتا ہوں تا کہ
 مہرا نفس وسعت پا کر اس کا نفس بن جائے اور آخر ایک
 دن اس کے ساتھ فنا ہو جائے —

شیطان

یقین جان ' میں ہزارہا سال سے زندگی کی سوکھی روٹی
 چبا رہا ہوں - تجھ سے کہتا ہوں کہ آج تک کوئی شخص
 مہد سے لحد تک اس خمیر کو ہضم نہیں کر سکا مجھ
 جیسے شخص کی بات مان - یہ سارا طلسم صرف خدائے
 لئے بنا ہے - وہ نورانی کے ہالے میں جلوہ افروز ہے اور ہمیں
 اُس نے ظلمت میں رکھا ہے - ہمارے تمہارے لئے دن رات
 ایک ہے —

فاؤست

مگر میں تو یہی چاہتا ہوں —

شیطان

اچھا میں ہی سہی - مگر مجھے اُس بات کا خوف ہے کہ کام بہت

ہے اور عمر کم - میرا خیال تھا کہ آپ سمجھانے سے مان جائیں گے - اب کسی شاعر کے پاس جائیے اور اس سے کہئے کہ اپنی وسعت تنہل سے ساری اچھی صفات آپ کی ذات باہرکات میں جمع کر دے - شیر کی شجاعت ، بارہ سنگے کی تیزی ، اطالیوں کا جوش ، شمالیوں کا استقلال - اس سے یہ راز بھی پوچھئے کہ عالی ہمتی اور چالاکی کو کیسے سمونا چاہئے اور باوجود جوانی کے منہچلے پن کے بوڑھوں کی طرح ضبط عشق کہوں کر کرنا چاہئے - مجھے خود ایسے شخص سے ملنے کا شوق ہے جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں میں اس کا نام حضرت کائنات اصغر رکھوں گا -

فاؤسٹ

اگر مہرے لئے انسانیت کا تاج جس کی مجھے دل و جان سے آرزو ہے سر پر رکھنا ناممکن ہے تو پھر میں کیا ہوں —

شیطان

سچ تو یہ ہے - تو وہی ہے جو تو ہے - چاہے تو کتنی ہی بڑی کلاہ سر پر رکھے لے اور کتنی ہی بڑے موزے پیر میں پہن لے ، تو ہمیشہ وہی رہے گا جو تو ہے —

فاؤسٹ

سچ ہے ، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ذہن انسانی کے سارے خزانوں پر قبضہ کرنے سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوا ۔

جب میں کشمکش حیات سے تھک کر بیٹھتا ہوں تو میرے دل کے اندر سے کسی نئی قوت کا چشمہ نہیں اُبلتا؛ میں بلندی میں بال بھر نہیں بڑھا، حقیقت نامحدود سے اتنا ہی دور ہوں جتنا پہلے تھا۔

شیطان

حضرت آپ ان چیزوں کو اسی پہلو سے دیکھتے ہیں جس پہلو سے انسان انہیں دیکھا کرتا ہے۔ اب آئیے ان پر دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں۔ قبل اس کے کہ ہمارا عیش زندگی رخصت ہو جائے آخر ہم اپنے ہاتھ، پیر، سر وغیرہ کے مالک ہیں۔ ہمیں یا نہیں؟ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیں نت نئی لذتیں حاصل کرنے کا حق نہ ہو؟ اگر میں چہ گھوڑوں کی قیمت دے سکتا ہوں تو کیا ان کی قوت میری نہیں؟ مجھے پورا اختیار ہے کہ انہیں گاڑی میں جوت کر دوڑتا پیروں گویا میرے چوبیس پیر ہیں۔ پس اے بھائی ہمت سے کام لے، اس ادھیڑ بن کو چھوڑ اور میرے ساتھ چل کر دنیا میں کود پڑ جو شخص ہمیشہ سوچ بچار میں رہتا ہے وہ ایک جانور کی طرح ہے جسے کوئی خبیث روح ایک خشک بیڑ میں چکر دیتی ہے حالانکہ اس کے آس پاس سرسبز مرغزار ہے۔

فاؤسٹ

آخر ہم ابتدا کیسے کریں؟

شیطان

بس فوراً چل کھڑے ہوں۔ یہ تو کس عذاب میں گرفتار

ہے! یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ مکتب میں بوٹھے اپنا اور
 کا مغز خالی کر رہے ہیں؟ یہ کام اپنے ہمسائے 'وانسٹ'
 کے لئے چھوڑ دے۔ بھلا سوکھی گھاس کو کوئی پھٹنے سے کیا فائدہ؟
 اگر تو کوئی کام کی بات جانتا بھی ہے تو وہ لوگوں سے کہنے
 کی نہیں۔ ہائیں یہ آواز کیسی؟ معلوم ہوتا ہے براہدے مہن
 کوئی لوکا آ رہا ہے۔

فاؤسٹ

مہن اس وقت اُس سے نہیں مل سکتا۔

شیطان

بھچارہ بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہے۔ اس کا دل نہ
 توڑنا چاہئے۔ لامحبہ اپنا چہرہ اور کلاہ دیدے۔ منجھہ پر یہ
 بہروپ خوب کھلے گا۔

(وہ کہتے بدلتا ہے)

بس اب تو یہ معاملہ مہروں تیزی طبع پر چھوڑ دے
 مجھے پاؤ گھٹتے سے زیادہ نہیں لکھنا۔ جب تک تو سفر
 کے لئے تیار ہو جا۔

(فاؤسٹ جلا جاتا ہے)

شیطان

فاؤسٹ کا لمبا چوہہ پہلے ٹوٹے

اچھا ہے تو عقل اور عام فکر انسان کی بلند ترین قوت
 کو حقیر سمجھ جا، جھوٹ سی روح کے بھکانے سے جادو اور
 نہر نجات کے عقیدے مہن اور پختہ ہونا جانا اس طرح

تو یقیناً میرے قابو میں آجائے گا۔ اُسے تقدیر نے ایسی
 طبیعت دی ہے جو ساری قیدوں کو توڑ کر آگے بڑھنے پر مجبور
 ہے اور وہ سعی بے قرار جس نے دنیاوی راحتوں کو پھینچ
 چھوڑ دیا ہے۔ میں اُسے سراب زندگی کی سیر کر اوں گا سطحی
 بے معنی تماشے دکھاؤں گا۔ وہ کبھی بے چلیبی سے تڑپے گا، کبھی
 میں رہ جائے گا مگر مجھ سے چمٹا رہے گا۔ اس کے ہوکے
 کو بڑھانے کے لئے میں اس کے ہونٹوں کے پاس کھانا پانی لا کر
 ہٹا لیا کروں گا۔ وہ غذا کے لئے ناک دترے گا مگر ایک دانہ
 نہ پائے گا۔ سچ پوچھو تو اگر وہ 'شیطان' کے ہاتھ نہ بھی
 بکتا تب بھی اُس کی تباہی یقینی تھی۔

(ایک طالب علم داخل ہوتا ہے)

طالب علم

میں اس شہر میں حال ہی میں آیا ہوں اور دل میں
 جوش عقیدت لئے ہوئے اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا
 جس کا نام ہر شخص ادب سے لیتا ہے —

شیطان

تمہاری سعادت مندی سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔
 مگر بھائی میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ میرے جیسے
 بہت سے پڑے ہیں۔ تم اور حضرات کے پاس بھی گئے تھے؟

طالب علم

مہری التجا ہے کہ آپ ہی مہری سر پرستی قبول فرمائیں
 میرے دل میں ہمت ہے، جیب میں تھوڑا بہت روپیہ ہے

اور دگوں میں تازہ خون ہے۔ مہری ماں پر مہری جدائی
 شاق تھی مگر میرے دل سے لگی تھی کہ یہاں آکر کچھ
 پوہ لکھ جاؤں —

شیطان

شاہاش ! تم اچھے تھکانے آئے —

طالب علم

سچ پوچھئے تو میرا دل چاہتا ہے کہ ابھی لوٹ جاؤں
 ان اونچی اونچی دیواروں میں، ان اندھیرے کمروں میں،
 میرا جی کسی طرح نہیں لگتا۔ ہر طرف سے بند جگہ ہے
 نہ کہیں سبزہ نظر آتا ہے نہ درخت۔ لکچر کے ہالوں میں
 بیلنچوں پر بیتہ کر میں دیکھنے، سننے، سوچنے سے معذور
 ہو جاتا ہوں۔

شیطان

یہ تو عادت کی بات ہے۔ بچہ ابتدا میں ماں کا دودھ پینے
 سے گھبراتا ہے مگر بہت جلد غمغمت پینے لگتا ہے۔ اسی
 طرح تمہیں بھی علم و حکمت کا تھن چوسنے میں روز بروز
 زیادہ لطف آئے گا —

طالب علم

میں آپ کی خدمت میں خوشی سے رہوں گا۔ مگر یہ
 تو فرمائے داخلے کے کیا کیا شرائط ہیں

شیطان

پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون سا شعبہ انتخاب کرتے ہو ؟

طالب علم

میں یہ چاہتا ہوں کہ عالم فاضل بنوں، زمین اور آسمان
کی ساری چیزوں سے علوم و فنون اور فطرت سے واقف ہو جاؤں۔

شیطان

تھپک ہے۔ یہی سیدھا رستہ ہے۔ مگر خبردار وقت

ضائع نہ کرنا۔

طالب علم

میں دل و جان سے محنت کروں گا؛ لیکن جی چاہتا ہے
کہ بہار کی چھتئوں میں صبحی زراستی آزادی ملے اور
تفریح کی اجازت ہو۔

شیطان

وقت سے کام لو، یہ گزرنے والی چیز ہے۔ ضبط و
ترتیب سے وقت میں گنجائش بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے
ہرگز من میری رائے ہے کہ سب سے پہلے تم مطلق کے
درس میں شریک ہو۔ اس سے تمہارے دماغ کی تربیت ہوگی
گویا وہ بھل کی طرح جوت دیا جائے گا کہ خہال کی
سیدھی سڑک پر جمالی کرتا چلا جائے اور ادھر ادھر بھٹکتا
نہ پھرے۔ وہاں تمہیں یہ تعلیم دی جائے گی کہ کھانے پینے
اور دوسرے کاموں میں جو تم روز مرہ بے تکلف کرتے تھے تفکر
اور تعمق کی ضرورت ہے۔ بات یہ ہے کہ دماغ کے کارخانے کا
بھی وہی حال ہے جو جلا ہے کی کرگھا کا ہے۔ ایک چکر
میں سارا تانا بانا الجھتا سلجھتا ہے، نال ادھر سے ادھر

پہرتی ہے، سوت بن دیکھے لپٹتا کھلتا ہے، ذرا سے جھٹکے میں
 خدا جانے کتنے تار توت جاتے ہیں، اسی طرح منطقی اُدھھر
 بن کرتا ہے اور اپنے استدلال سے مسئلے کو ثابت کر دیتا ہے۔
 پہلا قضیہ یوں ہے، دوسرا یوں ہے، اس لئے تیسرا اور چوتھا
 یوں ہے، اگر پہلا اور دوسرا نہ ہوتا تو تیسرا اور چوتھا کبھی
 نہ ہوتا۔ اس پر سارے شاگرد سردھنتے ہیں لیکن کپڑا بلڈا
 کسی کو نہیں آتا۔ جو شخص کسی زندہ چیز کو سمجھتا اور سمجھانا
 چاہتا ہے وہ پہلے اُس کی روح کو نکال پھینکتا ہے، اُس کے
 بعد اجزاء کو ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے مگر افسوس ان
 میں سب کچھ ملتا ہے فقط روحانی رشتہ نہیں ملتا۔ علم
 کیمیا اسے عمل فطرت کہتا ہے مگر اصل میں وہ آپ اپنا
 مذاق آپ اُڑاتا ہے اُسے سر پھر کی خبر نہیں —

طالب علم

میں آپ کی تقریر اچھی طرح سمجھا نہیں —

شیطان

کوئی حرج نہیں، آگے چل کر جب تم تحصیل و تقسیم
 ترتیب سے واقف ہو جاؤ گے تو کوئی دقت نہ ہوگی —

طالب علم

مجھے تو چکر آ گیا سر میں چکیاں سی چل رہی ہیں —

شیطان

اس کے بعد تمہیں سب سے پہلے ما بعد الطبیعیات کی طرف
 توجہ کرنا چاہئے — بس یہ کوشش کرو کہ جو چیزیں

انسان کے ذہن میں نہیں سا سکتیں اُن کا دقت نظر سے مطالعہ کر ڈالو - ہر چیز کے لئے چاہے سمجھہ میں آئے یا نہ آئے، کوئی شاندار لفظ گھر لو - مگر ابھی چھ مہینے تک مطلقاً منہاج سیکھتے رہو - روزانہ پانچ گھنٹے لکچر سننا پڑے گا؛ بس گھنٹہ بجتے ہی پہنچ جائیگا کرو - گھر سے اچھی طرح مطالعہ کر کے اور مضمون کو صفحہ وار ذہن نشین کر کے آؤ تاکہ تمہیں آسانی سے معلوم ہو جائے کہ استعداد لفظ بلفظ وہی کہتا ہے جو کتاب میں لکھا ہے - مگر یاد رکھو اس کا لکچر حرف بحرف نقل کرو گویا روح القدس بول رہا ہے اور تم لکھ رہے ہو -

طالب علم

اس بارے میں آپ کی تاکید کی ضرورت نہیں میں خود جانتا ہوں کہ اس سے کتنا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ انسان جس چیز کو گپی پر لکھ لیتا ہے اسے اطمینان سے گھر لے جا سکتا ہے -

شیطان

مگر شعبہ کا تو انتہاب کر لو -

طالب علم

قانون سے مجھے دلچسپی نہیں -

شیطان

اس میں مجھے تم پر کوئی اعتراض نہیں، مجھے معلوم ہے کہ اس علم کا کیا حال ہے - قوانین بھی دائمی بیماری

کی طرح سروروشی ہمیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں
 ایک نسل سے دوسری نسل میں پہنچتے ہیں - معقول بات
 مہمل ہو جاتی ہے ؛ مفید چیز مصیبت بن جاتی ہے ؛ وائے ہو
 اس پوتے پر جسے دادا کا ورثہ ملے - اس قانون کی جو ہماری
 لطرت میں ہے ، افسوس کسی کو فکر نہیں -

طالب علم

آپ نے میری نفرت کو اور بڑھادیا - خوش قسمت ہے وہ
 شخص جو آپ سے استفادہ کرے - میرا کچھ کچھ ارادہ ہوتا
 ہے کہ دیلیات پڑھوں -

شیطان

میں تمہیں گمراہ کرنا نہیں چاہتا - اس علم میں
 لغزش کا بڑا اندیشہ ہے - اس کے اندر زہر اور تریاق ملا
 ہوا ہے اور دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے - یہاں بھی بہترین
 تدبیر یہی ہے کہ تم صرف ایک استاد سے درس لو اور جو
 کچھ وہ کہے آنکھ بند کر کے مان لو - بس الفاظ کو پکڑے
 دھو انہیں سے سروکار رکھو اس طرح تم بے بہتکے ہوئے منزل
 یقین پر پہنچ جاؤ گے -

طالب علم

مگر الفاظ کے معنی بھی تو ہوتے ہیں -

شیطان

بیشک ہوتے ہیں مگر انہیں زیادہ چھیڑنا نہیں چاہئے
 جہاں معنی کی جگہ خالی ہوتی ہے وہاں چپکے سے کوئی

لفظ آن بہتہوتا ہے۔ الفاظ سے معرکے کے مذاظرے ہو سکتے ہیں،
 الفاظ سے پورا نظام بن سکتا ہے۔ الفاظ پر ایمان لانا بھی
 سہل ہے۔ معنی میں خلل پیدا ہو سکتا ہے مگر لفظ خلل
 سے پاک ہے۔

طالب عام

معاف کیجئے گا میں سوال پر سوال کر کے آپ کا وقت ضائع
 کر رہا ہوں۔ بس تھوڑی سی تکلیف اور دیکھا چاہتا ہوں۔ ذرا
 آپ طب کے متعلق بھی دو چار زور دار جملے فرما دیتے
 تین سال کا قلیل زمانہ دیکھئے اور علم کا میدان دیکھئے
 جس کا کہیں اور ہے نہ چہور۔ کوئی ذرا سا اشارہ کرنے والا
 ہو پھر انسان خود راستہ تھوند لیتا ہے۔

شیطان

(اپنے آپ سے مغاطب ہو کر آہستہ سے)

میں اس خشک انداز گفتگو سے گھبرا گیا، اب ذرا
 شیطان بن کرنا چاہئے۔

بلند آواز سے

طب کی حقیقت کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ بس تم
 کائنات کا اور جسم انسانی کا مطالعہ کر ڈالو اور دونوں کو
 خدا کی مرضی پر چلنے دو۔ تحصیل علم میں ہر طرف ہاتھ
 پھر مارنے سے کوئی فائدہ نہیں؛ ہر شخص اتنا ہی سوکھتا
 ہے جتنا وہ سوکھتا ہے۔ البتہ کام کا آدمی وہ ہے جو موقع پر
 کام چلا لے۔ تم اچھے خاصے وجہ آدمی ہو، منجھلا بدن

بھی تم میں آ ہی جائیگا ; جب تم اپنے آپ پر بھروسہ کرو گے
 تو دوسرے بھی تم پر بھروسہ کرنے لگیں گے ۔۔ خصوصاً
 عورتوں کو پہنسنے کا طریقہ ضرور سیکھو - اُن کی ساری ہائے
 وائے کا بس ایک ہی علاج ہے اور اگر تم بظاہر پارسا بنے رہو گے
 تو وہ آسانی سے قابو میں آ جائیں گی - ایک تو تمہارے پاس
 کوئی شاندار سفید ہو تا کہ وہ تمہاری حفاظت کی قائل
 ہو جائیں ، دوسرے جب وہ آئیں تو خیر مقدم کے طور پر
 اختلاط کرو جس کی تمنا میں لوگ برسوں تربتے ہیں -
 نبض دیکھتے وقت ہاتھ زور سے دباؤ اور آنکھوں میں آنکھوں
 ڈال کر اظہار شوق کرتے ہوئے ذرا کمر مٹھیں بھی ہاتھ ڈال کر دیکھو
 کہ کہیں معدوم کی دریاں کس کر تو نہیں بندھی ہیں - جان
 طالب علم

ہاں یہ دلچسپ بحث ہے - اس کا آگاہ پیچھا سمجھو
 میں آتا ہے -

شیطان

سیرے دوست نظری علوم خشک اور بے رنگ ہیں اور
 عملی زندگی ہوا بھرا دہشت -

طالب علم

میں قسمیہ کہتا ہوں کہ آپ کی باتیں مجھے خواب
 سی معلوم ہوتی ہیں ۔۔ اگر اجازت ہو تو پھر حاضر ہو کر
 آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوں -

شیطان

مجھے جو کچھ آتا ہے خوشی سے بتانے کو تیار ہوں۔

طالب علم

یہاں سے جانے کو میرا جی نہیں چاہتا - لیجئے یہ
میری خاندانی بیاض ہے - مہربانی فرما کر اس میں اپنے
دست مبارک سے کچھ تحریر کر دیجئے۔

شیطان

بڑی خوشی ہے۔

(وہ کچھ لکھ کر بیاض واپس کر دیتا ہے)

طالب علم

(پڑھتا ہے)

تم دیوتاؤں کی طرح نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرو۔
(کتاب کو ادب سے بند کرتا ہے اور رخصت ہوتا ہے)

شیطان

بس اس مقولہ پر عمل کر اور میری خالہ ناگن کی تقلید کئے جا۔
ایک دن تیرے شبیہ ایزدی ہونے کی حقیقت کھل جائے گی۔
(فاؤسٹ داخل ہوتا ہے)

فاؤسٹ

کہاں چلنا ہے؟

شیطان

جہاں تیرا جی چاہے۔ پہلے ہم چھوٹی دنیا (انسان) کا مطالعہ
کریں گے پھر بڑی دنیا کا۔ تجھے اس نصاب کے پورا کرنے سے

بڑی خوشی ہوگئی اور بڑا فائدہ ہو گا۔

فاؤسٹ

مگر اس لمبی تاریخ کے سبب سے مجھے میں زندہ دلی نہیں رہی۔
یہ کوشش فضول ہے۔ میں عام مجلس میں بالکل کودا ہوں۔
دوسروں کے سامنے میں اپنی نظروں میں آپ گر جاتا ہوں۔
میں ہر صحبت میں جھپ جاپا کروں گا۔
شیطان

میرے پہارے دوست سب تھیک تھاک ہو جائے گا۔ جہاں
تو نے مجھے پر بہرہ رسا کیا بس تجھے زندگی کا گر آ گیا —
فاؤسٹ

ہم یہاں سے چلیں گے کہسے؟ نہ گاڑی ہے نہ گھوڑا نہ سائیس۔
شیطان

یہ چونچہ جو تو دیکھتا ہے ہمیں دوش ہوا پر لہجائے گا؛
مگر اس جرات آزما سفر میں کچھ سامان ساتھ نہ لے۔ میں
آگ سے تھوڑا سا بخارا پیدا کرتا ہوں جو ہمیں بات کی بات
میں زمین سے اٹھا کر لے جائے گا اور ہم جتنے ہلکے ہوں گے اتنی
ہی تیزی سے اڑیں گے۔ میں تجھے اس نئی زندگی کی
سبارک باد دیتا ہوں۔

شہر لائپزش آویر باخ کا تہ خانہ

یاروں کی صحبت میں نوشی

فروش

کہا بات ہے نہ کوئی پیتا ہے، نہ ہڈستا بولتا ہے؟ اور

کچھ نہیں تو ذرا منہ ہی چڑاؤ ؛ روز تو تم بکر کود سچاے دھتے تھے
آج کیوں بھگی بلی بنے بھتھے ہو —

برا نذر

یہ سب تیرا قصور ہے - تو آج نہ کوئی حماقت کرتا ہے
نہ سور پن -

(فروش اس کے سر پر شراب کا گلاس اندیل دیتا ہے)

برا نذر

یہ کہا حرکت ہے ! سور کہیں کا !

فروش

’لو‘ تمہیں نے تو سور پن کی فرمائش کی تھی -

زیبل

خبردار ! اگر جھگڑا کیا تو دروازے کے باہر دھکیل دوں گا -

خوب دل کہوں کر رہو ، اور سب مل کر گاؤ - لالا ، لالا ، لالا !

آلت مائر

ارے غضب ! ذرا سی روٹی دینا یہ تو کان پھارے ڈالتا ہے -

زیبل

’وا‘ جب تک چھت سر پر نہ اٹھالے گہرے سر کا زور نہیں بندھتا -

فروش

’تھک‘ ہے ، جو کوئی برا مانے اسے نکال دو ، آ ! تارا لارا دا !

آلت مائر

آ ! تارا لارا لا !

فروش

اب سر تھک ہوا —

(گاتا ہے)

یہ پیارا پاک دومی راج

اب تک کیسے قائم ہے ؟

براندز

لا حول ولا قوۃ ! یہ سید اسی گیت ، یہ مہمل گیت - روز
صبح اُتھ کر خدا کا شکر کیا کرو کہ دومی راج کی فکر
تمہارے سر نہیں - بھائی میں تو اسے بڑی نعمت سمجھتا
ہوں کہ نہ میں قیصر ہوں نہ وزیر اعظم - مگر ہمارا کوئی سردار بھی
ضرور ہونا چاہئے - آؤ اپنے میں سے ایک پڑپ چنیں - تمہیں
معلوم ہے کہ اس کے لئے کونسی صفت ضروری ہے ؟

فروش

(گاتا ہے)

اُتھ ری بلبل آ کر جا

پیا کو میرا سندیس پہنچا -

زبیل

یہ پیا کا سندیس و ندیس دہنے دو مجھے یہ پسند نہیں -

فروش

پیا کو سندیس اور پیار ؛ نیرے باپ کا اجارہ ہے —

(گاتا ہے)

کھول کواڑ ، رات اندھیری

دھول کواڑ، پیا تھاری
موند کواڑ، اب ترکا ہروے۔

زیبیں

گائے جا، گائے جا، پیا کو سراہے جا، وہ وقت بھی آئے گا جب
میں تجھے پر خوب ہنسوں گا مجھے تو وہ جل دے ہی چکی ہے؛
تھرے ساتھ بھی یہی کرے گی۔ اس کا یار کوئی بھرت ہو تو
اچھا ہے وہی اے تھک کر رہتا ہے۔ اہہ کرے کوئی بدسا بکرا
'ہلاک برگ' سے لوتتے ہوئے اے سلام کرے۔ کوئی جھپٹا جا گتا
بھلا آدمی اس قحبہ کے لائق نہیں۔ اے کہا پیام بھیجتا ہے
میری طرف سے اس کی کھڑکی کے شیشے توڑ ڈال —

برا ندر

(میز پر ہاتھ مار کر)

ادھر دیکھو! میری بات سناؤ! تمہیں ماننا پڑے گا کہ میں
تم سب سے سنا ہوں۔ دیکھو یہاں دل پھینک لوگ جمع
ہیں۔ ان کی شان کے لائق کوئی چہز گنا چاٹے۔ سناؤ! میں
بالکل نیا گیت گاتا ہوں۔ سب مل کر مجھے ٹیک دیتے رہو۔
(گاتا ہے)

بادرچی خانے میں ایک چوہا،
مکھن چرا کر کھاتا تھا،
اس کے توند نکل آئی تھی،
جیسے ڈاکٹر لو تھر کی۔
بادرچن نے اس کو زھر دیا؛

تب بیچارے کا یہ حال ہوا
جیسے عشق کا درد اُتھ۔

سنگت

(چلا کر)

جیسے عشق کا درد اُتھ

برائے

وہ اچھلا کودا ، بھاگا دورا

اور منوں پانی پی گیا ،

جو چیز ملی کتنی کتری

مگر نہ اُس کی ایک چلی ؛

زہر بنا جی کا جنجال

ایسا ہو گیا ابتر حال

جیسے عشق کا درد اُتھ

جیسے عشق کا درد اُتھ۔

برائے

دن دو پہر وہ دُرسے اندھا

باورچی خانے میں آیا ؛

چولہے پر گر کر لگا تڑپنے

سسک سسک کر بے ہوش ہو گئے ؛

ظالم باورچی خوب ہنسی

لو اب مَوئے کی قضا آئی

جیسے عشق کا درد اُتھ۔

جیسے عشق کا درد اُتھ

زیڈل

دیکھو یہ بد مذاق کیسے خروش ہورہے ہیں گویا چوہے کو
زہر دینا برا کمال ہے —

برانڈر

تجھے چوہے سے بڑی محبت معلوم ہوتی ہے —

آلت مائر

اس کی بھی توند بڑی ہے اور سر گنجا ہے اور مصیبت
نے اسے پلپلا کر دیا ہے۔ پھولے ہوئے چوہے کی شکل میں اسے اپنی
تصویر نظر آتی ہے —

(فاؤست اور شیطان بائیں کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

شیطان

سب سے پہلے میں تجھے زندوں کی صحبت میں لہجہ ونگا
تاکہ تجھے معلوم ہو کہ انسان کس طرح منے میں بیشکری سے
زندگی گزار سکتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے دن عید ہے رات شب
برات۔ ان میں سمجھہ تھرتی ہے اور خوش مزاجی بہت ہے
اور اپنے چھوٹے سے حلقے میں مگن رہتے ہیں۔ جھسے بلی اپنی دم سے
کہلاتی ہے۔ جب تک ان کے سر میں درد نہ ہو اور سہاے
والا قرض دئے جائے چھن سے گزرتی دھینگی —

آلت مائر

یہ دونوں مسافر معلوم ہوتے ہیں؛ ان کے انوکھے لباس سے
ظاہر ہے کہ انہیں ہمارے شہر میں آئے ایک گہماتہ بھی

نہیں ہوا —

فروش

یار تو سچ کہتا ہے - ہمارے لائپس کی کھا بات ہے یہ
بھی ایک چھوٹا سا پیرس ہے یہاں کے لوگ بڑے
بانگے ہیں —

زیبل

اور تو ان اجنبیوں کو کیا سمجھتا ہے —

فروش

اے چپ وہ تجھے کیا تمیز ہے - میں شراب کا ایک جام
پلا کر ان کا کچا چٹھا پوچھ لوں گا - ظاہر میں تو شریف
زادے معلوم ہوتے ہیں دیکھ کیسے ناک بھوں چڑھائے ہیں —

ہرافنڈر

میں تو سمجھتا ہوں دھندہ ہوا بیٹنے والے ہیں --
آؤ شرط کر لو -

آلت مائر

شائد ایسا ہی ہو —

فروش

تھیرو میں انہیں اُلو بناتا ہوں -

شیطان

(فاؤست سے) یہ لوگ شیطان کو کبھی نہیں پہچانتے

چاہے وہ ان کے سر پر سوار ہو -

فاؤسٹ

صاحبو سلام -

زیبل

سلام بھائی سلام (شیطان کو کنگھیوں سے دیکھ کر)
اے یہ تو لنگراتا ہے -

شیطان

کہا ہمیں اجازت ہے کہ ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں ؟ -
یہاں اچھی شراب تو ملے گی نہیں ، خیر اس کے بدلے
اچھی صحبت سہی -

آلت مائر

معلوم ہوتا ہے دولت نے آپ کی عادتیں بگاڑ دی ہیں -

فروش

غالباً آپ 'ریاخ' سے دیر میں چلے تھے ؟ کہا آپ نے
رات کا کھانا 'ہانس' صاحب کے ساتھ کھایا تھا -

شیطان

آج ان کی سرے کے پاس سے گذرے تھے اور ان سے
باتیں ہوئی تھیں وہ آپ لوگوں کا دیر تک ذکر کرتے رہے
اور چلے وقت کہنے لگے میرے چچیرے بھائیوں کو مہرا سلام
کہہ دینا - (فروش کے آگے تعظیماً جھکتا ہے)

آلت مائر

(آہستہ سے) اب کہو بچہ - اے وہ بڑا کہتا ہوا ہے -

فروش

ذرا صبر کر میں اسے ابھی تھیک کرتا ہوں۔

شیطان

میرا خیال ہے کہ ابھی یہاں بھرائی ہوئی آوازیں
سلگت کا گھٹ کا دھبی تھیں۔۔ اس چھت میں گانے کی
آواز خوب گونجتی ہوگی۔

فروش

آپ کو بھی اس فن میں کچھ دخل ہے۔

شیطان

جی نہیں شوق تو بہت ہے مگر آتا جاتا خاک نہیں۔

آلت مائر

اجی ایک گھٹ تو سنائے۔

شیطان

ایک کیا جتنے کہئے سداوس۔

زبیل

مگر شرط یہ ہے کہ بالکل نئی چیز ہو۔

شیطان

ہم 'اسپین' جیسے خوبصورت ملک سے آرہے ہیں جو شراب

کا اور موسیقی کا گھر ہے۔ (گانا ہے)

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا

اس نے ایک ہوا پسو پالا۔

فروش

واہ وا ! پسو ! ملتے ہو بھئی ؟ پسو سے اچھا مہمان
کون ہو گا —

شیطان

(گاتا ہے)

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا —

اُس نے ایک بڑا پسو پالا :

وہ پسو کو اتنا چاہتا تھا :

جتنا اپنے بیٹے کو —

اُس نے ایک درزی بلوایا :

درزی ہانپتا کانپتا آیا :

اُس نے پسو کے کپڑے سٹے :

’اچکن‘، ’گرتا‘، ’پاجا مہ‘ —

براندور

درزی کو ذرا تاکہد کر دو کہ تھیک تھیک ناپ لے : اگر

اُسے اپنی جان پیداری ہے تو پا جا مے مہں جھول نہ پڑنے پائے —

شیطان

(گاتا ہے)

مخمل اور دیشم کے کپڑے —

یہیں کر پسو لکا اکڑنے —

کپڑوں مہں سلے ستارے تھے

اور ایک صلیب لٹکی تھی

اب وہ بین گیا وزیر اعظم
اور اس کے بھائی بیلدون کو
دربار میں اُونچے عہدے ملے ؛
دربار کے سارے امیر امرا
اپنی جان سے عاجز تھے ۔
ملکہ اور خواموں کو
پسو کاٹا کوٹے تھے ؛

اُن کی اتنی مجال نہ تھی
چونک پڑیں یا کھجلا ئیں
لوگو کیسا ظلم ہے یہ
کاٹے اور کھجانے نہ دے ۔
لوگو کیسا ظلم ہے یہ
کاٹے اور کھجانے نہ دے ۔

فروش

شاباش ! شاباش ! بڑے مزے کا گھٹ تھا ۔

زیبل

(چٹکی ملکر) پسو کے ساتھ یہ کرنا چاہئے ۔

برافذر

بس پکڑ کر چٹکی میں مسل دے ۔

آلت مائر

سلامت رہے آزادی ! سلامت رہے شراب !

شیطان

میں آزادی کا جام صحت ضرور پیتا مگر تمہاری شراب کسی
کام کی نہیں -

زیبل

خبردار! یہ لفظ ہمارے سامنے دوبارہ نہ کہئے گا -

شیطان

اگر مجھے سرائے والے کی خفگی کا خیال نہ ہوتا تو ان معزز
مہمانوں کی خدمت میں اپنی شراب پیش کرتا -

زیبل

بسم اللہ کیجئے - سرائے والا کچھ کہے تو میرا ذمہ -

فروش

واہ اگر ایک جام پلوٹھے تو کیا بات ہے - مگر تھوڑی سی
ہوئی تو کیا خاک امتحان ہوگا - میں تو تبھی فیصلہ
کر سکتا ہوں جب دو چار لمبے لمبے گھونٹ چڑھاؤں -

آلت مائر

(آہستہ سے) میں سمجھ گیا یہ لوگ دھائین کے ملک کے ہیں -

شیطان

ذرا ایک برما تو منگوائے -

براندنر

برما کہا کیجئے گا؟ کیا آپ کے پاس شراب کے پیپے ہیں؟

آلت مائر

آپ کے پیچھے سرائے والے کی اوزار کی توکری دکھی ہے -

شیطان

(برما اُٹھا لیتا ہے اور فروش سے پوچھتا ہے) - کہئے آپ
کو کون سی شراب چاہئے؟

فروش

اس کے کیا معنی؟ کیا آپ کے پاس کئی قسم کی
شرابیہں ہیں؟

شیطان

ہر شخص کو اختیار ہے جو شراب چاہے مانگے -

آلت مائر

(فروش سے) کہوں بے، ابھی سے ہونٹ چاٹنے لگا -

فروش

اچھی بات ہے، اگر میری پسند پر ہے تو میں دھائن
کی شراب چاہتا ہوں - جو چھڑیں ہمارے دیس میں ہیں
کہیں نہیں -

شیطان

(فروش کے قریب میز کے کنارے سوداخ کرتا ہے) تھوڑا سا
موم لاؤ اُس سے بوتل کا کاک بنائیں -

آلت مائر

ارے یہ تو مداری کا کھیل نکلا -

شیطان

(براندر سے) آپ کو کیا چاہئے؟

برافندر

مجھے شاہ میں بلائیے۔ مگر خوب جھگڑا اُٹھتا ہو۔
(شیطان سوراخ کرتا ہے۔ اسی اٹھا میں کسی نے موم کی
دانتیں بنا کر سوراخوں میں لٹا دی ہیں)

براندنر

بدیشی مال سے آدمی ہمیشہ نہیں بچ سکتا۔۔۔ اگھر
اچھی چیزیں پر دیسی ہے اتنی ہیں۔ سچا 'جوہن' فرانسیسیوں
کا دشمن ہوتا ہے مگر ان کے دیس کی شراب شوق سے
پیتا ہے۔

زیبل

(شیطان سے جو اس کے پاس آ کر کھڑا ہے) ایمان کی
بات تو یہ ہے کہ مجھے کھتی شراب پسند نہیں ہے۔ تو
میتھی میتھی پلو اٹھ۔

شیطان

(سوراخ کرتا ہے) ابھی دم بہر میں آپ کو ٹوکے ملے گی۔

آلت سائر

حضرت، ذرا آنکھ سے آنکھ تو ملائیے۔ میں سمجھ گیا
آپ ہمیں الو بلا رہے ہیں۔

شیطان

واہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ میری مجال ہے کہ ایسے
معزز مہمانوں سے مذاق کروں۔ جلدی بتائے آپ کی خدمت
میں کونسی شراب پیش کیجائے۔

آلت مائر

جو جی چاہے مجھ سے نہ پوچھئے —
 (سب کے سامنے میز میں سوراخ ہو گئے اور ان میں
 دانتیں لٹا دی گئیں)

شیطان

(عجب شکل بنا کر) تاک انگور کی مالا ہے — بکرا سہلکوں
 والا ہے — شراب عرق ہے تاک لکڑی — لکڑی کی میز سے شراب نکلے —
 بوجھو فطرت کی پھیلی — دیکھو قدرت کا کھیل — ہٹاؤ گاک اور
 پیو شراب —
 (سب گاک ہٹاتے ہیں اور ابلتی ہوئی شراب گلاسوں میں
 بہرتے ہیں)

سب ملکر

راہ کیا خوب چشمہ ہے —

شیطان

مگر خبردار! کوئی قطرہ گرنے نہ پائے —
 (وہ بار بار گلاس بھر کر پیتے ہیں)
 (سب ملکر گاتے ہیں)

ہم سب بن گئے مردم خوار —

جیسے پانسو سو ہوں —

شیطان

یہ آزاد قوم ہے! دیکھو کھسے مزے میں ہے!

فاؤست

مہرا تو جی چاہتا ہے یہاں سے چل دوں —

شیطان

ذرا دیکھتے جاؤ ان کی بھیمیت کیا کیا گل کھلاتی ہے —

زیبل

(بے احتیاطی سے پیتا ہے شراب زمیں پر گر کر شعلہ بن

جاتی ہے) دورو ! دورو ! آگ لگی ! جہنم کی آگ !

شیطان

(شعلے سے مخاطب ہو کر) اے میرے دوست ، اے آتشی

عنصر خاموش ہو جا —

(دوستوں سے) یہ تو محض اعراف کا ایک شعلہ تھا —

زیبل

یہ کیا مذاق ہے ؟ تھیرنے ابھی آپ کی مرمت کی جاتی ہے۔

آپ جانتے نہیں ہم کون ہیں ؟

فروش

اب کی کرو تو بتادوں —

آلت مائر

میں تو سمجھتا ہوں ان سے کہو چپ چاپ یہاں سے دفان ہوں۔

زیبل

کہا تھیت ہے ! ہمارے ہی گھر میں ہماری آنکھوں میں

خاک جھونکتا ہے —

شیطان

آہے چپ ! شراب کے پرانے پیہے !

زیبل

بد تمیز کہیں کا ! اوپر سے اور ترانا ہے —

براندتر

تھیر جا ! ابھی تیری کندی ہلتی ہے !

آلت مائر

(میز سے موم نکالنا ہے آگ بھڑک اٹھتی ہے) آدے

میں جلا ! میں جلا !

زیبل

یہ سب شعبدے بازی ہے لگاؤ ایک ہاتھ - اس کا خون معاف ہے ۔

(سب چاقو نکال کر دوڑتے ہیں)

شیطان

(ہیبٹ ناک شکل بنا کر) جھوٹے لفظو ، خوالی تصویر

ادھر ادھر پھیل جاؤ - نظر بندی کر کے جگہ بدل دو —

(وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں -)

آلت مائر

میں کہاں ہوں ! کوسی خوب صورت جگہ ہے !

فروش

انگور کا باغ ! یہ کیا بھید ہے ؟

زیبل

اور سامنے انگور کے خوشے ہیں !

براندنر

دیکھو کنج کے نیچے ! کیسی ہری بھری بیللیں ہیں
(زیبل کی ناک پکڑ لھٹتا ہے ' اور سب بھی ایک
دوسرے کی ناک پکڑ کر چاقو اٹھاتے ہیں)

شیطان

(دراونی شکل میں) نظر کے دھوکے ، ان کی آنکھیں کھول !
اب دیکھو شیطان کا مذاق —
(فاؤسٹ کو لہر غایب ہو جاتا ہے دوست، ایک دوسرے
کی ناک چھوڑ دیتے ہیں)

زیبل

یہ کیا !

آلت مائر

ہاڈیں !

فروش

ارے یہ تیری ناک تھی ؟

براندنر

(زیبل سے) اور تیری میرے ہاتھ میں ہے

آلت مائر

ارے ! میرے بدن میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی

ایک تپائی میں گرتا ہوں

فروش

یارو یہ تو بتاؤ یہ ماجرا کیا تھا ؟

زیبل

کہاں گھا وہ بد معاش ! پاؤں تو کچا چبا جاؤں !

آلت مائر

میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ وہ پیپے پر سوار تہ خانے
کے دروازے سے نکل گیا - ارے میرے پیر من من بھر کے ہو گئے -
(میز کی طرف مڑ کر) کیا شراب اب بھی اُبلتی ہے -

زیبل

سب دھوکا تھا ! دغا ! فریب !

فروش

مگر پیٹے وقت تو شراب معلوم ہوتی تھی -

برانڈر

مگر یہ انگوروں کا کیا معاملہ تھا -

آلت مائر

اب بھی کہدے کہ جادو جھوٹ ہے -

جادو گرنی کا باورچی خانہ

(ایک نیچے چولہے پر ایک بڑا کڑھاؤ چڑھا ہوا ہے اُس میں
سے بخارات اُتھ رہے ہیں جن میں عجیب عجیب شکلیں نظر
آ رہی ہیں ؛ ایک لنگور کی مادہ کڑھاؤ کے پاس بیٹھی اُبال
اُتار رہی ہے لنگور اپنے بچوں کے ساتھ پاس ہی بیٹھا آگ تپ
رہا ہے - دیواریں اور چھت عجیب غریب جادو کی چیزوں سے
آراستہ ہیں) (' فاؤسٹ ' اور ' شیطان ' داخل ہوتے ہیں)

فاؤست

مجھے اس جادو کے بکھیرے سے وحشت ہوتی ہے۔ کیا تو اس کا ذمہ لیتا ہے کہ اس طوفان بے تمیزی میں میری جوانی عود کر آئے گی؟ کہا میں اس بڑھیا کے آگے ہاتھ پھلاؤں؟ کیا یہ دیوانی ہانڈی میری عمر کے تیس سال واپس دے دے گی؟ اگر تھرے پاس اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں تو پھر میرا خدا ہی حافظ ہے۔ میرے دل سے دھبی سہی اُمید بھی جاتی رہی کیا فطرت نے اور عقل برتر نے کوئی معجون ایسا نہیں بڈایا جس سے گئی ہوئی جوانی لوٹ آئے؟

شیطان

ایک دوسرا نسخہ بھی ہے مگر وہ کتاب ہی اور ہے وہ باب بھی دوسرا ہے۔

فاؤست

میں تو اُسے معلوم کر کے رہونگا —

شیطان

اچھا اگر تو اصرار کرتا ہے تو وہ تدبیر سن جس میں نہ کچھ خرچ ہے، نہ طبیب کی مدد درکار ہے، نہ جادو کی ضرورت ہے۔ تو اُسی دم کھیت میں چلا جا اور پھاؤڑا اور کدال چلانا شروع کر دے۔ اپنی زندگی اور اپنے خہلات کو محدود رکھ۔ سادی غذا کھایا کر۔ جانوروں کے ساتھ جانور بن کر رہ اور کھیت میں اپنے ہاتھ سے کھاد ڈالنے سے نہ شوما۔ یقین جان اُسی * برس کی

* اِس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فاؤست کی عمر اسی برس کی ہے۔ اُس کی عمر پچاس سے زیادہ نہیں۔ شیطان ایک عام بات کہتا ہے کہ کاشتکاری کی صحت بخش زندگی اسی برس کے بڈھے کو بھی جوان بنادیتی ہے —

عمر میں جوان بننے کے لئے اس سے اچھی کوئی تدبیر نہیں۔
فاؤسٹ

اس کی سبھی عادت نہیں۔ نہ سبھی سے پہاڑا چلاتے بلتا ہے اور
نہ یہ محدود زندگی میری طبیعت کے مناسب ہے۔

شیطان/بانت

تو پھر جادو گردنی کا احسان اُتھانا پڑے گا۔
فاؤسٹ/م

مگر کیا ضرور ہے کہ اس چیزیل کے پاس جائیں؟ کیا تو خود یہ
شریٹ طہار نہیں کر سکتا؟

شیطان

واہ کیا اچھا مشغلہ ہے! اتنے عرصہ میں تو میں خدا جانے کتنے
کام کرا ڈالوں۔ ان چیزوں کے لئے محض علم و فن کافی نہیں؛ بڑے صبر
و استقلال کی ضرورت ہے۔ کسی خاموش طبیعت والے کو برسوں
کلم کرنا پڑتا ہے؛ جتنے زیادہ دن تک یہ حریرہ پکتا ہے اتنی ہی
اس کی قوت بڑھتی ہے۔ اس کے اجزا بھی عجیب و غریب ہیں۔
یہ نسخہ شیطان ہی کا بتایا ہوا ہے؛ لیکن اس کا بنانا اُس
کے بس کی بات نہیں۔

(جانوروں کو دیکھتا ہے)

دیکھہ کیسے خوبصورت جانور ہیں! یہ جادو گرنی کی لونڈی
ہے یہ غلام۔ (جانوروں سے) معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری مالکہ گھر پر نہیں ہے۔

جانور

دودکش کی راہ گھر سے نکل کر پیٹے پلانے گئی ہے۔

شیطان

آخر کتنی دیر پیتی رہے گی -

جانور

جتنی دیر مہن ہم اپنے پھر سینک لیں -

شیطان

(فاؤست سے) تجھے یہ نازک جانور پسند آئے یا نہیں -

فاؤست

لاحول ولاقوة! میں نے ایسی مکروہ مخلوق آج تک نہیں دیکھی -

شیطان

واہ! ان سے باتیں کرنے مہن مجھے برا مزا آتا ہے (جانوروں سے) شریر

کتھہ پتلیو، تم کدھاؤ کے گرد کیوں گھوم رہے ہو -

جانور

ہم ادب لطیف کا جتنی شوریہا پکاتے ہیں -

شیطان

شاباش! پھر تو خریداروں کی کمی نہ ہو گی -

لنگور

('شیطان' کے قریب آکر خوشامد سے دم ہلاتا ہے -)

مالک ذرا پانسہ پھینک

مجھے جتنا کر امیر کر دے

آج کل حال پتلا ہے

روپیہ ملے تو کام چلے -

شیطان

اگر اس لنگور کے نام کوئی چٹھی نکل آئے تو یہ کتنا خوش ہو -
 (لنگور ایک بڑے سے گولے سے کھیل رہے ہیں اور اُسے
 لڑھکا رہے ہیں)

لنگور

اس کا نام دنیا ہے ،
 یہ چڑھتی ہے اور گرتی ہے ؛
 ہمیشہ لڑھکتی رہتی ہے -
 اس میں ہے شہشہ کی جھلکار ،
 اور اندر سے ہے کھوکھالی ؛
 ہاتھ لٹایا اور توتی ؛
 دیکھو اس کی تیز چمک ،
 جس سے آنکھ جھپکتی ہے ،
 واہ ری مہدی زندگی !
 سن لے میدے پہارے پوت -
 اس دنیا کے پاس نہ جا -
 اس مہوں تھری موت ہے -
 یہ اک مٹی کا گولا ہے -
 توت کے تکرے ہوگا یہ -

شیطان

یہ چھلنی کھسی ہے ؟

لنگور

(اسے اُتار کر لاتا ہے) اگر تو چور ہے تو ہم اس کے ذریعے سے پہچان لیں گے۔
(وہ چھانڈی مادہ کو دیتا ہے، مادہ اس میں سے جھانکتی ہے) لے اس
میں سے جھانک کیا تو نے چور کو پہچان لیا اور نام لیتے درتی ہے ؟

شیطان

(قریب جا کر) یہ ہانڈی کیسی ہے ؟

لنگور

واہ بے اُلو ! ہانڈی اور کڑھاؤ کی بھی پہچان نہیں -

شیطان

بڑا بد تمیز جانور ہے !

لنگور

لے یہ پنکھالے اور موندھے پر بیٹھ جا۔

(وہ شیطان کو بہ اصرار بتھاتا ہے)

فاؤست

(ایک آئینے کے پاس کھڑا ہے کبھی قریب جاتا ہے
کبھی دور ہٹتا ہے ؛ میں یہ کیا دیکھتا ہوں ؟ اس
جادو کے آئینے میں کیسی حسین شکل نظر آتی ہے ! اے
عشق مجھے اپنے تہز پنکھ پر اُڑا کر اُس کی گلی میں لے چل -
اگر میں اس جگہ سے ایک قدم بھی آگے بڑھتا ہوں تو یہ شکل
کھر میں چھپ جاتی ہے - دنیا کی سب سے حسین عورت کی
تصویر ! کیا واقعی کوئی عورت اتنی خوبصورت ہو سکتی ہے ؟
یہ محروامت پیکر ناز میری نظر میں آسمانوں کے

روحانی حسن کا جوہر ہے

کیا ایسی حسینہ سطح زمیں پر موجود ہے ؟

بہشک جب خدا چہہ * روز تک خلاقی کا کمال دکھائے
اور آخر میں خود اپنی صنعت پر آفریں کہے تو ایسی چیز
کا بن جانا کیا تعجب ہے - اس وقت تو اس تصویر کو جی
بہر کے دیکھہ - پھر میں تہرے لئے یہ گوہر بے بہا دھونڈہ
نکا لو نکا - خوشا حال اُس کے جو خوبی تقدیر سے اسے دولہا
بن کر بیاہے —

﴿ فائزست برابر اُس تصویر کو دیکھ جاتا ہے - شیطان پیر پھیلائے
موندھے پر دراز ہے اور پنکھے سے کھیل رہا ہے وہ اپنی تقریر
کو جاری رکھتا ہے ﴾ دیکھ میں یہاں تخت پر بادشاہ بنا بیٹھا
ہوں ؛ عصائے شاہی میرے ہاتھ میں ہے ؛ بس تاج کی
کسر ہے —

لنگور

(جو اب تک عجب طرح سے اچھل کود رہے تھے شیطان
کے لئے ایک تاج لاتے ہیں اور خوشی کے نعرے لگاتے ہیں)
لے مالک یہ تاج ہے -

خون اور پسینے سے

سر پر چپکا لے -

(وہ تاج کے لئے چھینا جھپٹی کرتے ہیں ، تاج دو ٹکڑے ہو

جاتا ہے ، لنگور اچھل پڑتے ہیں -)

بائبل میں لکھا ہے کہ خدا نے دنیا کو چہہ دن میں پیدا کیا -

جو ہونا تھا وہ ہو گیا -

ہم دیکھتے رہ گئے

ہائے مرے ! ہائے مرے !

فاؤست

(آئینے کے قریب) ہائے ! میں تو دیوانہ ہوا جاتا ہوں -

شیطان

(جانوروں کے طرف اشارہ کر کے) میرا خود سر چکرا رہا ہے -

لنگور

نقدیر کی یادری -

زمانے کی دوستی -

خیال ہی خیال ہے -

فاؤست

میرے سینے میں آگ سی لگی ہے ! چل یہاں سے

جلدی چل -

شیطان

(بدستور جانوروں کے طرف اشارہ کرتے ہوئے) کم سے کم اتنا

نو ماندا پڑیگا کہ ان کی شاعری سچی ہے -

(کڑھاؤ جس کی طرف سے لنگور کی مادہ غافل ہے اُبلنے لگتا

ہے ؛ ایک بڑا سا شعلہ اُٹھتا ہے اور دود دان کے باہر پہنچتا

یہ شعلے میں سے جادوگونی چپختی ہوئی اترتی ہے)

ہائے جلی ! ہائے جلی !

نصیبوں پیٹے جانور

مرہار! سرور!

کڑھاؤ کو چھوڑ دیا،

بجھہ کو جلا دیا!

نصیڈوں پھٹے جانور!

(فائوست اور شہطان کو دیکھ کر)

یہ کیا ماجرا ہے؟ تم کون ہو؟ یہاں کس لئے گھس

آئے؟ تھیرو تمہارے پاؤں آگ سے جھلستے ہوں۔

وہ کڑھاؤ میں کنگیر چلاتی ہے اور فائوست شہطان، اور لنگوروں پر

شعلے پھینکتی ہے؛ لنگوروں اور ایلہا مچاتے ہیں)

شیطان

(پنکھے کی دانتی سے ہانڈیاں اور پھالے توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے)

دو تکرے! دو تکرے!

لے یہ تیرا حریرہ ہے،

لے یہ تیرے پھالے ہیں!

تو گاتی ہے میں بجاتا ہوں!

(جادوگرنی غصے اور ہول سے کاپنتی ہوئی پیچھے ہٹتی ہے)

اب تو نے مجھے پہچانا، ہڈیوں کی مالا! مرگھٹ کی بہتھی!

اپنے آقا کو پہچانا؟ کچھ سوچ کے رہ جانا ہوں نہیں تیرے اور

تیری لنگوری روحوں کے تکرے آزادیتا - چڑیل کوہن کی! اس

لال صدوی کا ادب نہیں کرتی؟ اس مرغے کے پرکو نہیں پہچانتی؟

مہوئی صورت نہیں دیکھی؟ کہا مجھے نام بتانے کی ضرورت ہے؟

جادوگر فی

مہرے مالک ، مہری خطا معاف کر دیجئے ! مگر آپ کے سم

کہاں ہیں اور آپ کے دونوں کالے کورے کیا ہوئے ؟

شیطان

جا اب کی بار میں تجھے معاف کرتا ہوں کیونکہ تونے سچ سچ مجھ

مجھے بہت دن کے بعد دیکھا ہے ۔ پھر یہ بھی ہے کہ ساری دنیا

کی طرح مجھے پر بھی تہذیب نے صیقل کر دی ہے ؛ وہ پرانا شمالی

ہوا اب نظر نہیں آتا ۔ سینک اور دم اور پلمچے غائب ہو گئے ؛ البتہ

پیروں کو میں نہیں بدل سکتا ؛ اندیشہ تھا کہ ان کے سبب سے

لوگ مجھ سے بد ظن ہو جائیں گے اس لئے سالہا سال سے میں نے

بھی بہت سے نوجوانوں کی طرح مصنوعی پنڈلیاں لگائی ہیں ۔

جادوگر فی

(ناچتی ہے) اس وقت میں خوشی سے اپنے آپ میں نہیں ۔ مدت کے

بعد آج شیطان کی زیارت ہوئی ۔

شیطان

خبردار اے عورت مجھے اس نام سے مت پکار ۔

جادوگر فی

کہوں خیر تو ہے ؟ اس میں کیا برائی ہے ؟

شیطان

اب عرصے سے یہ نام بس کہانوں میں رہ گیا ہے ! مگر انسانوں

کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ؛ وہ ایک شیطان سے چھٹکارا پا گئے

مگر بہت سے شیطان باقی ہیں ۔ تو مجھے نواب صائب کہہ ، بس قصہ

ختم ہے - میں بڑی اور دھنوں کی طرح دھنوں ہوں - اگر تجھے میری آبائی ریاست میں شبہ ہو تو میرا مارکہ دیکھ - (ناشائستہ اشارہ کرتا ہے)

جادوگر فی

(دھنستے دھنستے لوت جاتی ہے) آپ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں - اب تک وہی شرارت چلی جاتی ہے -

شیطان

(فاؤست سے) میرے دوست یہ باتیں تو بھی سیکھ لے۔ جادو گروہوں سے یہی بو تاؤ کرنا چاہئے -

جادوگر فی

فرمائیے آپ کے لئے کیا حاضر کروں -

شیطان

اس جانے بوجھے عرق کا پیالہ بھر لا - مگر یاد رکھ دو آتشہ ہو

جادوگر فی

آپ کا حکم سر آنکھوں پر! لیجئے یہ شیشہ ہے جس میں سے میں خود کبھی کبھی ایک آدھ گھونٹ پی لیتی ہوں - اس میں ذرا بھی بد بو نہیں؛ میں خوشی سے آپ کو ایک پیالہ دیتی ہوں (آہستہ سے) ان صاحب کو آپ نے پہلے سے بتا دیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو گھنٹہ بھر میں ختم ہو جائیں -

شیطان

یہ میرے بڑے دوست ہیں - ایسا کر کہ یہ انہیں موافق آئے - میں انہیں تھرے باورچی خانے کے جوہر سے معظوظ کرنا چاہتا ہوں - حلقہ کھینچ - اپنا مذتبر پڑہ اور انہیں ایک

پیالی عرق دے —

(جادو گرنی ڈراؤنی شکل بنا کر ایک حلقہ کھینچتی ہے اور اپنے آس پاس عجیب غریب چیزیں رکھتی ہے ؛ گلاسوں سے جھنکار کی آواز اور کڑھاؤ سے نغمے کی صدا آنے لگتی ہے ۔ آخر مہں ایک بڑی سی کتاب لاتی ہے اور لنگوروں کو حلقے مہں بلا کر ایک سے ڈیسک کا کام لیتی ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں مشعل دے دیتی ہے ۔ اب وہ فاؤست کو اشارے سے بلاتی ہے ۔)

فاؤست

(شیطان سے) آخر اس حماقت سے فائدہ ؟ میں اس دیوانی ہاندی کو ، اس مجنونانہ شکل کو ، اس ذلیل دھوکے کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ مجھے ان سے نفرت ہے ۔
شیطان

ہاں ان بغاوت کی باتوں پر ہنسی آتی ہے ؛ مگر اتنی نازک مزاجی سے کام نہ لے ! یہ اس وقت طبیب ہے اور طبیبوں کی طرح رعب کا نٹھتی ہے تاکہ دوا کا اثر زیادہ ہو ۔ (وہ فاؤست کو زبردستی حلقہ میں ڈھکیل دیتا ہے)

جادو گرنی

(الفاظ پر زور دیکر کتاب مہں سے منتر پڑھتی ہے)

’ دیکھ سمجھ لے ‘

’ ایک کے دس کر ‘

’ دو کو چھوڑ دے ‘

تین کو برابر کر
 پھر تیری چاندی ہے
 چار کو رکھ دے
 پانچ اور چھ کو
 سات اور آٹھ کر
 بس پھر پو بارے ہیں
 نو ایکن ایک
 دس ایکن صفر
 یہ مہرا پہاڑا ہے -

فاؤسٹ

یہ کیا ہڈیاں بکتی ہے -

شیطان

ابھی تو یہ تانتا چلا جائے گا: میں اسے خوب جانتا ہوں
 ساری کتاب میں یہی پہاڑا ہے - میں نے اس میں بہت وقت
 ضائع کیا ہے کیونکہ جس چیز میں صاف مذاقض ہو وہ نہ
 عقلمند کی سمجھ میں آتی ہے نہ بیوقوف کی - میرے
 دوست یہ فن پرانا بھی ہے نیا بھی - پرانے زمانے سے لوگ
 تین میں ایک اور ایک میں تین کہہ کر بجائے حق کے باطل
 کی تعلیم دیتے آئے ہیں - کہنے والے اپنی کہے جاتے ہیں -
 ان احمقوں سے کون التجہ - انسان عموماً یہ سمجھتا ہے کہ اگر
 کچھ الفاظ جمع کر دئے جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی مطلب
 خواہ مخواہ نکل ہی آئے گا -

جادو گرنی

(بد ستور منتر پڑھ رہی ہے)
 علم کی اونچی گہری طاقت
 ساری دنیا سے پرشہدہ
 اُن کے حصے میں آتی ہے
 جن کو بالکل دھیان نہ ہو
 فاؤست

یہ کیا مہملاں بک رہی ہے ، میرا سر پہرا جاتا ہے ؛ ایسا
 معلوم ہوتا ہے جیسے لاکھوں احمقوں کی مذمت مل کر
 گیت گا رہی ہو -

شیطان

بس ! اے جادو کی رانی بس ! اپنا عرق لا اور اس
 پیالی کو لب بھر دے - مہرے دوست کو یہ نقصان نہیں
 کرے گی - وہ بڑے ظرف کا آدمی ہے اور نہ جانے کتنے جام
 ہی چکا ہے -

(جادو گرنی بڑے اہتمام سے عرق ایک پیالی میں اندیلتی
 ہے جب فاؤست اسے منہ سے لگاتا ہے تو ایک چھوٹا سا
 شعلہ اٹھتا ہے)

شیطان

پی جا ، ایک گھونٹ میں پی جا ، یہ حلق سے اترتے ہی
 تمہارا دل خوش کر دے گی تو شیطان سے یارانی کا دم بھرتا ہے
 اور ذرا سے شعلے سے دھرتا ہے -

(جادو گرنی حلقے کو توڑتی ہے فاؤست باہر آتا ہے)

شیطان

بس! یہاں سے چل تیرے لئے آرام کرنا ضرور ہے —

جادو گرنی

میری دعا ہے کہ یہ عرق کے دو گھونٹ تجھے اچھی طرح پہنچیں

شیطان

(جادو گرنی سے) اگر تو چاہتی ہے کہ میں تیرے ساتھ

کچھ سلوک کروں تو مجھے والپرگس کی رات کو یاد دلانا ۔

جادو گرنی

میں ایک گہٹ سناتی ہوں اسے کبھی کبھی گایا کیجئے

نو آپ کو اس کی تاثر معلوم ہو —

شیطان

(فاؤست سے) جلدی کر! میرے پیچھے پیچھے چل : مجھے

پسینہ آنے کی بہت سخت ضرورت ہے تاکہ عرق کی قوت

سارے جسم میں اندر سے باہر تک پھیل جائے ۔ آرام

کا لطف اٹھانا میں تجھے اس کے بعد سکھاؤں گا ۔

تب تیرے دل میں خوشی کی لہر اُٹھے گی : عشق و محبت

خون بن کر رگوں میں دوڑ جائیں گے —

فاؤست

لاؤ چلتے چلتے اس آنے کو ایک نظر اور دیکھ لوں ۔

ہائے کیسی پیاری شکل تھی —

* یکم مئی کی رات - جرمنی میں عوام کا عقیدہ تھا کہ اس

رات کو ہارٹس کے پہاڑوں پر شیطان کا دربار ہوتا ہے ۔

شیطان

نہیں کوئی ضرورت نہیں - بہت جلد تجھے یہ عورتوں کی
سرتاج جیتی جاگتی نظر آئے گی (آہستہ) اس عرق کی تاثیر سے
تجھے ہر عورت ہیلن کی طرح حسین معلوم ہوگی —

سڑک

(فاؤست چلا جا رہا ہے - مارگریٹ قریب سے گذرتی ہے —)

فاؤست

اے حسین صاحبزادی اگر اجازت ہو تو میں آپ کو اپنے بازو
گاسپارا دے کر ساتھ چلوں —

مارگریٹ

میں نہ صاحبزادی ہوں ، نہ حسوں ہوں ، میں اکیلی گھر
جاسکتی ہوں - (ہاتھ چھڑا کر چلی جاتی ہے)

فاؤست

والدہ یہ لڑکی رشک حور ہے ! ان آنکھوں نے ایسی صورت آج
تک نہیں دیکھی - کیسی پاکباز ہے ! کیسی شائستہ ! اور اس
پر یہ تیکھی چتون ! یہ لال لال ہونٹ یہ گورے گورے گال
مجھے قیامت تک نہ بھولیں گے - اس کی یہ نیچری نظریں
میرے کلیجے میں چبھ گئیں - اس کی چھوٹی سی چوٹی
دیکھ کر دل پر سانپ لوت گئے —

(شیطان آتا ہے)

فاؤست

سن مجھے یہ لڑکی چاہئے !
شیطان

کون سی لڑکی -

فاؤست

وہی جو ابھی ابھی ادھر سے گئی -
شیطان

اچھا وہ ! وہ تو پادری سے اپنے گناہوں کی معافی لے کر
آ رہی ہے - میں چپکے سے اُس کی کرسی کے پاس سے گزرا مگر
معلوم ہوا کہ معصوم لڑکی ہے ، خواہ متخواہ اعتراف گناہ کی
رسم پوری کرنے آئی ہے ؛ اس پر میرا قابو نہیں -

فاؤست

مگر اسکا سن تو چودہ سے کم نہیں -

شیطان

واہ رے میرے چھہل چھہیلے ! تو سمجھتا ہے کہ جو پھول کھلتا
ہے وہ تیرے ہی لئے ہے ؛ بس ہاتھ بڑھایا اور توڑ لیا - مگر یاد رکھے
ہمیشہ اس طرح کام نہیں چلتا -

فاؤست

بس اپنا قل اعوذیاپن دھئے ! بڑا واعظ بن کر آیا ہے ! میں
اتنا کہے دیتا ہوں کہ اگر یہ پیکر شباب آج رات کو میرے آغوش میں
نہ ہوئی تو بارہ کا گجر بجے ہی میری تیری دوستی القط -

شیطان

ارے میان ابھی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو - کچھ نہیں تر
چودہ دن موقع تلاش کرنے کو چاہئیں -
فاؤسٹ

اگر مجھے سات گھنٹے بھی ضبط کا پارا ہوتا تو ذرا سی چھوڑی
کو پہسلانے کے لئے شہطان کی مدد کی کونسی ضرورت تھی؟
شیطان

واہ - ہرے شہرتوتو پورا فرانسس بن گیا! بپھرا کیوں جانا ہے اتنا
تو سوچ کہ اگر وہ فوراً تھرے قابو میں آگئی تو کیا خاک لطف آئے گا۔
مزا تو جب ہے کہ کچھ دنوں ذرا چھڑ چھاڑ رہے 'تحفہ تحائف
کا سلسلہ چلے' کھلونے گڑبان بھینجی جائیں 'وہ آہستہ آہستہ واہ پر
لائی جائے - اطالیہ کے قصوں میں یہی ہوتا ہے -

فاؤسٹ

اس ماحولِ کامل کی ضرورت نہیں یہاں یوں ہی آگ لگی ہوئی ہے۔

شیطان

آجھا اب دل لگی بوطرف 'میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ
یہ لڑکی ہرگز ہرگز اتنی جلدی ہات نہیں آسکتی؛ یہ قلعہ ہلے
کرنے سے فتح نہیں ہونے کا - میں حیلے سے کام لیتا پڑیگا -

فاؤسٹ

آجھا کم سے کم اُسکی کوئی چیز ہی لادے! اُس کی خوابگاہ
ایک نظر دکھادے! اُس آرام جان کا گلابند یا موزہ بلند ہی

مل جائے تو کچھہ تسکھن ہو -

شیطان

اچھا مہن آج ہی شام کو تجھے اُس کے کمرے میں لے چلوں؛
تجھے کسی طرح پتھن تو آئے کہ مہن تیرے دل کی لگی بھجھانے
میں کوئی بات اُتھا نہیں رکھتا -

فاؤست

اچھا وہ نظر بھی آے گی؟ وصل بھی ہوگا؟

شیطان

نہیں! وہ اپنے ہمسائی کے کھر جائیگی - تو اکیلا ہوگا جی بھر
کے بے یار کی فضا میں سرشار ہو لہنا اور آئندہ مسرتوں
کے تصور کا لطف اُتھا نا -

فاؤست

تو اب چلیں نہ؟

شیطان

نہیں ابھی بہت سویرا ہے -

فاؤست

مجھے اُس کے لئے کوئی اچھا ساتھہ لادے -

شیطان

ابھی سے تحفہ! شاہاش، شاہاش! اب کہاں بیچ کر جانی
ہے! مجھے بہت سنی اچھی جگہیں اور بہت سے گزے ہوئے
خزانے معلوم ہیں - اب ذرا اُنہیں الت پلت کرنا ہے -

شام کا وقت

ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کمرہ —

(مار گریختے بھٹھی چوتی گوندہ دھڑی ہے)

کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ یہ صاحب جو راہ میں
ملے تھے کون تھے۔ دیکھنے میں تو بھلے آدمی ہیں اور
عالی خاندان۔ میں مانتے ہی سے پہچان گئی تھی۔ اور
انہوں نے کچھ ایسی شرارت بھی نہیں کی —
(چلی جاتی ہے)

('شیطان' - 'فاؤست')

شیطان

چلے آؤ چپکے چپکے —

فاؤست

(تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد) بھائی مجھے میرے حال

پر چھوڑ دے —

شیطان

(ادھر ادھر جھانک کر) ہر لڑکی میں یہ سلیقہ اور

ستھراپن نہیں ہوتا —

فاؤست

(چاروں طرف دیکھ کر) مرحبا اے حریم ناز کی ہلکی

ہلکی تاریکی! حبذا اے محبت کے میٹھے میٹھے درد، جو
اسد کی شبنم کے سہارے مر مر کے جھٹتا ہے! رہر طرف ایک

کیف سا چھایا ہوا ہے ، خاموشی کا ، سکون و اطمینان کا ۔ اس عسرت میں کیسی برکت ہے ۔ اس قہر خانے میں کیسی راحت ہے ۔ (پلنگ نے قریب ایک چمڑے کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

اے آرام کرسی تو نے ہزاروں خوشی کے متوالوں اور دکھ کے ماروں کو اپنے آغوش میں جگہ دی ، اب مجھے بھی دم بھر گود میں لے لے ۔ خدا جانے کتنی بار اس آبائی تخت کے گرد بچوں کا جھرمٹ رہا ہے ۔ ممکن ہے کہ یہاں کبھی ولادت مسیح کی خوشی میں میری محبوبہ بچپنے کی بھولی بھالی شکل لئے ہوئے اپنے دادا کے ہاتھ کو حسن عقیدت سے بوسہ دینے آئی ہو ۔ اے نازنین میرے گرد تھری دھنسا ، برکت اور سلیقے کی روح منڈلا رہی ہے جو شفقت مادرانہ سے تجھے روز میز پر صاف ستھری چادر بچھانے ، پیروں کے نچے ریت بکھیرنے کی ہدایت کرتی ہے ۔ تیرے پیارے ہاتھ دیویوں کے سے ہیں ؛ یہ جھونپڑی تیری ذات سے رشک بہشت بریں گئی ہے ۔ اور یہ کیا ہے ؟ (مسہری کا پردہ اٹھاتا ہے) ارے ! مہرے دل پر کھسی ہیبت اور مسرت چھا گئی ۔ جی چاہتا ہے پیروں پہیں بیٹھا رہوں ۔ اے فطرت ! یہیں تو نے مہرے مہرے خواب دکھا کر مہری فوشہ طہمت محبوبہ کی تربیت کی ہے ۔ یہیں وہ بچپنے میں اپنے نازک دل میں زندگی کی حرارت لئے ہوئے آرام کرتی تھی اور یہیں تو نے غم اور پاکی کے رنگ و روغن سے اُس کے دیویوں جیسے چہرے کا نقش بنایا ۔

اور تو بے ! تو یہاں کس لئے آیا ہے ؟ کیا چاہتا ہے ؟ تیری روح کیوں

فاؤست

تڑپتی ہے ؟ تھرا دل کہوں بیٹھا جانا ہے ؟ کیا تو فاؤست ہے ؟ میں
 تجھے نہیں پہچانتا - کیا یہ طاسمات کی فہما ہے ؟ مجھے ناپاک
 آرزو کی خلش یہاں لائی تھی اور اب پاک محبت کا خواب بہائے
 لئے جاتا ہے ؟ کہا ہماری ہستی زندگی کی ہواؤں کا کھلونا ہے ؟ اگر
 وہ اس وقت آ جائے تو تجھے اپنے جرم کی کیسی سزا ملے ؟ نو پانچ ہفتہ
 کا آدمی بچوں کی طرح گھگھیا کر اس کے قدموں پر گرے -
 (شیطان آتا ہے)

شیطان

جلدی چل ! وہ آ رہی ہے -

فاؤست

جا ! جا ! میں اب کبھی نہ آؤں گا -

شیطان

میں یہ وزنی صندوقچہ ایک جگہ سے مار لایا ہوں - لے اسے اُس
 بڑی الماری میں رکھ دے ؛ میں تجھے سے سچ کہتا ہوں اسے دیکھ کر اس کے
 ہوش جاتے رہیں گے - میں یہ چیزیں اس لئے لایا تھا کہ تو کسی اور
 لڑکی کو رجھائے مگر خیر کھیل کھیل سب برابر اور بچے بچے سب ایک سے -
 فاؤست

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ، میں اسے دکھوں یا نہ رکھوں -

شیطان

کہا سچ سچ تمہیں اس میں بہت تردد ہے ؟ شاید ان
 جواہرات پر تمہاری خود رال تپکتی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو
 مہربی صلاح یہ ہے کہ اپنے لالچ کو عشق کی عالم افروز روشنی

میں رسوا نہ کرو اور مجھے اب زحمت نہ دو۔ مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایسے کم ظرف ہو؟ مجھے سے سوائے سر کھجانی اور ہاتھ ملنے کے کچھ بن نہیں پڑتا —
(صندوقچے کو الساری میں رکھ کر قفل لگا دیتا ہے)

بس اب یہاں سے فوراً چل دو، یقین مانو کہ وہ شمع دو موم کی طرح پگھل جائے گی۔ مگر تم تو اس طرح آنکھیں پھیلانے ہو گویا لکچر کے کمرے میں جاتے ہو اور طبیعیات اور مابعد الطبیعیات جیتی جاگتی تمہارے سامنے کھڑی ہیں۔ چلتے ہو کہ نہیں؟ (چلے جاتے ہیں)

مار گریٹے

(ایک لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے) افوہ! اس کمرے میں کبھی گرمی اور گھٹن ہے۔ (کھڑکی کھولتی ہے) مگر باہر تو اتنی گرمی نہیں۔ میرے جی کا عجب حال ہوا جاتا ہے۔ خدا کرے اماں جلدی آئیں۔ میرے ہاتھ پاؤں میں سنسنی ہو رہی ہے۔ میں بھی کیسی تر پوک بیوقوف عورت ہوں!

(کپڑے اتارتی ہے اور گانتی جاتی ہے)

توے میں ایک راجا تھا؛

بڑا سچا اور بڑا اچھا؛

اس کی پہاری نے مرتے دم،

اس کو سونے کا جام دیا؛

جام تھا اس کو جان سے بڑے کر

ہر دعوت میں بھر کر پیتا تھا؛

پی کر آنکھیں پھر جانی تھیں
 مرنے والی یاد آتی تھی -
 جب اس کے مرنے کا وقت آیا،
 سارے شہروں کی گنتی کی -
 اور اپنے وارث کو سونپے؛
 جام مگر سونپا نہ گیا -
 اُس نے سب کی دعوت کی،
 سارے بانکے حاضر تھے،
 وہ اپنے گڑے میں ندی کنارے
 گدی کے اوپر بیٹھ گیا
 بوڑھے مہا شرابی نے،
 شراب کا آخری جام پیا،
 اور اُس پاک پیالے کو،
 بیچ ندی میں پھینک دیا -
 اُس نے جام کو گرتے دیکھا،
 بھدور میں پکڑا کے دوبارے دیکھا -
 اُس کی آنکھیں پتھرائیں -
 اور پلک جھپکتے کچھ بھی نہ تھا -

(وہ کپڑے رکھنے کو الماری کھولتی ہے اور زیور کا صندوقچہ

دیکھتی ہے)

ارے یہ صندوقچہ یہاں کسے آیا؟ میں تو قفل لگا کے
 گئی تھی - مگر یہ کتنا خوبصورت ہے! نہ جانے اُس کے

اندر کیا ہے ؟ شاید کوئی شخص اسے اسان کے پاس گرویں رکھ گیا ہے ۔ اس کے ساتھ کلجی بھی ہے ۔ ذرا کھول کے تو دیکھوں ۔ یا اللہ ! یہ کیا ہے ؟ ایسی چیز مہوں نے آج تک نہیں دیکھی ۔ کتنا بڑھیا زیور ہے ؟ یہ تو اس لائق ہے کہ بیگمیں بڑے سے بڑے تہوار کے دن پہنیں ۔ دیکھوں میرے گلے میں یہ مالا کھسی معلوم ہوتی ہے ۔

خدا جانے یہ کس کی چیزیں ہیں ؟ (مالا اور بالیاں پہنتی ہے اور آٹھنے کے پاس جاتی ہے)

کاش یہ بالہاں مہری ہوتیں ! انہیں پہن کے آدمی کچھہ کا کچھہ ہو جاتا ہے ۔ میری خوبصورتی اور میری جوانی کس کام کی ۔ یہ چیزیں بھی اپنی جگہہ پر اچھی ہیں ۔ مگر انہیں کون پوچھتا ہے ؟ لوگ کچھہ ترس کھا کر تعریف کر دیتے ہوں ۔ ارے یہ دنیا لو بھی ہے ، سونے روپے پر مروتی ہے ۔ ہاے غریبی ! ہاے غریبی !

چہل قدمی

(فاؤسٹ اپنے خیال میں توبا ہوا تہل رہا ہے شیطان ساتھ ہے)

شیطان

لعنت ہو رد کی ہوئی محبت پر ! لعنت ہو آتش جہنم پر !

کاش مجھے کوئی اس سے بدتر چیز معلوم ہوتی جس پر

میں لعنت بھیجتا !

فاؤست

ارے تجھ کیا ہوا؟ کیا کسی نے تیرا منہ جھلس دیا؟
ایسی شکل مہلے آج نک نہیں دیکھی —

شیطان

جی چاہتا ہے اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دوں مگر
کیا کروں اتفاق سے شیطان میں ہی ہوں —

فاؤست

کہا پاگل ہو گیا ہے؟ مگر یہ دیوانوں کی سی حرکتیں تجھے
پر پہنچی خراب ہیں —

شیطان

فضب خدا کا جو زیور مہن گریٹشن * کے لئے لاؤن اُسے ایک
پادری اُڑالے جائے اُس کی مان زیور کو دیکھتے ہی دل میں
در گئی — اُس عورت کی ناک بڑی تھڑ ہے ’ اپلی مناجات کی
کتاب کو سونگھتے سونگھتے مشاق ہو گئی ہے۔ وہ ہر چیز کو سونگھ
کو معلوم کر لیتی ہے کہ پاک ہے یا ناپاک — زیور کو سونگھتے
ہو، پہچان گئی کہ اِس میں برکت نہیں — اُس نے گریٹشن سے
کہا ”بیٹی“ حرام کا مال روح کو جکڑ دیتا ہے ’ خون کو چوس
لیتا ہے — اِسے ہم کنواری مریم کی نذر کر دیں تو ہم پر آسمان سے
من و سلوے نازل ہوگا “ مار گریٹے نے منہ تھتا کر کہا ”میں تو

* مار گریٹے کو پیار سے گریٹشن کہتے ہیں۔ یہ ”شن“ جر من
صغیر کی علامت ہے اور پیار ظاہر کرنے کے لئے اشخاص اور اشیاء
کے ناموں کے آخر میں لگادیا جاتا ہے —

سمجھتی ہوں جو چیز تحفہ میں آئے وہ اپنی ہے - میں کبھی نہ مانوں گی جو شخص ایسا اچھا تحفہ لایا تھا وہ ہرگز خدا سے دور نہیں " ماں نے ایک پادری کو بلایا - اس نے معاملے کو سمجھتے ہی دل میں کہا کہ ایسے موقعے کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے؛ کہئے لگا - "بیگم صاحبہ کا خیال بہت مبارک ہے ضبط نفس کرنے والا اجر نیک پاتا ہے - کلہسا کا معدہ بہت قوی ہے وہ ملک کے ملک ہضم کر گیا اور دکار تک نہ لی - میری پیاری خواتین : حرام کا مال سوائے کلہسے کے کسی کے پیت میں نہیں پچتا " —

فائز ست

واہ ! یہ صفت اوروں میں بھی ہے - بادشاہوں اور یہودیوں کو بھول ہی گیا —

شیطان

پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور مالا، کنگن اور بالہاں اٹھا کر اس بے پروائی سے جھب میں ڈال لیں گویا توکری میں سے اخروٹ اٹھا لیتے ہوں - چلتے چلتے وہ ان سے رحمت خداوندی کا وعدہ کر گیا اور وہ نہال ہو گئیں —

فائز ست

اور 'گریٹشن' ؟

شیطان

ماہی بے آب کی طرح تڑپتی ہے - اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا دل کیا چاہتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے -

دن رات زیور کو یاد کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر زیور
لانے والے کو —

فاؤسٹ

اس آرام جان کی پریشانی پر میرا دل کڑھتا ہے - جا اس
کے لئے اور زیور لا - پہلا تو کچھ یوں ہی سا تھا —

شیطان

جی ہاں آپ کے نزدیک یہ بچوں کا کھیل ہے —

فاؤسٹ

جو مہم کہتا ہوں اُسے سن - اُس کی ہمسائی سے ربط مضبوط
پیدا کر - جا جلدی زیور لا - تو شیطان ہے کہ متیا پھوس -

شیطان

بہت اچھا سرکار ' سر آنکھوں سے -

(فاؤسٹ چلا جاتا ہے)

یہ عاشق بھی نرے اُلو ہوتے ہیں - ان کا بس چلے تو اپنی
محبوبہ کا دل لبھانے کے لئے چاند سورج اور ستاروں کو آتشبازی
کی طرح چھڑا دیں —

ہمسائی کا مکان

(مارتھ اکیای ہے)

خدا میرے پیارے شوہر کی خطا بخشے اس نے میرے
ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا - آپ تو ساری خدائی
کی سیر کرتا پھرتا ہے اور مجھے یہاں راند سی بنا کے چھوڑ
کھا ہے - اللہ جانتا ہے میں نے اُسے کبھی دکھ نہیں دیا

اُسے اپنی جان سے عزیز رکھا - (روتی ہے) کہیں ایسا نہ ہو
وہ مرگھا ہو - ہائے میوے اللہ - اور مہرے پاس اس کی موت
کا تصدیق نامہ تک نہیں —

(مار گریٹے آنی ہے)

مار گریٹے

بی بی مارتھے !

مارتھے

ادی کیا ہے ' گریٹشن ' ؟

مار گریٹے

ارے مہن تن بدن سے کانپی جاتی ہوں - اُسی طرح کا
ایک آبدوسی صندوقچہ پھر میری اماری میں رکھا ہے اور
اُس مہن پہلے سے بھی بڑھیا زیور ہیں -

مار تھے

اپنی مان سے نہ کہنا، نہیں تو وہ پھر پادری کے
حوالے کردے گی -

مار گریٹے

ذرا ایک نظر دیکھو تو !

مار تھے

(زہوروں کو کپڑے سے صاف کرتی ہے) تو بھی کتنی

خوش نصیب ہے -

مار گریٹے

مگر افسوس میں انہیں پہن کر سڑکوں پر اور گرجا میں

لوگوں کو دکھا نہیں سکتی

مارتھے

تو چپکے سے مہرے پہاں چلی آیا کر اور زہور پہن کر دو
گھڑی آئیے کے سامنے تہلا کر؛ ہم دونوں کا جی خوش ہوگا۔ پھر
موقع سے دعوتوں میں پہن کر جانا اور رفتہ رفتہ کھلے بندوں
پہلدا شروع کر دینا۔ پہلے مالا 'پھر بالیاں، پھر اور چیزیں۔
اللہ چاہے تو تیری ماں کی نظر بھی نہیں پڑے گی اور جو دیکھے
بھی لیا تو کوئی بات بنادیں گے۔

مارگریٹے

خدا جانے کون یہ دونوں صندوقچے لایا۔ یہ بانیں کچھ
تھیک نہیں۔

(کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے)

اللہی خبر! کہیں اماں تو نہیں۔

مارتھے

(دروازہ کے سوراخ سے جھانکتی ہے) کوئی اجڑی ہیں تشریف لے گئیں
(شبطان داخل ہوتا ہے)

شیطان

دونوں خاتونوں سے معافی چاہنا ہوں کہ اس بے تکلفی

سے اندر چلا آیا۔

(مارگریٹے کو دیکھ کر ادب سے پیچھے ہٹتا ہے)

میں بھگم مارتھے شوپرت لائن کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

مارتھے

یہ میڈا ہی نام ہے فرمائے کیا کہنا ہے -

شیطان

(مارتھے سے مخاطب ہو کر آہستہ) اب میں نے آپ کو پہچان

لیا - اس وقت یہ معزز خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں - میری
جسارت کو معاف فرمائیے - سہ پہر کو پھر حاضر ہو نگا -

مارتھے

(بلند آواز سے) سنا مار گرتیے یہ صاحب تجھے معزز خاتون

سمجھتے ہیں -

مار گرتیے

میں تو ایک غریب لڑکی ہوں - یہ آپ کی مہربانی

جو آپ ایسا خیال کرتے ہیں - یہ زیور مہرے نہیں ہیں

شیطان

کچھ زیور پر موقوف نہیں ان کے چہرے بشرے سے ان کی نظروں
سے شرافت ٹپکتی ہے - میں بہت مسنون ہوں کہ - آپ مجھے ٹھہرنے
کی اجازت دیتی ہیں -

مارتھے

آپ کیسے تشریف لائے مجھے بہت اشتہاق ہے کہ -

شیطان

کاش میں کوئی اچھی خبر لانا مگر اُمید ہے کہ آپ مجھے

صور وارنہ تھرائیں گی - آپ کے شوہر نے انتقال کیا اور مرتے وقت

آپ کو یاد کرتے تھے -

مارتھ

مر گیا؟ مہرا چاہنے والا! ہائے ستم! مہرا شوہر دنیا سے اُتھ گیا! ہائے مہرا دم نکلا!

مارگریٹ

پیماری خاتون جی کو سنبھالئے -

شیطان

مجھے یہ دل خراش خبر پوری تو کر لینے دیجئے -

مارگریٹ

میں جیتے جی کسی سے دل نہ لگاؤں گی - اگر اپنے چہیتے کی سمانی سمنوں تو خدا جانے کیا حال ہو -

شیطان

ہر خوشی کے بعد غم ہے ہر غم کے بعد خوشی -

مارتھ

اُن کے آخری وقت کا حال سنائیے -

شیطان

وہ پھدوا میں سینٹ انطونی کے مزار کے پاس دفن ہیں - جگہ تو بڑی مقدس ہے مگر ذرا دھوپ آتی ہے -

مارتھ

انہوں نے کچھ اور کہلا بھیجا ہے؟

شیطان

ہاں ایک وصیت ہے - بہت اہم اور بہت مشکل - ،، مہری بھوی سے کہنا مہرے لئے تین سو نمازیں پڑھوائے افسوس! مہری جھپ بالکل خالی ہے“ -

مارتھے

غضبِ خدا کا ! کوئی ذرا سی یادگار بھی نہیں ؟ کوئی زیور بھی نہیں ؟ مزدور تک اپنی گذری میں یادگار کے طور پر کچھ بچا رکھتے ہیں۔ اور چاہے فاقے کریں، بھیک مانگھیں، مگر اُسے ہاتھ نہیں لگاتے۔

شیطان

بیگم صاحبہ مجھے سخت افسوس ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں اُنہوں نے کبھی فضول خرچی نہیں کی۔ اُنہیں بھی اپنے قصور پر ندامت تھی۔ اپنی بدنصیبی کو روتے تھے۔

مارگریٹے

ہائے دنیا میں کیسے بد نصیب انسان ہیں ! میں اُن کی بخشش کے لئے دعا کروں گی۔

شیطان

تمہاری تو اب شادی کی عمر ہے۔ بڑی پیاری لڑکی ہو

مارگریٹے

نہیں صاحب مجھے سے کون شادی کرتا ہے۔

شیطان

جب تک شوہر نہیں آشنا ہی سہی ایسی نازنین کی ہم آفوشی خدا کی بڑی نعمت ہے۔

مارگریٹے

ہمارے یہاں یہ دستور نہیں۔

شیطان

دستور ہو یا نہ ہو، کرنے والے کرتے ہیں۔

مارتھ

کچھ اور بیان کیجئے —

شیطان

میں اُس کے بستر مرگ کے قریب کھڑا تھا - وہ گھورے پر نہیں - را بلکہ سڑی ہوئی پھال پر - مگر مرتے دم تک عیسائیت پر ایمان رکھتا تھا —

”مجھے خود اپنی زندگی سے نفرت ہونی ہے - آہ! مجھے کمبخت نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا، اپنا کاروبار برباد کر دیا - ہاے! یہ خیال مجھے مارے ڈالتا ہے - کاش وہ میرا قصور اسی زندگی میں معاف کر دیتی!“

مارتھ

(روتی ہے) کیا نہک آدمی تھا میں نے معاف کیا - پھر خدا نے معاف کیا —

شیطان

آخر میں اتنا اور کہا ”مگر اللہ جانتا ہے مہر و بیوی مجھ سے زیادہ قصور وار تھی“

مارتھ

جھوٹا کہیں کا! مرتے وقت بھی جھوٹ سے باز نہ آیا -

شیطان

ہاں میں تار گیا تھا کہ یہ نزع کے عالم میں فقرے گھڑ رہا ہے - کہنے لگا ”مجھے دم بھر تفریح کی فرصت نہ ملتی تھی ایک تو بچے پھدا کرنا، دوسرے ان کے لئے دوتی اور دوتی

کیا سبھی کچھ مہیا کرنا، پھر گھر والی کی یہ حالت کہ
دو نوالے چین سے کھانا دشوار کر دیتی تھی —

مارتھے

ارے وہ مہری ساری محبت، وفاداری، دن رات کی
جفا کشی بھول گیا؟

شیطان

نہیں، نہیں وہ تمہیں بہت یاد کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ
مالتا سے چلتے وقت میں نے بھوی بچپوں کے لئے گڑا کر دعا
مانگی اور خدا کے فضل سے ایک ترکی جہاز جس میں سلطان
کا خزانہ جا رہا تھا ہمارے ہاتھ آ گیا۔ ان سب لوگوں کو
جنہوں نے بہادری دکھائی تھی انعام بانٹتے گئے اور مجھے بھی
میرے استحقاق کے مطابق معقول حصہ ملا —

مارتھے

اچھا! تو پھر وہ کیا ہوا؟ کیا کہیں دفن ہے؟

شیطان

خدا جانے چاروں سمت کی ہواؤں نے کہاں سے کہاں پہنچا
دیا۔ جب تمہارا شوہر نیپلز میں پردیسوں کی طرح ادھر
ادھر پھر رہا تھا تو ایک حسین درشیز نے اسے اپنی سرپرستی
میں لے لیا اور ایسی محبت اور وفاداری بدلتی جسے وہ
مرتے دم تک نہیں بھولا —

مارتھے

اچھا! شہدا! بیوی بچوں کا چر! اٹنی مصیبتیں اٹھائیں

پھر بھی آوارگی نہ چھوڑی —

شیطان

اسی لئے تو بھیچارہ مر گیا ۔ اب اگر میں آپ کی جگہ
ہوتا تو ایک سال تک جی سے سوگ ملاتا اور اس اندام میں
کوئی نیا چاہنے والا نہ ہوتا لیتا ۔

مارتھے

اللہ جانتا ہے جیسا میرا پہلا تھا ویسا اب ساری دنیا
میں ملنا دھوار ہے ۔ ہاے ایسے بھارے الو کہاں ہوتے ہیں ۔
بس اتنا عہب تھا کہ آوارہ گردی ، پرانی جوڑو ، پرانی
شراب اور اس مٹ گئے جوڑے پر جان دیتا تھا —

شیطان

شاہاں ! اگر وہ بھی آپ کی حرکتوں سے اسی طرح
چشم پوشی کرنا تو نبھ جائی ۔ یقین مانئے اس شرط پر
تو میرا خود جی چاہتا ہے کہ آپ سے انگوٹھی * بدل لیں ۔

مارتھے

آپ تو دل لگی کرتے ہیں —

شیطان

(ملحذہ) بس اب یہاں سے کھسکا چاہئے ۔ یہ اگر
شیطان کی بات پکڑے تو اسے بھی شادی کرتے ہی بن پڑے ۔
(گریٹشن سے) کہئے اب آپ کے دل کا کیا حال ہے ؟

* یورپ میں قاعدہ ہے کہ جب لڑکے لڑکی میں نسبت

ہو جانی ہے تو وہ انگوٹھی بدل لیتے ہیں ۔

مارگریٹ

میں آپ کا منشا نہیں سمجھی —

شیطان

(علحدہ) کہیسی نیک : بھولی بھالی لڑکی ہے (دونوں سے)

مخاطب ہو کر (خدا حافظ ! میں اجازت چاہتا ہوں —

مارتھ

ایک بات اور بتاتے جائیے - کیا مجھے اس بات کا

تصدیق نامہ مل سکتا ہے کہ میرا سر تاج کہاں ، کب

اور کیسے مرا اور دفن ہوا ؟ میں ہمیشہ سے ضابطے کی

پابندی کرتی ہوں - اُس کے مرنے کی خیر سرکاری کافذ میں

چھپ جائے تو مجھے اطمینان ہو —

شیطان

جی ہاں بھگم صاحبہ - دو گواہوں کی شہادت ہر

بات ثابت کرنے کے لئے کافی ہے - میرا ایک ساتھی ہے

بڑا بھلا مانس - میں اُسے بھی عدالت میں پیش کر دوں گا -

کہئے تو اُسے آپ کے پاس لاؤں ؟ —

مارتھ

ہاں ضرور لائیے - آپ کا بڑا احسان ہوگا —

شیطان

اور یہ صاحبزادی بھر شریف لائیں گی نہ ؟ وہ بڑا

اچھا لڑکا ہے ، ملک ملک کی سیر کر چکا ہے اور نوجوان

خاتونوں سے نہایت ادب اور شائستگی سے پیش آتا ہے —

مارگریٹے

مجھے تو اُن کے سامنے شرم آئے گی —

شیطان

آپ کی سی شریف لڑکی بڑے سے بڑے بادشاہ سے
آنکھ ملا سکتی ہے —

مارتھے

تو ہم آج شام کو اس مکان کے پچھواڑے باغ میں اُن
کا انتظار کریں گے —

سڑکا

فاؤست - شیطان

فاؤست

جلدی بتا ! کچھ اُمید ہے ؟ دیر تو نہیں لگے گی —

شیطان

شاباش ! کیوں نہ ہو ! اب تک وہی گرما گرمی ؟
بس تھوڑی دیر میں ' گرٹھشن ' تمہاری ہے - آج شام کو
وہ اپنی ہمسائی ' مارتھے ' کے یہاں تم سے ملے گی - یہ
بڑھیا معلوم ہوتا ہے خاص قصبہ پن اور کٹلا پے کے
لئے بگائی گئی ہے —

فاؤست

بس پھر نہ کام بن گیا —

شیطان

مگر اُس کے بدلے میں ہمیں بھی کچھ کرنا پڑگا —
فائوست

اُس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے - یہ تو دنیا کا دستور ہے —
شیطان

بس ذرا سی حلفیہ شہادت دینا ہے کہ ' مارتھے ' کا شوہر
' پیدوا ' میں قبر میں پھر پھولائے سوتا ہے —

فائوست

واہ دی تیری عقلمندی ! اب اننی دور کا سفر کرنا پڑیگا —
شیطان

تیری سادگی کے قربان ! ارے اس سے کیا واسطہ ؟
شہادت دینا ہے یا تحقیقات کرنا ہے ؟

فائوست

اگر اسی پر انحصار ہے تو بس ہو چکا !

شیطان

اللہ دے تقدس ! پھر ولی کیوں نہ بن گیا ؟ کیا اپنی
عمر میں پہلی بار جھوٹی شہادت دے رہا ہے ؟ کیا تو نے
یہودین چڑھا کر ، سینہ تھونک کر بلند آہنگی سے دنیا اور مافیہا اور
اور انسان اور اُس کے دل و دماغ کی ملطقی تعریفیں کبھی
نہیں کیں ؟ ذرا اپنے دل سے پوچھو اور ایمان سے کہہ کہ تجھے
ان چیزوں کا اتنا بھی علم تھا جتنا " شوپرت لائن " ■
مرحوم کی موت کا — ؟

فاؤست

تو بھی ہمیشہ جھوٹا اور سوفسطائی ہی رہا —

شیطان

انسان ذرا گہری نظر ڈالے تو دل کا کھوت معلوم ہو — بڑا
کل تو دنیا بھر کا ایمان دار بزرگ بچاری گرتیشن کو نہیں پھسلانے گا
اور اُس پر قلبی محبت نہیں جتنائے گا ؟

فاؤست

بھک ! سچے دل سے !

شیطان

ہاں کیوں نہیں ! اور ابدی مہر و وفا کا پیمانہ ' تن من قربان
کرنے کا دعویٰ ؟ یہ بھی سچے دل سے ہوگا ؟

فاؤست

بس بک بک نہ کر ! یقیناً ہوگا ! اگر میرے دل پر
کوئی واردات گز رہے میں، اپنے احساس کی قہامت خیز کشمکش
کے لئے کوئی نام تھوندھے نہ پاؤں اور سارے عالم محسوس
و معقول کو چہان ڈالنے کے بعد اونچے سے اونچے اور گہرے
سے گہرے لفظ تلاش کر کے لاؤں، اس التہاب قلب کو نامحدود
ازلی، ابدی، کہوں تو کیا یہ شیطانی جھوت کا طلسم ہے ؟

شیطان

مہری بات میں ذرہ برابر فرق نہیں —

فاؤست

خدا کے لئے سن اور سمجھ ! میرے پھیپھڑے پر رحم کر !

جو اپنی بات کی پیچ کرنا چاہتا ہے اور منہ میں زبان رکھتا ہے اسے دنیا میں کوئی قائل نہیں کر سکتا - میں اس بک بک سے عاجز آگیا ! مجھے بغیر شہادت دئے چارہ نہیں -

باغ

('مارگریٹے' ، 'فاؤسٹ' کے بازو کا سہارا لئے اور 'مارتھ' 'شہطان' کے ساتھ ٹہل رہی ہے)

مارگریٹے

میں جانتی ہوں کہ آپ میری دلدھی کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں - آپ کے اس انکسار سے میں شرم سے گڑی جاتی ہوں - سیاحوں کا دستور ہے کہ انہیں جو کچھ مل جائے فرائح دلی سے اُس پر قذاعت کرتے ہیں ؛ آپ کے سے آدمی کو جس نے دنیا دیکھی ہے میری باتوں میں کیا خاک لطف آئے گا -

فاؤسٹ

تھری ایک نظر میں ' تھرے ایک لفظ میں جو بات ہے وہ ساری دنیا کی حکمت میں نہیں -

(وہ اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے)

مارگریٹے

رہنے دیجئے آپ کو تکلیف ہوتی ہے ! آپ میرا ہاتھ کہیں چومتے ہیں ؟ کیسا بھدا اور کھردرا ہے ! گھر کا سارا کام مجھے کرنا پڑتا ہے - امان بڑی سختی کرتی ہیں

(دونوں آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارتھ

تو آپ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں ؟

شیطان

افسوس ! آپے پیشے اور اپنے فرائض کی بدولت ہم مارے مارے پھرتے ہیں ! بعض جگہوں سے جاتے ہوئے جان پوہن جاتی ہے مگر ٹھہرنا اپنے اختیار میں نہیں !

مارتھ

جب تک جوانی دوانی رہتی ہے آدمی کئی پتنگ کی طرح ادھر ادھر جھونکے کھانے میں خوش رہتا ہے ؛ مگر ایک دن بڑھاپے کی کتھن گھڑیان آن پہنچتی ہیں اور مرتے دم تک اکل کھرا ہن بھاہا رھنے میں کسی کا بھلا نہیں ہوتا ۔

شیطان

اس کا تصور کر کے میں کانپتا ہوں ۔

مارتھ

جلدبعلالی اسی لئے میں آپ سے کہتی ہوں کہ ابھی وقت

ہے سوچ لہجئے ۔

(آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارگریتے

سچ ہے، آنکھ سے اوجھل دل سے دور ! آپ کو مہتھی مہتھی

باتیں کرنا آتا ہے : آپ کے نہ جانے کتنے دوست ہیں ۔ سہری

سمجھہ کا آپکی سمجھہ سے کھا مقابلہ —

فاؤست

ہماری خاتون یقیناً مان بہتہ جسے لوگ سمجھتے کہتے ہیں
اصل میں کہلندہ اور چھچھوراہیں ہے۔
مار گریٹے

یہ کیسے ؟

فاؤست

ہائے معصومی اور سادگی کو اپنی قدر بالکل نہیں ہوتی!
عاجزی اور مسکینی مصیبت کرنے والی فحاش قدرت کی
سب سے بڑی ناپسند ہے۔

مار گریٹے

ہاں ہماری گڑھستی چھوٹی سی ہے مگر پھر بھی اس کا
سلبھا لگا اچھا خاصا کام ہے۔ ہمارے گھر کوئی نوکری نہیں؛
مجھے خود پکانا دینا، جھاڑ دینا، سہلا پرونا اور صبح سے شام
تک گھڑی گھڑی بازار جاتا پڑتا ہے۔ پھر امان ہر کام میں میں
میکہ نکالتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہمیں پیسے کی تکلیف نہیں۔
ہم چاہیں تو اوروں سے اچھی بسر ہو سکتی ہے۔ ابا جان اچھی
خاصی جائداد چھوڑ گئے ہیں۔ شہر کے قریب ایک مکان ہے
اور ایک باغ۔ ہاں میں یہ کہتی تھی آج کل گھر سلساں
دھتا ہے۔ میرا بھائی فوج میں سپاہی ہے اور چھوٹی بہن گذر
گئی۔ اس کے مارے میرا ناک میں دم تھا مگر اب اتنا چاہتی
نہی کہ سب کچھ خوشی سے سہہ لیتی تھی؛

فاؤسٹ

اگر وہ تیری جھسی تھی تو حور ہوگی

مار گریٹے

میں نے ہی اُسے پالا پوسا تھا اور وہ مجھے دل سے چاہتی تھی۔
وہ ابا کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ امان ایسی بھمار تھیں کہ
ہم سب اُن کے بچنے سے نا اُمید تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اچھی
ہو گئیں مگر اتلی کمزور تھیں کہ ننھی کودودہ نہیں پلا سکتی
تھیں۔ میں نے اُسے دودہ اور پانی پر پالا۔ اس لئے وہ میٹری
بچی ہو گئی۔ وہ میٹری کود میں ہنستی کھیلتی بڑی ہوئی۔

فاؤسٹ

تجھے کیسی سچی خوشی حاصل ہوتی ہوگی۔

مار گریٹے

مگر بعض گھڑیاں بڑی کٹھن گزریں۔ رات کو ننھی کا
پالنا میرے پلنگ کے پاس رہتا تھا۔ جہاں وہ ذرا بے چین
ہوئی، میری آنکھ کھل جاتی تھی۔ اور جب وہ کسی طرح
چپ نہیں ہوتی تھی تو میں اُٹھ کر اُسے سارے کمرے میں
تھلاتی تھی۔ پھر صبح تو کے اُٹھ کر کپڑے دھونا، آگ جلانا،
بازار سے سودا سلف لانا، غرض روز بھر قصہ رہتا تھا۔
اس میں کبھی کبھی آدمی کاجی چھوٹ جاتا ہے۔ مگر یہ نہ ہو
تو کھانے اور سونے کا مزا بھی نہیں۔

(آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارتھے

بیچاری عورتوں کو بڑی مصیبت ہے۔ اکل کھرے بن گیا ہے
ایک نہیں سنتے -

شیطان

آپکی سی عورت ہوتو میری رائے پلٹ دے -

مارتھے

اچھا صاف صاف کہئے آپ کو آب تک کوئی نہیں ملی؟
آپکا دل کہیں نہیں اٹکا؟

شیطان

مثل ہے۔ اپنا چولہا 'اچھی جورو سونے اور موتی سے بڑھ کر -

مارتھے

میں کہتی ہوں آپ کا جی کبھی نہیں لہرایا -

شیطان

میں جہاں جہاں گیا لوگ بڑے اخلاق سے پیش آئے -

مارتھے

اے دیکھو میں یہ پوچھتی تھی کہ آپ نے کبھی دل نہیں لگایا۔

شیطان

بھلا کس کا سر پھرا ہے کہ عورتوں سے دل لگی کرے

مارتھے

ہائے اللہ! آپ میری بات ہی نہیں سمجھتے -

شیطان

مجھے سخت آنسو ہے - مگر اتنا میں سمجھتا ہوں کہ

میرے حال پر آپکی بڑی مہربانی ہے (اگے بڑھ جاتے ہیں) -

فاؤست

میری چھوٹی سی حور! جب میں باغ میں آیا تو تو نے

مجھے پہچان لیا تھا؟

مارگریٹے

آپ نے نہیں دیکھا مہلے شرم سے سر نہ ہوا لیا تھا -

فاؤست

میں تجھ سے اس جسارت کی معافی چاہتا ہوں کہ اُس

دن میں نے تجھے گرجے سے آتے وقت راہ میں ٹوکا تھا -

مارگریٹے

میں کھبرا گئی تھی مجھے کبھی اس سے پہلے ایسا واقعہ پیش

نہیں آیا تھا - میں نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی

کہ لوگ مجھے نام رکھیں - میں نے دل میں سوچا کہ اس شخص

نے میری حال نہال میں ضرور کوئی نام لکھ دیا ہوگا، کوئی دھتکالی دیکھی

اور مجھے ایسی ویسی عورت سمجھ کر بے ساختہ چھوڑ چھاڑ

شروع کر دی - سچ پوچھئے تو میرے دل میں آپ سے کچھ عجیب

اُنس سا پیدا ہوگیا - مگر اپنے اوپر برا غصہ آتا تھا کہ آخر

مجھے آپ پر غصہ کبوں نہیں آتا -

فاؤست

میری پیاری محرابہ -

مارگریٹے

ذرا تھپڑے تو! (ایک بھول توڑتی ہے) اور اُس کی ہلکھڑپان

ایک ایک کر کے الگ کرتی ہے)

فاؤست

یہ کیا ؟ اسکا گلدستہ بنے گا ؟

مارگریٹے

نہیں ! یہ تو صرف ایک کھیل ہے -

فاؤست

کیا کھیل ہے ؟

مارگریٹے

پھر آپ مجھے پر ہنسٹے گانہیں - (پلکھڑیان الگ کرتی جاتی ہے اور چپکے چپکے کہتی جاتی ہے) وہ مجھے چاہتا ہے - وہ مجھے نہیں چاہتا -

فاؤست

ہائے کہا نور کی صورت ہے !

مارگریٹے

(بدستور) چاہتا ہے - نہیں چاہتا - چاہتا ہے - نہیں چاہتا - (آخری پلکھڑی الگ کرتی ہے اور چہرہ بھولے پن کی خوشی سے دسک اٹھتا ہے) وہ مجھے چاہتا ہے !

فاؤست

ہاں مہری پھاری ! اس پھول کی فال کو دھو تاؤں کا قول سمجھ -
ہاں وہ تجھے چاہتا ہے ! تو اس کے معنی بھی سمجھتی ہے ؟ وہ تجھے چاہتا ہے ! (اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیتا)

مارگریٹے

میرا جی سنسلاتا ہے !

فاؤست

دل کو مضبوط کر دو ان ہاتھوں کے، ان آنکھوں کے، زبانی وہ پیام
سن جسے الفاظ! نہیں کر سکتے۔ یہ تسلیم و رضا کی لذت! یہ سچی
خوشی جو ہمیشہ رہنے والی ہے! ہمیشہ ہمیشہ! یہ ختم ہوئی تو
پھر پاس متحضر کا سامنا ہے۔ نہیں، یہ کبھی ختم نہ ہو گی! کبھی
نہیں! کبھی نہیں! (مار گریٹے اس کے ہاتھ کو دبائی ہے اور ہاتھ
چھڑا کر بھاگ جاتی ہے۔ وہ ایک لمبے بھر خیالات میں ڈوبا کھڑا
رہتا ہے پھر اس کا تعاقب کرتا ہے)

مارتھ

(شیطان کے ساتھ آتی ہے) رات ہو رہی ہے —

شیطان

ہاں اب ہم جاتے ہیں —

مارتھ

میں آپ کو ابھی اور تھہرائی مگر یہ محلہ بڑا خواب ہے۔
معلوم ہوتا ہے لوگوں کو سوائے اس کے کچھ کام ہی نہیں کہ
ہمسایوں کی توجہ میں رہیں۔ آدمی چاہے جتنی احتیاط
کرے ان لوگوں کی زبان سے نہیں بچ سکتا۔ وہ ہمارا عاشق
معشوق کا جوڑا کہاں گیا؟

شیطان

ابھی اس دھس پر درڑتے ہوئے کئے ہیں۔ مریغان بہار
کی طرح آزاد!

مارتھ

میں جانتی ہوں اس کا لڑکی پر دل آگیا ہے -

شیطان

اور لڑکی کا اس پر ' یہی دنیا کا دستور ہے -

باغ کا ہنگلہ

(مارگریٹ جھپٹ کر اندر ہو رہتی ہے ' دروازہ کے پیچھے

چھپ جاتی ہے اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر دراز میں سے

جھانکتی ہے)

مارگریٹ

وہ آ رہا ہے -

فائوست

(آتا ہے) اُف دی شوخی ! کیوں صاحب ہمیں یوں

ستاؤ گی ؟ آخر ہم نے دھونڈ لیا - (اس کا بوسہ لیتا ہے)

مارگریٹ

(اس کے گلے میں باہر دال کر بوسہ لہتی ہے) میرے

پیارے ! میں تجھے دل سے چاہتی ہوں - (شہطان دروازے پر

دستک دیتا ہے)

فائوست

(غصے سے زمین پر پھر پٹک کر) کون ہے ؟

شیطان

سچا دوست !

فاؤسٹ

جانور !

شیطان

چلئے اب رخصت کا وقت ہے —

مارتھ

(آئی ہے) ہاں صاحب اب دیر ہو گئی ہے —

فاؤسٹ

مجھے اجازت ہے کہ آپ کے ساتھ گھر چلوں —

مارگریٹ

امان مجھے — خدا حافظ !

فاؤسٹ

تو اب جانا ہی پڑے گا ؟ خدا حافظ !

مارتھ

میں بخیر !

مارگریٹ

مع التودیع ! اللہ جلدی ملے !

(فاؤسٹ اور شیطان چلے جاتے ہیں)

اللہ تمہری شان ! کیسا عقلمند ہے ! اس کے دماغ میں دنیا بھر کے خیالات ہونگے ! میں اُس کے سامنے سرمائی ہوئی کھڑی تھی اور ہر بات پر ” ہاں ” کہتی جانی تھی - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری جھڑسی غریب موردِ لڑکی میں اُسے کہا بات پسند آئی ؟

جنگل اور غار

(فاؤسٹ)

اے بلند و برتر روح، تو نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے مانگا تھا۔ مہرا تجھے آنشہن شعلے کی شکل میں دیکھنا بھکار نہیں گھا۔ تو نے مجھے نگار خانہ فطرت کی بادشاہی بخشی، وہ نظردی جو اُس کے حسن پلہاں کو دیکھتی ہے اور وہ دل جو اُس کے مزے لہتا ہے۔ یہ تھرا ہی فیض ہے کہ میں اسے حہرت کی سرد مہری سے نہیں دیکھتا بلکہ ایسی گرم جوشی سے جھسے کوئی اپنے دوسرے کے قلب کی گہرائیوں میں نظر ڈالتا ہے۔ تھری بدولت میں مظاہر فطرت کو جھٹتا جاگتا، چلتا پھرتا پانا ہوں اور بے زبان جنگل، ہوا اور پانی کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ اور جب اس جنگل میں تند و پر شور طوفانی ہوائیں چلتی ہیں، مذبور کے بڑے بڑے درخت گرج کر قریب کے چھوٹے درختوں کے تنوں اور شاخوں کو کچل دیئے ہیں اور اُن کے گرنے کی آواز پہاڑیوں سے ٹکرا کر دھما دھم کو بجاتی ہے، تو مجھے کسی محفوظ غار میں چھپا دیتی ہے جہاں میں اپنی اندرونی دنیا کے مشاہدے میں محو ہو جانا ہوں اور اپنے قلب کے گہرے پوشیدہ عجائبات کی سہر کرتا ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے پاک دامن چاند طوفان کی شورش کو فرو کرتا ہوا طلوع ہوتا ہے۔ اونچی

چٹانوں اور بھگے ہوئے درختوں میں مجھے گذرے ہوئے زمانے کی روپھلی تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور مشاہدہ باطن کی اضطراب انگیز مسرت کو تسکین کے چھیلنے دیتی ہیں —

مگر آہ اب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی انسانی چیز مکمل نہیں ہوتی۔ اس سعادت کے ساتھ جو مجھے دیوتاؤں سے قریب تر کر رہی ہے تو مجھے ایسا سا بھی دیا ہے جسے چھوڑتے نہیں بلکہ حالانکہ وہ سرد مہری اور بھڑکی سے مجھے خود مہری نظروں میں ذلیل کرتا ہے۔ اور تہری دی ہوئی نعمتوں کو ایک لفظ میں، ایک سانس میں معدوم کر دیتا ہے۔ اُس نے خواہ مخواہ میرے دل میں اُس حسین صورت کی محبت کی آگ بھڑکا دی ہے اور اب میں عجب کشمکش میں گرفتار ہوں۔ آرزو مجھے لذت کی طرف کھینچتی ہے اور لذت میں میرا دل آرزو کے لئے تڑپتا ہے —

(شیطان آتا ہے)

شیطان

تم اب تک اس زندگی سے نہیں اکتائے؟ تمہارا اس میں اتنے دن جی کہسے لگا؟ آدمی ایک بار اس کا بھی تجربہ کر لے مگر تھوڑے دن بعد کوئی اور تماشا دھونڈنا چاہئے —

فائز ست

مجھے سوال اس کے کوئی اور کام نہیں کہ آن کر مہرا

مغز چاہتے؟

شیطان

واہ بھٹی واہ! میں کب تیری تنہائی میں مختل ہوا کرتا
ہوں؟ تو شاید یہ مذاق میں کہہ رہا ہے۔ بہلا تیرے جیسے
بے مروت چر چرے، خبیثی، ساتھی کی صحبت کا کسے شوق
ہوگا؟ دن کو کام کرتے کرتے ناک میں دم آجاتا ہے اور پھر یہ بھی
پتہ نہیں چلتا کہ تجھے کون بات پسند آئے گی کون
نہ آئے گی۔

فاؤست

یہ نرالا انداز ہے! ایک تو مہرے کان کھانا ہے اور اوپر سے
شکریہ بھی چاہتا ہے۔

شیطان

اے زمین کے بیکس فرزند میرے بغیر تیری زندگی کا کیا
خال ہوتا؟ میں نے تجھے پہروں تکھل کی خرافات سے
محفوظ رکھا، میں نہ ہوتا تو تو کرۂ ارض سے کب کا کھسک
گیا ہوتا۔ یہ تو الو کی طرح غاروں میں اور پہاڑوں کے
دروں میں کیا بیٹھا رہتا ہے؟ مہذک کی طرح کائی اور
پتھروں کی رطوبت سے کیا پیٹ بھرتا ہے؟ واہ! کیا اچھا
شغل ہے؟ ابھی تک تیرا پروفیسر پٹا نہیں گیا!

فاؤست

تو کھا جانے مجھے ان ویرانون کی سہر سے کھسی قوت
زندگی حاصل ہوتی ہے۔ اگر تجھے اس کا اندازہ ہوتا تو

اپنی شیطنت سے مجھے ہرگز اس حال میں نہ دھننے دیتا —
شیطان

کہا کہنا اس مافوق الارض مسرت کا ! رات کو اوس میں
ان پہاڑیوں پر لیٹنا اور روحانی ذوق شوق سے آسمان و زمین
کا مشاہدہ کرنا ، پھول کر دیوتا بن جانا ، تختل کے زور سے ناف
زمین میں گھس جانا ، اللہ میدان کے چہرہ دن کے سارے کام
کو اپنے سینے میں سمیٹ لینا ، غرور کی طاقت سے نہ جانے
کیا کہا لطف اٹھانا ، خوشی کے مارے ساری کائنات میں
پھیل جانا ، انسانیت کی قید سے رہا ہو جانا اور پھر سب
سے بڑا کردار (اشارہ کر کے) اور آخر میں - کیا کہوں
کہنے کی بات نہیں —

فائوست

تف ہ تیرے گنہے مذاق پر !

شیطان

ہاں ان باتوں کو آپ کیون گوارا کرنے لگے ، آپ کے سے
پار سا کو تف کہنا ہی چاہیے - جن باتوں کے بغیر پاکباز
دلوں کا کام نہیں چلتا انہیں پاکباز کاروں کے سامنے کہنا
منع ہے - خیر کبھی یہ بھی سہی - میری طرف سے
تو شوق بے جھوٹے خہالوں سے اپنا دل بہلا - مگر یہ کب
تک ؟ تو اس کھیل سے کب کا گھبرا گیا ہے مگر خبط کے سبب
سے یاد رکے مارے آب تک آرا ہوا ہے - اچھا اب یہ قصہ ہو چکا
تیری معشرہ اپنے گھر میں بیٹھی کڑھتی اور تڑپتی ہے

تیری یاد اس کے دل سے کسی طرح نہیں جاتی ' تیرے پیچھے دیوانی ہے - پہلے تو تیرے دل میں محبت کا ایسا جوش اُٹھا جیسے پگھلی ہوئی برف کا سیلاب آتا ہے اور اُس بیچارے کو شرابور کر رکھا اور اب تیری ندی اُتر گئی - میری ناقص رائے میں جناب والا اگر بجائے جنگلون کو رونق بخشنے کے اُس غریب بندرہ کو اُس کی محبت کا انعام دیتے تو زیادہ مناسب تھا - بیچارے سے وقت کاٹے نہیں کتتا ! پھرون کھڑکی کے پاس کھڑی باد لون کو پرانی شہر پناہ سے گزرتے دیکھا کرتی ہے - : ” اگر میں چڑیا ہوتی “ یہ گھٹ وہ دن بھر اور آدھی آدھی رات تک گایا کرتی ہے - کبھی کبھی وہ چاق ہوتی ہے مگر اکثر مسکرت ؛ کبھی جی بھر کے روتی ہے تو ذرا دل تھپور جاتا ہے مگر محبت کی لگن سے دم بھر خالی نہیں -

فائوست

ارے تو سانپ ہے -

شیطان

(علحدہ) اب کہاں جاتا ہے بیچ کے -

فائوست

جا یہاں سے مردود ؛ اس حسین لڑکی کا نام نہ لے - میرا دل یوں ہی آدھا سودائی ہو رہا ہے اُس پیارے جسم کی خواہش کو پھر نہ ابھار -

شیطان

آخر یہ ہے کہا ! وہ مسجنتھی ہے کہ تو اسے چھوڑ کر بھاگ

کیا اور تھرا رنگ بھی کچھہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے -

فاؤسٹ

میں چاہے کتنی دور ہوں مگر اُس سے قریب ہوں - میں
اسے کبھی نہیں بھول سکتا ، کبھی نہیں چھوڑ سکتا ؛ مجھے
اس خیال سے رشک آتا ہے کہ اس عرصے میں اُس کے لبوں نے
عشائے ربانی کو نہ چوما ہو -

شیطان

واہ میرے دوست ! اور مجھے اکثر تمہارے لبوں پر رشک آتا ہے
جو گلاب کی پلنگھریاں چوستے ہیں -

فاؤسٹ

دور ہو قرم ساق !

شیطان

شاہاں خوب کہی ! مجھے تمہاری گالہوں پر ہلسی آتی ہے -
جس خدا نے لڑکوں اور لڑکیوں کو پیدا کیا اُس نے انہیں ملانے کا مبارک کام
بھی اپنے ہی ہاتھ میں رکھا ہے - آؤ بس چلو بڑی شرم کی بات ہے
اپنی معشوقہ کی خواب گاہ میں جا رہے ہو یا موت کے منہ میں -

فاؤسٹ

آہ ! اُس کے آغوش میں کیسی آسہانی مسرت ہے ؟ چل اُس
کو سہلے سے لٹا کر زندگی کا لطف حاصل کروں - کھا میرے دل میں
ہمیشہ اُس کی قدما نہیں دھتی ؟ کیا میں مفرور ، خانہ بدوش نہیں
ہوں ؟ وہ ننگ انسانیت جو بے مقصد ، بھچپوں ، آبشار کی طرح
چٹانوں میں ٹپو کر رہی کھاتا ، غصہ اور آرزو میں بہرا بلندی سے کہتی

میں گرتا ہے ؟ اور میری معشوقہ اس سیلاب سے الگ کواہ آپس کے
 دامن میں اپنی جھونپڑی میں بڑھتی اپنے دھندلے طفلانہ جذبات
 میں متکون ہے اپنی چھوٹی سی دنیا پر قناعت کئے خانہ داری
 کے ابجد دھرا رہی ہے ۔ مگر مجھے پر خدا کی مار ! میں نے
 چٹانوں کو پکڑ کے تکرے تکرے کر ڈالنے پر بس نہیں کی بلکہ
 اُس معصوم لڑکی کے دل کے چپن کو بھی غارت
 کر دیا ! اے جہنم کی آگ میں نے اسے بھی تجھے پر
 بھیئت چڑھا دیا ! اے ” شیطان “ اس خوف کے زمانے کو
 مختصر کرنے میں میری مدد کر ۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ
 ابھی ہو جائے ! اُس کی قسمت میری قسمت سے ٹکرائے
 اور ہم دونوں برباد ہو جائیں ۔

شیطان

پھر وہی جوش و خروش ! پھر وہی التهاب ! ارے
 احسب جا اور اُسے تسکین دے ۔ تیرے جیسے چھوٹی گھوڑی
 والے کو جب کوئی تدبیر نہیں سوچتی تو جھٹ سے موت
 کا تصور لے بیٹھتا ہے ۔ سلامت رہیں وہ جو زندگی کے مرد
 میدان ہیں ! یوں تو تو اچھا خاصا شیطان ہے ۔ مگر جو
 شیطان ہمت ہار بیٹھے اُس سے زیادہ بد مذاق دینا
 میں کوئی نہیں ۔

گریٹشن کی خواہگاہ

(گریٹشن اکیلی بیٹھی چرخا رکت رہی ہے)

میرے جی کا چین جاتا رہا ،
 میرا دل بہاری بہاری ہے ،
 ہائے اب وہ دی کبھی نہ لوٹیں گے ،
 کبھی نہیں ، کبھی نہیں ،
 جہاں وہ میرا پیارا نہ ہو
 وہ جگہ قبر سے بدتر ہے ۔
 بے اُس کے ساری دینا مجھے
 زہر معلوم ہوتی ہے ۔
 میرا دکھیا سر ،
 جلون کا گھر بن گیا ،
 میرے فریب حواس
 چھوٹ کر ، توت کر ، بکھر گئے ۔
 میرے جی کا چین جاتا رہا
 میرا دل بہاری بہاری ہے ۔
 میں اُس کی راہ دیکھنے کو ،
 کھڑکی سے جھانکا کرتی ہوں ،
 اُسی کی تلاش میں ،
 گھر سے نکل کر پھرتی ہوں ۔
 وہ اُس کی شاہانہ چال ،
 وہ اُس کا اونچا اونچا قد ،
 وہ اُس کی پیاری مسکراہٹ ؛
 وہ اُس کی آنکھوں کی کشش ۔

وہ اُس کی میٹھی میٹھی باتیں
 جیسے جادو کا دیریا بہتا ہو
 وہ اُس کا ہاتھ دبا دینا
 اور ہائے وہ اُس کا بوسہ !
 میرے جی کا چمن جاتا رہا
 مہرا دل بھاری بھاری ہے
 مہرا دل آپ ہی آپ
 اُس کی طرف کھینچتا ہے
 گاہ میں اُس کو پاؤں
 اور اپنا کر کے دکھوں ؛
 اُس کو اتنا پیار کروں
 جتنی جی کو خواہش ہے
 وہ میرے ہو سے لیتا ہو
 اور میں دنیا سے گذر جاؤں

مارتھا کا باغ

(مارگریٹے -- فاؤسٹ)

مارگریٹے

ہائڈرش : مجھے قول دے ۔
 محبوب : فاؤسٹ

دل و جان سے

مارگریٹے

اچھا یہ تو بتا تیرا مذہب کے معاملے میں کیا حال ہے ؟

تو دل کا برا اچھا ہے مگر میں سمجھتی ہوں تجھے دین
پر اعتقاد نہیں —

فائوست

میری جان ان باتوں کو جانے دے ! تو جانتی ہے کہ میں
تجھے بہار کرتا ہوں - اپنے پیاروں کے لئے میں جان دینے کو خون
بہانے کو تیار ہوں اور کسی سے اُس کا عقیدہ اس کا کلبہسا
چھیننا نہیں چاہتا ۔

مارگریٹ

یہ تو ٹھیک نہیں ! آدمی کو خود بھی عقیدہ ہونا چاہئے —

فائوست

سچ سچ ؟

مارگریٹ

کاش میں تیرا دل پھیر سکتی ! تو عشائے ربانی کا بھی
ادب نہیں کرتا ؟

فائوست

دل سے ادب کرتا ہوں ۔

مارگریٹ

مگر بے آرزو کے - نماز کے لئے اور اعتراف گناہ کے لئے تو
مدتوں سے نہیں گیا ؟ تو خدا کو مانتا ہے ؟

فائوست

میری پیاری کون یہ کہہ سکتا ہے ”میں خدا کو مانتا
ہوں“ پادری یا فلسفی سے پوچھو تو اُس کا جواب سوال کا

مفتحہ سا معلوم ہوتا ہے —

مارگریٹے

پھر تو نہیں مانتا ؟

فاؤسٹ

اے حسین صورت والی میری بات کا مطلب غلط نہ سمجھو —
 کس میں یہ تاب ہے کہ خدا کا نام لے ' اور اُس پر ایمان
 لائے ! تو پوچھتی ہے کہ میں اُسے مانقا ہوں یا نہیں ؟
 کس احساس رکھنے والے دل کی مجال ہے کہ کہے - " میں اُسے
 نہیں مانتا ! - وہ معیض کل ! وہ قادرِ مطلق ! کیا اُس کی قدرت
 اور اُس کی ذات مجھے ' تجھے اور خون اُسے معیض نہیں ؟
 کیا اوپر آسمان گلبند نہیں ؟ کیا نیچے زمین کا فرش
 نہیں ؟ کیا ابدی ستارے محبت کی نظریں برساتے سیر میں
 مصروف نہیں ؟ کیا میں تجھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے نہیں
 دیکھ رہا ہوں ؟ کیا تیرے دل و دماغ میں وجود بعض بسا
 ہوا نہیں ! کھا تیری آنکھوں میں راز آشکارا چھایا ہوا نہیں ؟
 اس وسعت نا محدود سے اپنے دل کو معمور کر لے اور جب اس
 واردات سے تجھے پر وجد طاری ہو جائے تو اس کا جو نام چاہے
 رکھے لے — سعادت ، دل عشق یا خدا - میرے پاس اُس کے
 لئے کوئی نام نہیں - جو کچھ ہے وجدان ہے - نام ایک آواز
 ہے ، ایک دھواں ! جو کھر بن کر آسانی نور کو چھپا
 لیتا ہے —

مارگریٹے

یہ تو اچھی اچھی باتیں ہیں - پادری صاحب بھی کچھ

ایسا ہی کہتے ہیں مگر ذرا اور لفظوں میں —

فاؤست

آسمان کے نیچے سارے سنسار میں، سارے دل، یہی کہتے ہیں مگر اپنی اپنی زبان میں - پھر میں اپنی زبان میں کیوں نہ کہوں؟

مارگریٹے

اس طرح سننے میں تو تھک معلوم ہوتا ہے مگر کچھ کسر ضرور ہے کیونکہ تجربہ میں عیسائیوں کی باتیں نہیں —

فاؤست

مہری پیاری معصوم گریٹش!

مارگریٹے

میں کتنے دن سے کڑھتی ہوں کہ تیری صحبت اچھی نہیں
فاؤست

وہ کیسے؟

مارگریٹے

جو شخص تیرے ساتھ رہتا ہے اس سے مجھے قلبی نفرت ہے -
کبھی عمر بھر میرے دل میں ایسی بیچھڑی اور خلش نہیں
ہوئی جیسی اس کی نا مراد شکل دیکھ کر ہوتی ہے —

فاؤست

میری پیاری گریٹش اس سے مت ڈر -

مارگریٹے

جب وہ ہوتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے - ویسے میں

سب لوگوں سے اچھی طرح پیش آتی ہوں ، لیکن جب کبھی تجھے دیکھنے کو دل چاہتا ہے تو اس شخص کے خہال سے عجب کچھ دہشت اور نفرت سی پیدا ہو جاتی ہے ۔ میں تو اُسے برا مودی سمجھتی ہوں ۔ یا اللہ ! اگر میں اُسے خواہ مخواہ برا کہتی ہوں تو مجھے معاف کر ۔

فاؤسٹ

ایسوں کا ہونا بھی ضروری ہے ۔

مارگریٹ

خدا مجھے اُن کی صحبت سے پناہ میں رکھے ۔ جیسے ہی وہ دروازے میں قدم رکھتا ہے ' حقارت کی ہنسی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا ہے اور کچھ بیزار سا نظر آتا ہے ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کسی چیز سے دل چسپی نہیں ۔ اُس کے ساتھ پر لکھا ہوا ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اُسے نہیں بھاتا ۔ تجھے سے گلے مل کر میری روح خوش ہوتی ہے ' جی کھلا کھلا رہتا ہے اور جوش اُٹھتا ہے کہ اپنی جان تجھے سونپ دوں ۔ مگر جب وہ ہوتا ہے تو دل بند سا ہو جاتا ہے ۔

فاؤسٹ

میری فرشتہ صفت راز داں محبوبہ !

مارگریٹ

میں ایسی بے قابو ہو جاتی ہوں کہ جہاں وہ ہم دونوں کے پاس آیا بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تیری صحبت نہیں رہی ۔ اُس کے ہوتے مجھ سے دعا بھی نہیں مانگی جاتی

اُس سے مہرے دل میں ناسور سا پڑ گیا ہے - تیرا بھی، 'ہائدر'،
 یہی حال ہوگا؟

فاؤسٹ

نہجے تو اُس سے للہی بغض ہے —

مارگریٹے

اب مجھے جانا چاہئے —

فاؤسٹ

آہ! کیا کبھی یہ نصیب نہ ہوگا کہ تجھے آغوش میں لے
 کر، گھڑی بھر جسمانی اور روحانی وصل کا لطف اُٹھاؤں —

مارگریٹے

گاہ میں گھر میں اکیلی سوتی! آج رات کو میں
 خوشی سے کوارے کھلے دھلے دیتی مگر امان کی نہند بڑی
 ہلکی ہے؛ اگر وہ ہم دونوں کو ساتھ دیکھ لیں تو مہری
 تو وہیں جان نکل جائے —

فاؤسٹ

مہری پہاری یہ کوئی بڑی بات نہیں - میں تجھے یہ
 ہمیشی دیتا ہوں؛ اُس کے تین قطرے پانی میں ملا کر اُنہیں
 پلا دے تو وہ فافل سو جائیں گی —

مارگریٹے

مجھے تھری خاطر سب قبول ہے - مگر اُس سے اُنہیں

کوئی نقصان تو نہ ہوگا؟

فاؤسٹ

بھلا ایسی بات ہوتی تو تجھے یہ صلاح دیتا؟

مارگریٹ

مورے پیارے تجھے دیکھتے ہی نہ جانے کیا چہرہ مجھے تیری مرضی کے تابع کر دیتی ہے۔ میں تھرے لئے سبھی کچھ کر چکی اب کیا رہا ہے جس کا تہ ہو —

(چلی جاتی ہے)

(شیطان آتا ہے)

شیطان

گئی وہ بیوقوف چھوڑ کر؟

فاؤسٹ

تو پھر جاسوسی کر رہا تھا؟

شیطان

میں نے ایک ایک لفظ صاف سنا = حضرت علامہ سے منکر نکھر کی طرح سوال و جواب کئے جا رہے تھے = اُمید ہے کہ یہ گفتگو آپ کو فائدہ پہنچائے گی = لڑکیوں کو اس کی بڑی فکر دھتی ہے کہ فلاں شخص پرانے طریقے کا سہدھا سادہ دہندار ہے یا نہیں = جانتی ہیں نہ کہ اگر یہاں پانی مرتا ہے تو ہمارا بھی کلامہ پڑھے گا —

فاؤسٹ

اے عجیب الخلقت جانور تجھے کیا خبر کہ یہ پیاری سچی دہندار لڑکی جس کی سعادت کا سارا سرمایہ اس کا

عقیدہ ہے اپنے پیارے کو گمراہ سمجھ کر کوسے روحانی
کرب میں ہے ؟

شیطان

واہ رے پاکباز بوالہوس ایک ذرا سی لڑکی تجھے انگلیوں
پر نچاتی ہے —

فاؤسٹ

خاموش امے اُگ اور کیچڑ کی لہجے ادب اولاد !

شیطان

اور ماشاء اللہ ! تھانہ شناسی میں یہی پوری استاد ہے !
جب میں ہوتا ہوں تو بیچاری کانہ جانے کیا حال ہوتا ہے -
میرے بہروپ کا بھید پاگئی ؛ اُسے مسموس ہو گیا اکہ میں
کوئی خبیث روح ہوں بلکہ شیطان ہی سمجھا ہو تو عجب
نہیں - مگر آج رات کو —

فاؤسٹ

تجھ سے کیا واسطہ ، ملعون ؟

شیطان

واہ ، یہی تو میری خوشی کی بات ہے !

فوارے کے قریب

(گریٹشن اور لیشن گھڑے لئے ہوئے)

لیشن

تو نے باربرا کا حال سدا ؟

گریٹشن

مہلے لکچھہ نہیں سنا - میں کسی سے ملتی ملاتی نہیں -

لیشن

واہ ، آج زہیل کہتی تھی کہ وہ بھی آخر دغا سے ماری
گئی - بڑی شریف زادی بنتی تھی !

گریٹشن

کیون کیا ہوا ؟

لیشن

بڑی گندی بات ہے ! اب وہ جو کھاتی پھٹی ہے وہ اُس
کے سوا پیت میں ایک اور کے انگ لکتا ہے —

گریٹشن

ہائے اللہ !

لیشن

اچھا ہوا ! وہ اسی قابل تھی - کب سے اُس مردوے کے
پیچھے پیچھے پھرتی تھی - جب دیکھو تب تھلدا ، گاؤں
میں ، ناچ کے جلسے میں سب سے آگے آگے رہنا - وہ اُسے
ساندو سے کھلا کر ، شراب پلا کر ، پھسلاتا تھا - اپنی صورت پر
اتنا ناز ، اور اُس پر یہ بے غہرئی کہ اُس سے تحفے لیتی
تھی - وہ چوسا چاتی ، وہ گد گدانا ! آخر موتی کی سی اب
اُتر گئی نہ !

گریٹشن

ہائے بھاری غریب لڑکی !

لِیشن

لو اور سلو، تجھ اُس پر ترس آتا ہے! ہم جیسی لڑکیاں
 بہتہد کے چرخا کانتی تھیں؛ مان مہیں گھر سے نکلنے نہ
 دیتی تھی؛ اور وہ مزے مہیں اپنے پیارے عاشق کے ساتھ پھرتی
 تھی؛ دروازے کی بینچ پر یا اندھیری گلی میں پڑوون
 گذر جاتے تھے اور ان دونوں کا جی نہ دھرتا تھا۔ اب
 بیگم چپ چاپ سر جھکا دین اور گھنگاروں کے کپڑے پہن کر
 گرجا کی کال گوتھری میں اپنے کُٹے کی سزا بھگیتن —

گریٹشن

وہ اُس سے ضرور شادی کر لے گا۔

لِیشن

کہیں کی نہ ہو! وہ ایسا بیوقوف نہیں۔ اُس کے سے بانگے
 جوان کو ایک سے ایک بڑے کر مل سکتی ہے۔ اور وہ چل بھی تو دیا۔
 گریٹشن

بڑا برا کھا۔

لِیشن

اگر وہ اُس سے شادی کرے تو بھوی بلو کی کمبختی آجائے۔
 لڑکے اُسکے سہرے کو نوچ کر پھینک دیں اور ہم لوگ اُس
 کے دروازے پر بھوسی اُرائیں۔

(چلی جاتی ہے)

گریٹشن

(گھر جاتے ہوئے) پہلے جب کوئی فریب لڑکی ایسا گدھا کرتی

تھی تو میں کیسی بہادر بن کر اُس کی خبر لیتی تھی !
 دوسروں کے گناہوں پر لعن طعن کرنے کے لئے کڑی سے کڑی
 بات بھی نرم معلوم ہوتی تھی ۔ میں اُن کی کالک مہن اور
 کالک لگاتی تھی اور کبھی جی نہ بھرتا تھا ۔ اپنی تعریف
 آپ کرتی تھی اور غرور سے پھول جاتی تھی ۔ اور اب دیکھتی
 ہوں تو خود گناہ میں سنی ہوئی ہوں ! مگر ہاے جن باتوں نے
 یہ دن دکھا یا وہ کیسی اچھی تھیں ! کیسی پیاری تھیں ! —

حاطہ

(ایک طاق میں حیات و الم کی ملکہ ، کنواری مریم کا
 مجسمہ ہے ؛ اُسکے سامنے گلدان رکھنے ہیں)

گر ٹیشن

(گلدانوں میں تازے پھول رکھتی ہے)

ایک شفقت کی نظر

اے درد بھری دکھیاری ہی بی

اِس آفت کی ماری پر --

دل میں برچھی لئے ہوئے

ہزار دکھ پئے ہوئے

تو اپنے بیٹے کی موت کو دیکھ رہی ہے --

تو آسمانی باپ کو تکتی ہے

اور تھلندی سانسیں بھرتی ہے

اپنی اور اُس کی مصیبت پر --

کسے یہ خبر کہ میری رگ رگ میں

کیسا درد لہکتا ہے ؟

میرا یہ دکھیا دل

دور سے کیسا کانپتا ہے ،

کس آرزو میں ترپتا ہے

تیرے سوا یہ کون جانے !

جہاں کہیں میں جانی ہوں

میرا دل اس جگہ پر

کیسا کیسا دکھتا ہے --

جب میں اکیلا ہوتی ہوں

کلہجہ شق ہو جاتا ہے

کھسا کھسا روتی ہوں !

ہاے ! آج صبح ترکے

جب میں اپنی کھڑکی کے آگے

تھرے لئے پھول توڑ رہی تھی

میرے آنسوؤں سے گلوں پر اوس پرگٹی —

صبح جب سورج کی کرنیں

میرے کمرے میں چمکیں

میں نہ جانے کب سے بستر میں بھٹی

اپنے نصیبوں کو رو رہی تھی -

مجھے ذلت اور موت سے بچا !

ایک شفقت کی نظر

اے درد بھری دکھیاری بی بی
اس آفت کی مادی پر -

دانت

گریٹشن کے مکان کی سامنے والی سڑک

(والنتین سپاہی، گریٹشن کا بھائی)

جب اس دن پڑاؤ میں سیدھے ساتھی اپنی اپنی چہیتی
لڑکیوں کی تعریف کر رہے تھے اور گلاس بھر بھر کر ان کا جام
صحت پی رہے تھے یہاں تک کہ شراب بہہ کر ان کی کہنیوں
تک پہنچتی تھی، تو میں اپنے اطمینان سے بیٹھا ان کی
زیتوں سن رہا تھا اور مسکرا کر دازھی پر ہاتھ پھیر رہا
تھا۔ آخر میں نے گلاس بھر کر اٹھایا اور کہا ”نظر اپنی
اپنی پسند اپنی اپنی“۔ مگر انصاف سے کہو سارے دیس
میں کوئی لڑکی میرے پیاری بہن گریٹشن کے پاسنگ بھی
ہے؟ وہ کہتا تھا کہ یہاں سے وہاں تک گلاسوں کی جھنکار
اور واہ وا کی آواز گونج گئی۔ بعضوں نے کہا سچ کہتا ہے
وہ مادی عورتوں کی سر تاج ہے۔ جتنے شیشی خورے تھے دم
بخود رہ گئے۔ اور اب؟ ہاے جی چاہتا ہے اپنے بال نو چون
اور دیوار سے سر تکراؤں! - ہر بد معاش مجھ پر فقرے کسے گا
اور انگلیاں اٹھائے گا! میں مجرم کی طرح سر جھکائے رہوں گا
اور جہاں کسی کی زبان سے دھوکے میں بھی کوئی لفظ نکلا
میں پسینے پسینے ہو جاؤں گا۔ اور چاہے میں ان کی ہونٹیاں

بھی اُڑا دوں مگر یہ کس منہ سے کہوں گا کہ تم چھوٹے ہو۔
 یہ کون چکے چپکے آ رہا ہے؟ دو آدمی معلوم ہوتے ہیں۔
 اگر وہ ہی نکلا تو میں ابھی اس کی گردن لیتا ہوں اور
 یہاں سے جیتا نہ جانے دوں گا۔

فاؤسٹ - شیطان

فاؤسٹ

دیکھ، وہ گرجا کے تبرکات کے کمرے سے ابدی چراغ کی
 روشنی آ رہی ہے، جس کا چھوٹا سا حلقہ کناروں پر دھبہ ہوتا
 جاتا ہے۔ اس کے چاروں طرف کس قیامت کا اندھیرا ہے!
 ایسی ہی تاریکی میرے دل میں چھائی ہوئی ہے۔
 شیطان

اور میرا یہ حال ہے جیسے ایک سوکھی سی بلی دے
 پاؤں آگ زبلے * پر چڑھے اور پھر چپکے چپکے دیواروں پر چلے
 میں اسوقت نہ کی کے دم میں ہوں؛ کچھ تو چوری کا شوق
 ہے کچھ لڑائی جھگڑے کا۔ معلوم ہوتا ہے کہ 'والپرگس' کی
 شاندار رات کی خواہی ابھی سے خون بن کر میری رگوں میں
 دوڑ رہی ہے۔ ہمس کل کا دن بیچ میں ہے پرسوں رات جگے
 کا مزا آئے گا۔

فاؤسٹ

معلوم ہوتا ہے کلوسا کے تبرکات کا خزانہ کچھ اونچا

* وہ مشین جو آتش زدہ مکان کے لوگوں کو بچانے میں
 کام آتی ہے۔

سا ہو گیا ہے - وہ سامنے چمک رہا ہے -

شیطان

ذرا صبر کرو پھر ہم پورے ظرف کو مٹا لیں گے - کچھ
دس ہونے میں نے جھانک کر دیکھا تھا - اس میں بڑی چمکدار
اشرفیاں ہیں -

فاؤسٹ

کوئی زیور ، کوئی انگوٹھی وغیرہ نہیں جو میں اپنی
معشوقہ کو پہناؤں ؟

شیطان

مجھے کچھ اس طرح کی چہرے نظر آئی تھی - جیسے
موتوں کی مالا ہو -

فاؤسٹ

بس تو پھر تھیک ہے ! اُس کے یہاں خالی ہاتھ جانے
سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے -

شیطان

واہ اگر کبھی کبھی مفت میں کام بن جائے تو اس میں
کوفت کی کونسی بات ہے - اس وقت تاروں بھرے آسمان کا
منظر کھسا بہلا معلوم ہوتا ہے - میں تمہاری اپنا موسیقی کا
کمال دکھاتا ہوں ؛ تم بھی کیا یاد کرو گے - میں تمہاری معشوقہ
کے سنانے کو ایک اخلاقی گھٹ گاتا ہوں جس میں وہ اور بھی
بیوقوف بن جائے -

(سٹار کے ساتھ گاتا ہے)

اری کیہترہن ،
 تو صبح نرکے
 عاشق کے دروازے
 کھسی کھڑی ہے ؟
 کہوں گہرائی ہے
 وہ تجھے بلے گا
 بھلا ایک لڑکی کو
 کیسے پھردے گا ؟
 دیکھو خبردار
 جب ملاقات ہوچکے !
 تو رخصت ہو جاؤ
 غریب لڑکیو ،
 اگر عزت پیاری ہے
 تو بے شادی کی انگوٹھی کے
 کبھی چوری سے
 آنکھ نہ لڑاؤ -

والنتین

(سامنے آتا ہے) کیوں بے ملعون چوہے مار ، یہ تو گار
 کر کسے رجھاتا ہے ؟ پہلے میں اس باجے کو جہنم بھیجتا ہوں اور
 پھر بجائے والے کو -

شیطان

لو باجا توت گیا ، اُس کا تو فیصلہ ہوا !

والنتین

اب تیرا سر توڑے گا !

شیطان

(فَاؤسْت سے) حضرت علامہ ! قدم نہ ہٹے ! جیوت سے ا
مہرے پاس رہئے جو میں کہوں وہ کیجئے ۔ اپنی تلوار نکالئے
بڑا کر ہاتھ لگائیے ! میں بچاتا ہوں !

والنتین

لے بچا یہ چوٹ !

شیطان

بہ سرو چھم !

والنتین

اور یہ !

شیطان

بہت بہتر !

والنتین

ارے یہ تو شیطان کی لڑائی لڑتا ہے ! ہائیں یہ کہا ؟ میرا
ہاتھ شل ہو گیا ۔

شیطان

لگے بڑھ کر ایک ہاتھ !

والنتین

(کرتا ہے) ہائے !

شیطان

اب تھپک ہو گئے بچہ ! مگر اب چلو یہاں سے کہسک جائیں ؛
سنو ، کیسی چیختم دھار مچی ہے - پولیس والوں سے تو مہں معا ملہ
کرنوں ، مگر عدالت مہرے بس کی نہیں —

مارتھے

(کھڑ کی کے پاس) دورو لو گو ، دورو !

گوریشن

(کھڑ کی کے پاس) ارے کوئی روشنی لاؤ !

مارتھے

گالی گلوچ اور تلوار چلنے کی آواز آرہی ہے -

لوگ

ارے یہ تو کوئی مرا پڑا ہے !

مارتھے

(باہر نکل کر) قاتل کیا بھاگ گئے ؟

گوریشن

(باہر نکل کر) ارے یہ کون پڑا ہے ؟

لوگ

تھرا بھائی -

گوریشن

ہاے یہ کیا فطرب ہوا !

والنتین

میں مرنے ہوں ! کہنے میں اتنی سی دیر لگتی ہے اور

کرنے میں اِس سے بھی کم - اے ضرورتو تم کہوں واویلا مچائے
 ہو؟ اِدھر آو، میری بات سُنو - (سب اُس کے آس پاس
 کھڑی ہو جاتی ہیں)

دیکھہ مہدی پھاری گریٹشن تو ابھی بچہ ہے؛ ابھی تجھے
 ذرا سلیقہ نہیں - تو اپنا کام بڑی بری طرح کرتی ہے - مہن تجھے
 سے ایک راز کی بات کہتا ہوں؛ تو آبرو باختہ تو ہو ہی گئی
 اب کہلم کہلا پیشہ کیوں نہیں کرتی؟

گریٹشن

ہاے میرا بھائی! ہاے الدہ یہ کیا کہتا ہے؟

والنتین

الدہ میاں کو بیچ میں مت لا - افسوس! جو ہونا تھا
 وہ ہو گیا اور جو ہونا ہے وہ اب ہوگا - تو نے چھپ کر ایک
 سے یارانہ کیا ہے؛ کچھ دن میں اوروں تک نوبت
 پہونچے گی اور جہاں دس بارہ وہاں سارا شہر سہی - جب بدکاری
 پیدا ہوتی ہے تو وہ پہلے پہل چھپائی جاتی ہے - اُس کے
 چہرے پر اندھیری رات کی نقاب ڈالی جاتی ہے بلکہ
 آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اُس کا گلا گھونٹ دے - مگر جب وہ
 پل کر بڑی ہو جاتی ہے تو دن درپہر ننگی پھرتی ہے
 حالانکہ وہ جیسی بد شکل تھی ویسی ہی دھکی ہے - جوں
 جوں اُس کی صورت بگڑتی جاتی ہے اُسے باہر نکلنے کا شوق بڑھتا جاتا
 ہے - میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے

جب اے قحبہ سارے بھلے آدمی تجھ سے ہوں دور دور
 رہیں گے جیسے کسی وبائی لاش سے - تو جب
 اُن سے آنکھ ملائے گی تو تیرا دل سینے میں سہم کر رہ
 جائیگا - نہ تجھ سونے کا ہار پہلدا نصیب ہو گا اور نہ گرجے کی قربان گاہ
 میں کھڑا ہونا - تجھ سے اُجلے کپڑے پہن کر شریک نہ ہوتے بنے گا -
 تو کسی اندھیرے غمکدے میں فقیروں اور ایماہجوں کے ساتھ پڑی رہیگی
 اور اگر خدا نے تیرا گناہ معاف بھی کر دیا تو دنیا تجھ پر تھوکتی
 ہی رہے گی -

مارتھے

اب اپنی روح اللہ کی رحمت کو سونپو! کیوں مرتے وقت کسی
 کو برا بھلا کہہ کر اپنے سر اور بوجھ لہتے ہو؟

والنیتین

اے بے شرم کٹمنی اگر میں تہری سوکھی ہڈیوں کو کچل سکتا تو
 مجھے اُمید ہوتی کہ میرے سارے گناہوں کی اچھی طرح تلافی
 ہو جائیگی -

مار گرتے

ہائے میرا بھائی! ہائے یہ دوزخ کا عذاب!

والنیتین

کہدیا تجھ یہ تسوے بھانا چھوڑ دے! تو اپنی آبرو کو چکی اور میرے
 دل پر کاری ضرب لگا چکی - اب میں موت کی نیند سو کر
 ایک بھادر سپاہی کی طرح خدا کے پاس جاؤں ہوں -
 (مر جاتا ہے)

گر جا

نہا ز ، گر جا کا ارگن با جا ، گا نا
(گریٹشن لوگوں کے مجمع میں ، خبیث روح گریٹشن کے پیچھے)

خبیث روح

گریٹشن تھرا کچھ اور حال تھا

جب تک تو معصوم تھی

اور چھوٹی سی بوسیدہ کتاب سے

تتلا کر دعائیں پڑھتی تھی

آدھا بچوں کا کھیل

اور آدھا خدا کا دھیان -

گریٹشن !

اب تھرا خیال کدھر ہے ؟

اور تیرے دل پر یہ گناہ کا بوجھ کھسا ہے ؟

کیا تو اپنی ماں کے لئے دعا مانگتی ہے ؟

جو تیرے ہاتھ سے ایڑیاں رگڑ کر مری ؟

تیری دھلیز پر یہ کس کا خون ہے ؟

کیا تیرے دل میں ایک ہیجان سا نہیں اٹھتا

جو خود درتا ہے اور تجھے دراتا ہے

اپنی پر اسرار موجود گی سے ؟

گریٹشن

اُف ! اُف !

کاش میں ان خیالات سے نجات پاؤں،
جو میرے دل میں آتے جاتے ہیں
روکنے سے نہیں روکتے !

سنگت

وہ ہوم جلال وہ قہامت کا دن
جس کی گرمی سے زمین پگھل جائے گی —
خبیث روح

تو جلی موتی ہے !

صور پھنک رہا ہے !

قبریں لرز رہی ہیں !

اور تھرا دل

راکھ کے سکروں سے

کروٹ بدل کر

آتش سوزاں میں بہن رہا ہے۔

گریٹشن

کاش میں یہاں نہ ہوتی !

اس ارگن کی آواز سے

میرا دم گھبراتا ہے،

اور یہ گیت میرے دل کو

اندر سے مسلے ہیں —

سنگت

آہ ! اب دارِ معصوم کے آگے
سارے بھید کھل جائیں گے ؛
ایک ایک گناہ کی سزا ملے گی -
گریٹشن

جی اوبھا سا جا تا ہے !
ان دیواروں اور کھمبون سے
کیسی وحشت ہوتی ہے !
یہ بہاری چہت
سیٹے پر بوجھ ڈالتی ہے -
ہائے اک ذراسی ہوا !

خبیث روح

تو لاکھ چہپ مگر بد کاری
کہیں چھپائے چہیتی ہے —
کیسی ہوا ؟ کیسی روشنی ؟
وائے ہو تبجہ پر !

سنگت

ہائے مہن گنہگار کیا عذر لاؤں ؟
کون ہے جو آج مہری شفاعت کرے !
جب اولیا خود دستگیری کے محتاج ہیں !

خبیث روح

تجھے دیکھ کر روشن ضمیر

منہ پھیر لیتے ہیں
 تنجہ سے ہاتھ ملاتے پاکبازوں کو
 گھن آتی ہے
 افسوس !

سنگت
 ھاے ، میں گنہگار کیا عذر لاؤں ؟
 گریٹشن
 اری بہن ! ذرا اپنی شیشی تو دینا -
 (غش کھا کر گر پڑتی ہے)

والپر گس کی رات

ہارٹس پہاڑ - شیر کے اور ایلنڈ کی نواح
 شیطان

تیرا جی جہازو * پر سوار ہونے کو نہیں چاہتا ؟ منجھے
 تو ایک موٹا تازہ بکرا چاہئے - منزل دور ہے : اسطرح پیدل
 چلیں تو خدا جانے کب پہنچیں گے —
 فاؤسٹ

جب تک میرے پیروں میں چلنے کی قوت ہے میرے

* مشہور ہے کہ والپر گس کی رات کو جادو گر نیاں
 اور چوہلیں جہاز و پرو یا بکرے پر سوار ہو کر شیطان کے
 دربار میں جاتی ہیں —

لئے یہ گرہ دارِ دَندَا کافی ہے - آخر راستہ جلد طے کر لینی سے فائدہ کیا ہوگا؟ وادیوں کی بھول بھلیاں مہین آہستہ آہستہ چلنا، اونچی چٹانوں پر چڑھنا، سدا جاری چھمون کو اُبلتے ہوئے دیکنا، یہ ہیں وہ دل چسپیاں جن کی بدولت وہ نوردی کا مزا آتا ہے - بید مجنوں کے دل میں بہار کی لہر اُٹھ رہی ہے اور صنوبر بھی اسی ترنگ میں مست ہے، پھر یہ کوف ہمارے اعضا مہن کھوں نہ سرایت کر جائے —

شیطان

مجھے پر تو اسکا خاک بھی اثر نہیں؛ مہرے جسم میں سردی بسی ہوئی ہے - میرا جی چاہتا ہے کہ راہ میں پالے اور برف کے سوا کچھ نہ ہو - اس دیر طلوع چاند کے سرخی مائل قرص میں کیسی افسردگی، کیسی بے کھفی ہے - اس رندھی ہوئی چاندنی میں رستہ صاف نظر نہیں آتا - ہر قدم پر کسی درخت یا چٹان سے ٹکرانے کا خوف ہے - اجازت ہو تو میں کسی اگیا بیتال کو بلاؤں - وہ دیکھو ایک نظر آیا کیا مزے کی روشنی ہے! ارے بھائی سنتے ہو، ذرا ادھر آنا - کھوں اپنی چمک بھکار کھوتے ہو؟ مہربانی کر کے ذرا ہمیں رستہ دکھا دو —

اگیا بیتال

شاید آپ کے ادب سے میں اپنے لالباؤ مزاج کو بدل سکوں عام طور پر تو ہم لوگوں کی چال لہردار ہوتی ہے —

شیطان

چلتا ہے یا باتیں بھاتا ہے ؟ آیا بڑا انسان کی نقل
 کوئے والا ! شیطان کا نام لے اور سیدھا چلا چل ۔ نہیں تو
 میں تیری زندگی کے تمٹمائے ہوئے چراغ کو ایک پھونک
 میں بجھا دوں گا —

اگیا بیتال

میں جان گیا کہ آپ ہی ہمارے مالک ہیں ۔ سر آنکھوں
 سے آپ کے حکم پر چلوں گا ؛ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ سارا
 پہاڑ آج جادو سے بھمست ہے ۔ آپ اگیا بیتال کو اپنا رہنما بناتے
 ہیں ۔ اگر بھٹک جائیں تو آپ جانیں —

فاؤست ، شیطان ، اگیا بیتال

(باری باری سے گاتے ہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے

ہم جادو اور خواب کے طلسم میں

مارے مارے پھرتے ہیں ۔

میں راہ دکھا ، تیری عزت بڑھے

اور ہم جلدی سے پہونچیں

اس لقا و دق صحرا میں ۔

دیکھو یہ دوخت ایک کے بعد ایک

کس تیزی سے گذرتے ہیں

پہاڑیاں جھکی سی جاتی ہوں

اور ہوا کا چھکڑ

چٹانوں سے ٹکرا کر

عجب مہیب آواز پیدا کرتا ہے۔

ندی نالے پہاڑوں اور چراگا ہوں میں

تھڑی سے بہتے چلے جا رہے ہوں؛

کیا میرے کانوں میں

نغمہ مستعانہ اور نالہ دلدور کی صدائیں آرہی ہوں؟

کیا میں اُس گذری ہوئی فردوسی زندگی کی پر تا ثیر آواز‘

یعنی درد محبت کی دلکش فریاد‘

سن رہا ہوں؟

ہائے ہماری امیدیں! ہائے ہمارا عشق!

اس زندگی کی صدائے باز گشت

سنی سنائی کہانیوں کی طرح

میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

سنو وہ گھگھو کی آواز آرہی ہے۔

کیا سب رات کی چڑیاں جاگ رہی ہیں؟

کیا یہ جہازیں میں سمندر رینگ رہے ہیں؟

یہ لمبی تانگوں اور موتی تو ند والے جانور!

درختوں کی جڑیں ریت اور چٹان سے سر نکالے

سایفوں کی طرح بل کھا رہی ہیں

نا کہ ہمیں ڈرائیں اور گرفتار کر لیں۔

سوکھے درختوں میں جان پڑ گئی ہے :

وہ اپنے پنچے مکتی کی طرح

راہرو کی طرف بڑھاتے ہیں -

چوہہ گرہہ در گرہہ

نیچے جھاریوں اور گائی مہن پھر رہے ہیں :

اور چسکدار جگنو دل کے دل

اُس پریشان جلوس کے ہمراہ ہیں -

مگر یہ تو بتا ہم کھڑے ہیں

ہا آگے بڑھ رہے ہیں ؟

ہر چہرہ گھومتی نظر آ رہی ہے

پہاریاں اور درخت منہ چڑا رہے ہیں -

جھہر دیکھو بیشمار اگیا بیتال چمک رہے ہیں -

شیطان

دور مت میرا دامن تھام لو - یہ ایک چھوٹی سی چوٹی

ہے جہاں سے اس پہاڑ کی شیطانی دولت کو دیکھ کر آدمی

حیران رہ جاتا ہے -

فاؤسٹ

سارے پہاڑ پر یہ شفق صبح سے ملتی جلتی بھیانک روشنی

پھیلی ہوئی ہے بلکہ گہرے کھد کی تہ تک اُتر گئی ہے -

کہیں بھاپ اٹھ رہی ہے کہیں دم گھونٹنے والی گھس اُملد رہی

ہے - کھر کے باریک پردے میں ایک چمک سی ہے جو کبھی باریک

دھاگے کی طرح نظر آتی ہے اور کبھی چشمہ کی طرح اُبلتی ہے : کہیں

دامن کوہ میں دور تک جال کے مانند پھیلی ہوئی ہے اور کہیں

ایک کونے میں سست کر رہ گئی ہے۔ وہ دیکھو سامنے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں سنہری دیت کی طرح دمکتی ہیں مگر اس روشنی کی پوری آپ و تاب اُس پہاڑ کی چوٹی پر نظر آتی ہے۔

شیطان

ہاں دولت کے دیوتا نے اِس دعوت کی تقریب میں سارے محل کو جگمگا دیا ہے۔ اپنی قسمت کو دعا دے کہ تو نے یہ تماشا دیکھا۔ مجھے تو ابھی سے اودھسی مہمانوں کا شور سنائی دیتا ہے۔

فاؤست

ہوا کیسی دیوانہ وار چل رہی ہے۔ مہری گردن پر اُس کے تھپیڑے پڑ رہے ہیں۔

شیطان

تو اِس چٹان کی پسلیوں کو مضبوط پکڑ لے ورنہ یہ ہوا تجھے نیچے کھدے میں گرا دے گی۔ کہہ نے رات کو تار تک کر دیا ہے۔ سن! جنگلوں میں کس غضب کا جھکڑ چل رہا ہے۔ الو تیر سے ادھر ادھر چھپتے پھرتے ہیں۔ سن! قصر فطرت کے سدا ہرے ستون پھٹے جاتے ہیں۔ شاخیں توت کر دھم دھم گر رہی ہیں۔ معاذ اللہ! یہ تنوں کی چرچراہٹ، یہ جڑوں کے اکھرنے کی آواز! درخت گر کر گر گئے تریہبی سے ایک پر ایک دھیر ہو رہے ہیں۔ پہاڑوں کے درے ان سے پتے ہوئے ہیں اور اُن کے بھیج سے ہوائیں سر سر اتی

اور چھختی ہوئی چل رہی ہیں - تو یہ صدائیں سنتا ہے
جو اوپر سے ' دور سے نزدیک سے آ رہی ہیں؟ سارے پہاڑ پر اس
سرے سے اُس سرے تک جادو کا گیت گونج رہا ہے -

جادو گر نیون کی سنگت

جادو گر نہاں ہوا کن کو چلن
بالہاں رہی ہیں دنتہل سوکھے ہیں -
ساری برادری وہاں اکتھی ہے
اور صدر میں حضرت فلاں بیٹھے ہیں
پہاڑ اور جنگل میں بڑھ چلو -
ایک آواز

بڑھیا بابو اکیلی آئی
ایک سو ریا پر سوار -

سنگت

عزت والوں کی عزت کرو!
باؤ بو بی بی آگے ہوں
موٹی تازی سو ریا پر
اور ہم سب اُن کے پیچھے ہوں
ایک آواز

تو کس دستے سے آئی -

دوسری آواز

الزن اشتائن سے ہو کر

اُو گھونسے میں بھٹتا تھا
دیدے نکالے گھورتا تھا۔۔

تیسری آواز

چلی جا جنہم میں !
آخر اتنی تیزی کہوں ؟

سنگت

رستہ خاصا چوڑا ہے
پھر یہ دھکم دھکا کیوں ؟
جہازو چبھتی ہے پنچہ کرتا ہے
بچے کا کلا گھٹتا ہے
ماں کا پیت پھٹتا ہے —

جادوگروں کی سنگت

ہم کچھوے کی چال چلتے ہیں -
عورتیں دور نکل گئیں ،
جب 'شیطان' کے گھر جانا ہو
عورت ہزار قدم آگے دھتی ہے -

جادوگریوں کی سنگت

ہم کیوں اس کا برا مانیں :
عورت ہزار قدم چلتی ہے
مگر وہ لاکھ تیزی کرے
مرد نے ایک چھلانگ بھری اور جا پہنچا -

آواز (اوپر سے)

اُڑ اوپر آ جاؤ،

پہاڑی جھیل کو چھوڑو -

آوازیں (نیچے سے)

ہمیں خود بلندی کی آرزو ہے؛

ہم نہا دھو کر صاف ہو گئے

مگر اولاد سے ہمیشہ محروم رہیں گے -

دونوں سنگتیں

ہوا تھم گئی، ستارے دُوب گئے؛

جادو کی سنگت دیپک لگتی ہے

ہزار شعلے اُٹھتے ہیں -

آواز (نیچے سے)

تھہرو! تھہرو!

آواز (اوپر سے)

نیچے درے سے کون پکارتا ہے؟

آوار (نیچے سے)

مجھے بھی لے چلو! مجھے بھی لے چلو

میں تین سو سال سے چڑھ رہا ہوں

مگر چوٹی پر نہیں پہنچ پاتا -

اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنے کو تربتا ہوں

دونوں سنگتیں

کوئی جہاز پر سوار، کوئی دُندے پر سوار،

کوئی پنچے پر سوار، کوئی بکرے پر سوار،

جو رہ گیا آج کے دن نیچے
وہ ہمیشہ کے لئے گہا گزرا -

نوسکھیا جادوگر نی

میں کب سے تھو کریں کھاتی ہوں
اور سب اتنی دور کیونکر پہنچے ؟
گھر پر مجھے چین نہیں آتا
اور یہاں قدم نہیں اٹھتا -

جادوگروں کی سنگت

جادو کا ضہاد لگانے سے دل بڑھتا ہے؛
کسی برتن میں بیٹھ جاؤ
اور چتھرے کا بادبان لگا لو
وہ جہاز کی طرح چلتا ہے
جو آج نہ اڑا ، کبھی نہ اڑے گا -

دونوں سنگتیں

جب ہم چوٹی پر پہنچ جائیں
تو سب کے سب اتر پڑو
اور ساری جہازیوں میں
ٹنڈیوں کی طرح پھیل جاؤ -

(سب اتر پڑتے ہیں)

فاؤست

معاذ اللہ ! یہ دھکم دھکا ، یہ چیتکم دھار ! یہ دھما چوکری ! یہ

غل غپازا ! یہ چمک دمک ! یہ تپش ! یہ بد بو !

شیطان

جادو گزنیوں کا حلقہ ایسا ہی ہوتا ہے - میرا ہاتھ مضبوط
پکڑ لے ورنہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے - تو کہاں ہے؟
فاؤسٹ (دور سے)

یہاں!

شیطان

اے، وہاں پہنچ گیا! ابھی سے دیلے میں آ گیا اب مجھے
حکومت سے کام لینا پڑے گا - ہٹو، بچو، فولانڈ صاحب کی
سواری آتی ہے - لے علامہ، میرا ہاتھ پکڑ لے - چل اس
مجموعے سے نکل چلیں - اس طوفان بے تمہزی سے تو میرا
جیسا شخص بھی گھبرا گیا - وہ دیکھہ تھوڑی دور پر کچھ
روشنی سی نظر آتی ہے - اس میں ایک خاص طرح کی
چمک ہے - میرا دل بے اختیار اس جھاری کی طرف کھینچا
جاتا ہے - آ، چپکے سے کھسک چلیں -

فاؤسٹ

تو بھی عجب مجموعہٴ افساد ہے! خیر میں چلتا ہوں
جہاں جی چاہے لے چل - مگر میری سمجھہ میں نہیں
آتا یہ کیا عقلمندی ہے - کیا ہم والیبرگس کی رات کو اتنی
دور چل کر بروکن پر اسی لئے آئے ہیں کہ یہاں پہنچ کر
سب سے الگ جا بیٹھیں -

شیطان

دیکھہ کیسے رنگ برنگ کے شعلے ہیں! یہ بھی ایک

دلچسپ صحبت ہے ؛ بجائے خود ایک چھوٹی سی انجمن ہے ۔

فاؤسٹ

مگر مہرا جی تو وہیں رہنے کو چاہتا ہے ۔ دیکھہ کیسی روشنی ہے اور دھوئیں کے بگولے اٹھ رہے ہیں ۔ لوگ ابلیس کے سلام کو امدے چلے آتے ہیں وہاں بہت سے معصے حل ہوں گے —

شیطان

مگر بہت سی نئی گتھیاں بھی پڑ جائیں گی ۔ دنیا کو ہنگامہ ہو پا کرنے دے ؛ ہم یہاں تنہائی میں بسیرا لہوں گے ۔ یہ تو ہوتا چلا آیا ہے کہ بڑی دنیا کے اندر انسان اپنی چھوٹی دنیا الگ بنا لیتا ہے ۔ وہ دیکھہ نو جوان جادو گر نہاں زندگی کھڑی ہیں اور بڑھیوں نے ہوشیاری سے کپڑے پہن رکھے ہیں ۔ مہری خاطر ذرا دیر ان سے ہنس بول لے ۔ تھوڑی سی زحمت ہے مگر بڑا لطف آئے گا ۔ باجوں کی آواز سے کان پھٹے جاتے ہوں ۔ اس کی بھی انسان کو عادت ڈالنی چاہئے ۔ مہرے ساتھ چل ؛ تجھے اس سے مفر نہیں ۔ میں جاؤں گا اور تجھے بھی لے جاؤں گا ۔ ہمارے عہد کی تجدید ہوگی ۔ بتا دوست اب کیا کہتا ہے ؟ یہ بھی کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں

جہاں تک نظر جاتی ہے جلسہ جما ہوا ہے ۔ ایک قطار میں

سو الؤ جل رہے ہیں ۔ کہیں ناچ ہو رہا ہے ، کہیں کپ رہی ہے کہیں کھانا پک رہا ہے ، کہیں شراب لذتہائی جا رہی ہے ، بوس و کنار کے سڑے لوٹے جا رہے ہیں ۔ بتا اس

سے بڑھ کر دنیا میں اور کھا چیز ہے ؟

فاؤست

تو یہاں جادو گر بن کر جاے گا یا شیطان بن کر ؟

شیطان

میں اکثر بھیس بدل کر پھرتا ہوں - مگر دربار کے دن تو تمنے دکھانے کی بہار ہے - مجھے گھٹنے پر فیتہ باندھنے * کی عزت حاصل نہیں میرا مارکہ یہ گھوڑے کے سم ہیں - دیکھ وہ گھونگھا ریڈنگتا ہوا آ رہا ہے - اس کی تٹولنے والی نظروں پہلے ہی بھانپ لیا کہ میں کون ہوں - میں اگر چاہوں بھی تو یہاں چھپ نہیں سکتا - چل اب ہر الاؤ کے پاس چلیں - تو شادی کا خواستگار ہے اور میں تیری طرف سے معاشقہ کرتا ہوں —

(فاؤست کو لے کر چند لوگوں کے پاس جاتا ہے جو الاؤ کے گرد بیٹھے تپ رہے ہیں) بڑے مہاں یہ آپ الگ کیوں بیٹھے ہیں ؟ میں تو تب آپ کی تعریف کرتا جب آپ مجمع کے بیچوں بیچ تڑپتے ہوئے اور نوجوانوں کی رنگ دلیوں میں قوب جاتے - اکیلا دھنکے کے لئے گھر پر بہت کافی موقع ہے -

جنرل

قوموں پر کون بھروسا کر سکتا ہے ! انسان ان کے لئے کتنا کچھہ کرے مگر عورتوں کی طرح نوجوانوں پر جان دیتی ہیں -

* انگلستان کے Order of Garter کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے -

وزیر

آج کل لوگ سہدھی راہ سے بہتک گئے ہیں۔ اگلے زمانے والے
پھر غلبہ میں تھے۔ عہدِ زریرں وہی تھا جب ہمارا دور دورہ تھا —

نود و لت

ہم لوگ بھی آخر بیوقوف نہ تھے۔ ہم نے بھی بہت سے گناہ کئے۔
لیکن آج کل تو ہر چیز اُلٹ پلٹ ہو رہی ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں
کہ جو حالت تھی وہی رہے —

مصنف

آج کل کوئی ایسی کتاب نظر سے نہیں گزرتی جس میں اوسط
درجہ کا مضمون بھی ہو؛ مگر ہمارے پیارے نوجوان اپنے آپ کو ارسطو
سے کم نہیں سمجھتے —

شیطان

(جو دفعۃً بہت ضعیف نظر آتا ہے)

جادو گرنیوں کے پہاڑ پر آخری بار چڑھتے ہوئے مجھ یہ
متحسوس ہوتا ہے کہ لوگ قیامت کے لئے تیار ہو گئے ہوں اور
چونکہ میرا چشمہ زندگی خشک ہو رہا ہے اس لئے دنیا کا
خاتمہ بڑی قریب ہے —

جادو گر نی

(جو عجائبات کی دوکان لگا ہے)

صاحبو کہاں جاتے ہو ذرا تھرو! اس موقع کو ہاتھ سے
نہ دو! میرے مال کو غور سے دیکھو۔ طرح طرح کی چیزیں
دکھی ہیں۔ مہری بے نظیر دوکان میں ایک چیز بھی ایسی

نہیں جس سے کبھی نہ کبھی انسان کو اور دنیا کو نقصان
 نہ پہنچا ہو۔ کوئی خلعجو ایسا نہیں جس سے خون نہ
 ٹپک چکا ہو۔ کوئی پھالہ ایسا نہیں جس سے زہر قاتل نہ
 پیا گیا، کوئی زیور ایسا نہیں جس سے کوئی بھولی بھالی
 نازنین فہ پھسلانی گئی ہو، کوئی قلموار ایسا نہیں جس کا
 وار حریف پر پشت کی طرف سے نہ ہوا ہو —

شیطان

خالہ جان، تم زمانے کی ہوا نہیں پہنچا نتیں۔ جو گزر چکا
 اُسے بھول جاؤ۔ اب نئی چیزوں کو دوکان لگاؤ۔ دل کشی
 صرف نئی چیزوں میں ہوتی ہے۔

فاؤست

کہیں میں اپنے آپ کو نہ بھول جاؤں، کھا تھکانا ہے اس میلے کا!

شیطان

سارا مجمع اوپر جانے کے لئے دھکم دھکا کرتا ہے۔ انسان
 سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کو دیتا ہے حالانکہ خود ریلے
 میں بہا چلا جاتا ہے۔

فاؤست

ارے یہ کون ہے؟

شیطان

غور سے دیکھو یہ للتھہ ہے؟

فاؤست

للتھہ کون؟

شیطان

ادم کی پہلی بھوی - ہوشیار رہنا اس کے خوبصورت بالوں سے - یہی اُس کی زینت ہے یہی اس کا زیور ہے - جہاں کوئی نوجوان اس دام میں گرفتار ہوا پھر اُس کی دھائی سہل نہیں ہے —

فائزست

وہ دیکھو دو عورتیں بیٹھی ہیں - ایک بورہی ایک نوجوان - اُن کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناچتے ناچتے تھک گئی ہیں —

شیطان

آج کے دن تو بس ناچ ہی ناچ ہے - وہ دیکھو پھر شروع ہو گیا آؤ ہم بھی جٹ جائیں —

(فائزست ایک نازنین کے ساتھ اور شیطان

ایک برہیا کے ساتھ ناچتا ہے)

تخیل کا محتسب

کعبخت روحو تم کیا کر رہی ہو؟ کیا برا ہمیں قاطعہ سے یہ ثابت نہیں کر دیا گیا کہ کوئی روح سچے سچ کی تانگوں پر نہیں کھڑی ہو سکتی؟ اور تم انسانوں کی طرح کھڑی ہو بلکہ ناچ بھی رہی ہو؟

نازنین (ناچتے ہوئے)

یہ مڑا ہمارے ناچ میں کہاں سے گھس آیا؟

فائزست

اے یہ تو سب کہیں پہنچتا ہے - دوسرے ناچتے ہیں تو یہ

تذقید کرتا ہے۔ اگر یہ ہر قدم پر تبصرہ نہ کر سکے تو گویا کوئی قدم اُٹھایا ہی نہیں گیا۔ سب سے زیادہ غصہ اس پر آتا ہے کہ ہم آگے بڑھتے ہیں۔ اگر کوئی کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ چکر کاٹا کرے جیسے وہ اپنی پرانی پن چکی میں کرتا ہے تو یہ اُس کی تعریف کرے گا، خصوصاً اگر اس کی خوشامد کی جائے۔

تخیل کا معتسب

تم ابھی تک موجود ہو ! کھسا اندھیر ہے ! بس معدوم ہو جاؤ ! ہم نئی روشنی پھیلا چکے ہیں۔ یہ کمبخت شہطان کی اولاد کسی اصول کی پابند نہیں۔ ہم اتنے دانشمند ہو گئے۔ اس پر بھی ٹھیکل * میں بہوت نظر آتے ہیں میں کتنے دن سے ان اوہام باطلہ کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مگر دنیا کسی طرح ان سے پاک نہیں ہوتی۔ اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہوگا !

نازنیں

تو کیوں ہمارا دماغ چات رہا ہے ؟

تخیل کا معتسب

سنو اے روحو میں تمہارے منہ پر کہتا ہوں، مجھے اس بہوت گرجی کی برداشت نہیں۔ میرا دماغ اسے ادراک و تعقل میں تر توب دینے سے قاصر ہے۔

(ناچ برابر ہو رہا ہے)

معلوم ہوتا ہے آج مجھے کامیابی نہ ہوگی ۔ میں ہمیشہ
سفر کرنے کو تیار رہتا ہوں مگر آخری سفر سے قبل انشاء اللہ
ان شیطانوں اور شاعروں کا سر کچل دوں گا —

شیطان

اب یہ جا کر کھچڑے میں بیٹھ گا ۔ جب اس کے کولے میں
جونکھن چسٹیں گی تو اس کے دماغ سے بھوتوں کا مسئلہ
بلکہ خود دماغ ہی غائب ہو جائیگا —

(فائز ست سے جو ناچ کے حلقے سے نکل آیا ہے)

تو نے اس حسیدہ کو کہاں چھوڑا جو تیرے ساتھ ناچ رہی
تھی اور بیٹھے بیٹھے گھٹ گڑھی تھی ؟

فائز ست

ارے لالچول ولاقوۃ ! اس کے منہ سے تو گاتے وقت ایک لال
چوہا نکل پڑی —

شیطان

اچھا ہوا ۔ یہ کون سی برامانڈے کی بات ہے ۔ لال ہی
چوہا تھا تو نہ تھی ۔ بھلا ایسی رنگ دلیوں میں
اس کا خیال کون کرتا ہے —

فائز ست

اُس کے بعد —

شیطان

کیوں تو کہتے کہتے چپ کیوں ہو گیا ؟

فاؤست

تو دیکھتا ہے ، وہ لڑکی جس کا چہرہ اُترا ہوا ہے سب سے الگ اکیلی کھڑی ہے ۔ وہ آہستہ آہستہ گھست رہی ہے جیسے اُس نے پہر بندھے ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ اُس کی شکل بہاری گریٹشن سے ملتی ہے —

شیطان

ارے اس قصہ کو چھوڑ ؛ اس میں کسی کا بہلا نہیں ۔ یہ ایک جادو کی پتلی ہے ، ایک پیکر بھجان ، ایک بت ۔ اس سے آنکھ ملانا ٹھیک نہیں ۔ یہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتی ہے کہ انسان کا خون خشک ہو جائے اور وہ پتھر بن کر رہ جائے ۔ تو نے میڈوسا * کا حال تو سنا ہوگا —

فاؤست

واقعی یہ مردے کی سی آنکھیں ہیں جنہیں مرنے وقت کسی محبت کرنے والے نے بند نہیں کیا ۔ مگر یہ تو وہی سینہ ہے جس سے گریٹشن مجھ سے لپٹی تھی ۔ وہی بہارا جسم ہے جس سے میں نے اختلاط کیا تھا —

شیطان

ارے زود اعتقاد احمق یہ جادو کا کھیل ہے ۔ ہر شخص کو اس میں اپنی معشوقہ کی صورت نظر آتی ہے —

* قدیم یونانی دیوسالا میں وہ عجیب الخلقیت مخلوق جس سے آنکھ ملاتے ہی لوگ پتھر کے ہو جاتے تھے —

فائزست

ہاے یہ لذت ! ہاے یہ درد ! میں ان آنکھوں سے نظر نہیں ہٹا سکتا - اس خوبصورت گلے میں یہ لال مالا جو چاقو کے پھل سے زیادہ چوڑی نہیں کھسی بھلی معلوم ہوتی ہے -

شیطان

ہاں ! ہاں ! میں نے بھی دیکھا - وہ کبھی کبھی اپنا سر جسے پر سیس نے کاٹا تھا بغل میں دبا لیتی ہے - تھرے دل سے ابھی تک ان اوہام کا شوق نہیں گیا - آ ' ذرا اس پہاڑی پر چلیں - وہاں وئینا کے پرائر * کا لطف آتا ہے - اُگر میری آنکھیں دھو کا نہیں دیتیں تو تھیٹر کا سا تماشا ہو رہا ہے - کون سا نا ٹک ہے ؟

ایک زائد ایکٹر

دیکھئے اب ایک اور ناٹک شروع ہوتا ہے - یہاں سات تماشے دکھائے جاتے ہیں - چہہ ہو چکے اب یہ ساتواں ہے یہ ایک اناری نرانا نکار نے لکھا ہے اور اناری ایکٹر اسے کھیل رہے ہیں - معاف کیجئے گا مجھے جانا ہے کیونکہ اناری پن سے پردہ اُٹھا نے کا کام میرے ہی سپرد ہے -

شیطان

بلا کس برگ میں تمارا ہونا تھیک ہے - یہی جگہ تمہارے لئے موزوں بھی ہے -

* وئینا پایہ تخت اسٹر یا میں صوام کی تفریح گاہ ' جہان روز سہ پہر کو میلا لگتا ہے -

والپرگس کی رات کا خواب

اوبیرون * اور تتا نیا کی سنہری شادی
منیجر

میدنگ کے سپوتو آج تمہارے آرام کا دن ہے - کھونکہ
آج کا سارا سین بس ایک پرانا پہاڑ اور ایک بھیگی ہوئی
وادی ہے -

نقیب

سنہری شادی نکاح کے پچاس برس گزرنے کے بعد منائی جاتی
ہے مگر مہرے نزدیک تو جب مہاں بیوی کی دانستہ کلکل
ختم ہو جائے تب ہی سنہری شاہی ہے -

اوبیرون

اے روحو اگر تم یہاں ہو تو ظاہر ہو جاؤ - بادشاہ اور ملکہ
میں پیمانہ محبت کی تجدید ہو رہی ہے -

پک

پک ترچھی چال سے آتا ہے اور توڑے لے کرنا چتا ہے
پھر اور بہت سی روحیں اُس کے ساتھ رنگ دلہان منانے
آتی ہیں -

ایریل

ایریل پاک آسمانی سروں میں اپنا گھٹ چھوڑتا ہے

* قدیم انگلو سکسون دیو مالا میں اوبیرون جن ویری کا بادشاہ
اور تتا تھا ملکہ تھی -

+ شادی کے پچاس برس بعد اگر مہاں بیوی دونوں زندہ ہوں
تو سنہری شادی منائی جاتی ہے -

اُس کی سحر نوائی کی کشش سے کھوسٹ بڑھیں سے لے کر مہلقا
ناز نہیں تک کھچی چلی آتی ہیں -

اوبیرون

اگر مہان بیوی آپس میں نباہنا چاہتے ہوں تو ہم
سے سبق لیں - دو آدمیوں میں محبت جب ہی قائم رہ
سکتی ہے کہ ایک دوسرے سے الگ رہیں -

تتانیہا

اگر مہان گال پھلائے اور بیوی منہ تھتھائے تو انہیں
ایک دوسرے سے جدا کر دو؛ بیوی کو دکھن کی طرف لے جاؤ
اور میان کو اتر کے سرے پر پہنچا دو -

باچے کی سنگت (اونچے سر میں)

مکھی کا گلا (۱) *

مچھر کی ناک (۲)

اور اُن کا سارا کنبہ

گڑھیا کا میلنڈک (۳)

اور گھاس کا جھینگڑ (۴)

یہ ہمارے گوئیے ہیں -

ایلا باجا

وہ دیکھو صابون کا بلبلہ (۵)

وہ ہماری ترہی ہے؛

اس کی بھدی ناک سے

سوں سوں کی آواز سنو -

روح (جو ابھی بن رہی ہے)

مکڑی کے پیر اور مینڈک کا پیٹ

اور چھوٹے چھوٹے پنکھہ

ان سے چاہے کوئی جانور نہ بنے

مگر ایک شعر تو بن جائے گا -

فاچنے والوں کا جوڑا

چھوٹے قدم اور لمبے توڑے

پھولوں کی عطر بار فضا میں

شہد سی شبنم کے فرش پر

بھشک تو بہت تھوڑا رفتار ہے

مگر نسیم سحری کے برابر نہیں -

متجسس سیاح

کہیں یہ بہروپ کا کھیل تو نہیں

میری نظر مجھے دھوکا تو نہیں دیتی

کوا میں واقعی آج یہاں

حسین دیوتا 'اوبھرون' کو دیکھ رہا ہوں؟

ایک راسخ العقیدہ بزرگ

نہ اس کے دم ہے اور نہ پنتے

مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا

کہ یونان کے دیوتاؤں کی طرح

یہ بھی شہطان ہے -

شہالی صنّاع

آج میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں

یہ محض ایک خاکہ ہے :

مگر ایک دن وہ بھی آئیگا

جب میں اطالیہ کا سفر کرونگا -

زبان داں

آفسوس ! میری شامت تھی کہ میں یہاں آیا :

لوگ کھسے کھسے ثقیل الفاظ استعمال کر رہے ہیں

اور ان ساری چیزوں میں

صرف دو کے سز پر ”وگ“ (*) ہے

فوجوان جاگ وگرنی

”وگ“ ہو یا تبا

یہ سب کھوست بڑھیں کے لئے ہے -

میں تو ننگی بکرے پر بھٹی

ایذا دداڑ جسم دکھاتی ہوں -

ادھیڑ جاگ وگرنی

تم چھوڑیوں سے الجھنا

ہماری شان کے خلاف ہے -

مگر اتنا میں ضرور کہونگی -

* مصنوعی بال - ’گوئٹے‘ کے زمانے تک ’فرانس‘ کی

تفہد میں مصنوعی بال پہننے کا فیشن تھا -

کہ تمہاری جوانی اور خوبصورتی میں کھڑے ہیں -

بیلڈ ماسٹر

مکھی کے گلے اور منچھر کی ناک،

اس ننگی عورت کے پاس نہ کھڑے ہو؛

گڑھیا کے مہلک اور گھاس کے جھلنکر

سر کو چھوڑ کر بھسے نہ ہو جاؤ -

مرغ باد نہا (ایک رخ پر)

کیسی دلپذیر صحبت ہے!

جدھر دیکھو کنواریاں نظر آتی ہیں

اور اسی تعداد میں کنواریاں ہیں؛

انہیں لوگوں کے سر کے اوپر امیدوں کا سایہ ہے

(دوسرے رخ پر)

اگر ابھی زمیں پھٹ کر

ان سب کو نکل نہ گئی

تو میں دور کر

جہلم میں کود پڑونگا -

بیلڈ ماسٹر

گڑھیا کے مہلک اور گھاس کے جھلنکر؛

تم دونوں کمبخت اعطائی ہو؛

مکھی کے گلے اور منچھر کی ناک

تم اسی برتے پر گوٹے بنے تھے -

عہدہ ناچنے والے

جتلے رند ہیں سب کے سب
 بیٹھ کرے کھلاتے ہیں؛
 ہم پہروں سے ناچتے ناچتے تھک گئے!
 اب سر سے ناچنا شروع کرتے ہیں۔
 پرانے ناچنے والے
 ہم نے بڑے بڑے کمال دکھائے
 مگر اب خدا ہی حافظ ہے!
 ہمارے جوتے ناچتے ناچتے گھس گئے۔
 اب ہم نلکے پیر ناچتے ہیں۔

شہاب ثاقب

میں آج سما سے آتش نور کے حلقے میں
 زمین پر اُترا؛
 مگر اب گھاس پر پڑا ہوں اور کوئی اتنا نہیں
 جو مجھے اُٹھا کر کھڑا کر دے۔
 موتے لوگ
 ہتھو جگہ دو! حلقہ باندہ کر کھڑے ہو!
 وزنہ ساری گھاس کچل جائے گی؛
 روحیں اُڑھیں ہیں
 اور وہ بھی موتی نازی ہوتی ہیں۔
 پک

ہاتھی کے بیچوں کی طرح

ایسے بہارن بہاری قدم نہ رکھو

آج کے دن تم سب میں

پکھی سب سے موتا ہے -

اپریل

محببت والی مادرِ فطرت نے

روح کائنات نے ' تمہیں پلکھہ عطا کئے ہیں؛

میوہی طرح سبک رفتاری سے

گلاب کی پہاڑی پر چلو -

ہاچے کی سنگت

(بہت مدھم سر میں)

بادل کے تکرے ' ارد کہر کی گھٹا '

کلج باغ میں نسیم ' اور بانسری میں نغمہ

فوض ہر چیز ملتھر ہو رہی ہے

سپہدہ سحری نمودار ہو رہا ہے -

کہریلاں

میدان

' فاؤسٹ ' - ' شیطان '

فاؤسٹ

دکھ کی ماری ! جان سے عاجز ! نہ جانے کہاں کہاں

بھٹکتی پھری اور اب گراتار ہو گئی ! وہ بد نصیب نازنین

معہروں کی طرح قید کی سختیاں جھیل رہی ہے ! یہاں تک

نوبت پہنچی! ہاے یہاں تک! — اور تو نے اے دغا باز
 نا بکار روح، یہ باتیں مجھ سے چھپائیں! — ٹھہر! کہاں جا تا
 ہے؟ اپنے شیطانی دیدے فصہ میں مٹکائے جا! اپنی ناقابل
 برداشت مصیبت سے میرا جی جلائے جا! — قید میں! اُس
 مصیبت میں جس سے چھٹکارا نہیں! خبیث روحوں کے
 بس میں، بیدرد نوع انسانی کے پنجہ احتساب میں! اور
 مجھے تو نے اُس عرصہ میں بد مذاقانہ تفریحوں میں الجھائے
 رکھا: اُس کی روز افزوں مصیبت کو مجھ سے چھپایا اور
 اس کو یاس اور بیکسی کے عالم میں برباد ہونے دیا۔

شیطان

وہ پہلی تو نہیں - دریں درطہ کھتی فرو شد ہزار -

فاؤسٹ

کتے! قابل نفرت راکھشس! اے روح مطلق اس کی قلب
 ماہیت کر دے! اسے پھر وہی کتنا بڑا دے جو راتوں کو میرے
 آئے آئے دوڑتا تھا، بیچپارے مسافروں کے پھروں میں لپٹ کر
 انہیں گرا دیتا تھا اور اُن کا گلا دباتا تھا - اس کی وہی شکل بنا
 دے جو اسے مرغوب ہے تاکہ یہ میرے آئے مٹی میں لوٹے اور میں اسے
 اپنے اپنے پیروں سے کچلاؤں! — وہ پہلی نہیں! — ہاے افسوس!
 صد ہزار افسوس! کون انسان اس تصور کی تاب لا سکتا ہے
 کہ ایک سے زیادہ مخلوق اس عذاب میں گرفتار ہے؟ ایک کا
 اس طرح ایڑیاں رگڑ کر مرنا اُس ستار و غفار کی نظر میں
 اور سب کی نجات کے اُنے کافی نہیں! میرا تو ایک ہی کی

مصیبت دیکھ کر گوشت پوست گھلا جاتا ہے اور تو ہزاروں
کو اس حال میں دیکھ کر اطمینان سے رہر خلد کرتا ہے!

شیطان

اب ہم اُس نقطے پر پہنچ گئے جو تیرے ابتدائے جنس کے طائر
فکر کی حد پر راز ہے - تو نے ہم سے عہد وفا کیا کیوں کہا جب
تو اسے پورا نہیں کر سکتا؟ ارنے کا حوصلہ وہ کرے جس کا
سر نہ چکرائے۔ میں زبردستی تیرے پیچھے پڑا تھا یا تو
مہرے گلے کا ہار بن گیا تھا؟

فاؤسٹ

اپنے آدم خور مہرے آگے دانت نہ پھس! مجھے کھن
آئی ہے! — اے بلند و برتر روح جس نے مجھے اڑینا
جلوہ دکھا کر سرفراز کیا، جو میرے دل کے بھید سے واقف
ہے، تو نے کہیں اس مردود سانہی کو مجھے پر مسلط کر دیا
جو لوگوں کی مصیبت دیکھ کر نہال ہو جاتا ہے اور ان کی
تباہی سے پلپٹتا ہے؟

شیطان

بس کہہ چکا یا کچھ اور کہتا ہے؟

فاؤسٹ

اس کو قید سے چھو! ورنہ تجھے پر خدا کی لعنت ہو
ابد آباد تک!

شیطان

میں ملتقم حقیقی کی زنجیروں کو نہیں توڑ سکتا، اُس

کے قید خانے کے قفل کو نہیں کھول سکتا - میں اُسے چھڑاؤں ؟
اُسے اس تباہی میں کس نے ڈالا ؟ میں نے یا تو نے !

فاؤست

(وحشت آمیز نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا ہے)

شیطان

کیا تو رعد و برق کی تلوار دھونڈ رہا ہے ؟ اتنا اچھا ہے
کہ تم فانی انسانوں کو یہ حربہ نہیں دیا گیا ! جو بے گناہ سامنے
پڑ جائے اُسے کچل کر اپنے دل کی بھڑکتی ہوئی آگ کو تھلڈا
کرنا یہ ظالموں کا ہمیشہ سے دستور ہے -

فاؤست

مجھے اُس کے پاس لے چل ! جیسے بلے اُسے چھڑانا چاہئے !

شیطان

مگر یہ سمجھ لے کہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا
ہے - شہر میں تبھہ پڑ خون کرنے کا الزام اب تک قائم ہے -
مقتول کی قبر پر انتقام کی روحیں اب تک ملڈلا رہی ہیں اور
قاتل کے لوتنے کی راہ دیکھ رہی ہیں -

فاؤست

میری قسمت میں تھا کہ تجھ سے یہ باتیں سنوں ! تجھ
سے اے بیرحم راکھشس ، جس کے سر پر ایک عالم کا خون ہے ! چل
مجھے لے چل اور اُس کو چھڑا !

شیطان

میں تجھے لے چلوں گا اور جو کچھ کر سکتا ہوں کروں گا

کہا تو سمجھتا ہے کہ زمین و آسمان کی ساری طاقت میرے قبضے میں ہے ؟ میں پھرے والوں کو بھہوش کر دوں گا ، تو قید خانے کی گڈبجی لے کر اُسے نکال لانا - ایسے انسان ہی کا ہاتھ کر سکتا ہے - میں دیکھتا رہوں گا کہ کوئی آنے نہ پائے - جاہلوں کے گھوڑے تھار رہیں گے اور میں تجھے بٹھا کر لے جاؤں گا - یہ مہرا کلم ہے -

فاؤسٹ

اچھا اُتھ اور فوراً چل !

رات

کھلا میدان

(فاؤسٹ اور شیطان کھیمے گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے ہیں)
یہ لوگ رابن اشتائن کے پاس کیا کر رہے ہیں ؟
جانے کیا چیز پکا رہے ہوں -

فاؤسٹ

ارے یہ تو کبھی ہوا میں منڈلاتے ہیں ، کبھی ٹوچے کرتے ہیں ، کبھی سر ہلاتے ہیں کبھی جھکتے ہیں
شیطان

یہ چیزوں کا جلسہ ہے -

فاؤسٹ

وہ کوئی چیز پھینکتی جانی ہیں اور مندر پر ہتی جاتی ہیں ۔

شیطان

آگے بڑھ ! آگے بڑھ !

قیدی خانہ

(فاؤسٹ ایک کلنجیون کا کچپا اور چراغ ہاتھ میں لئے ایک لوہے کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہے)

آج مدت کے بعد میرے جسم پر لرزہ طاری ہے - نوع انسانی کی ساری مصیبت کا ہوجھ مہرے دل پر ہے - وہ ان سیلوں ہوئی دیواروں کے اندر رہتی ہے اور ایک دلفریب وہم نے اُسے برباد کر دیا - تو اس کے پاس جاتے جھجکتا ہے، اُس سے آنکھ ملاتے درتا ہے - جلدی چل ، تو اس حیص بیص میں ہے اور موت قدم بڑھائے آ رہی ہے -
(وہ قفل کھولنے لگتا ہے اندر سے گانے کی آواز آتی ہے)

میری ماں بھسوا

جسٹے میرا نلا مڑوڑا

مہرا باپ خدائی خوار

جو مجھے کچپا نگل گیا

میری نلھی سی بہن نے

میری ہڈیاں ایک تھلنتی جبکہ دہن کر دیں

پھر میں ایک حسوں جنگلی چڑیا بن گی !

اور ہر طرف رتنی پھرتی ہوں -

فاؤسٹ

اے یہ خبر نہیں کہ اس کا عاشق کان لٹائے بھڑبھڑی

کھوکھڑا ہٹ اور پھال کی سر سراہٹ سن رہا ہے -
(داخل ہوتا ہے)

مارگریٹ

(بستر میں چھپ جاتی ہے) ہائے لوگ آکٹے - اب موت
کا سامنا ہے -

فاؤسٹ

چُپ! چُپ! میں تجھے چھڑانے آیا ہوں -

مارگریٹ

(زمین پر گر پڑتی ہے) اگر تو انسان ہے تو میری مصیبت
پر رحم کر -

فاؤسٹ

تو چھنچ چھن کر پہرے والوں کو جگادے گی - (بہڑیوں کو
پکڑ کر کھولنا چاہتا ہے)

مارگریٹ

اے جلاہ تجھے کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ مجھے آدھی
رات کو لیجائے - رحم کر اور مجھے تھوڑی دیر اور ہی لہلے دے -
کھا کل صبح تک تھہرنے میں کچھ دیر ہو جائے گی (وہ اُٹھ
بہتہتی ہے) کہسی کم سنی میں مجھے جان دینا پڑا - میں
حسین تھی اور اسی حسن نے مجھے برباد کیا - میرا دوست
میرے پاس تھا اور اب دور ہے - سہرے کی لڑیاں توت گئیں ،
پھول بکھر گئے - تو اس بیدردی سے میری بہڑیاں نہ کھینچ !
مجھے پر رحم کر ! کھا میری ملتوں سے تھرا دل نہ پسینچے گا

آخر میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے ؟ پہلے کبھی تھری صورت تک
نہیں دیکھی !

فاؤست

ہائے مجبہ سے یہ روحانی اذیت نہیں سہی جاتی !

مارگریٹ

اب تو میں تیرے بس میں ہوں - مجھے اتنی مہلت دے کہ
میں بچے کو دودھ پالوں - میں اُسے ساری رات کلمہ جے سے لگائے رہی
ظالموں نے اُسے مجبہ سے چھین لیا اور کہتے ہیں کہ مولے اُسے مار
دالا - اب مجھے کبھی خوشی نصیب نہ ہوگی - لوگ مجبہ پر کھٹ
بنا کر گاتے ہیں ! ہائے یہ کیسا ستم ہے ! ایک پرانی خواب کی سی
کہانی یوں ختم ہو گئی ، اُن سے کس نے کہا ہے کہ اُس کی تعبیر کریں ؟

فاؤست

(اُس کے قدموں پر گرتا ہے) تیرا عاشق تیرے پیر پڑتا ہے کہ تجھے

دردِ عالم سے چھڑائے -

مارگریٹ

(اُس کے قریب گھٹنوں کے بل جھکتی ہے)

آہم دونوں مل کر

خاصانِ خدا کو

مدد کے لئے پکاریں -

دیکھ اسیڑھیوں کے نیچے

دھلیز کے قریب

جہنم کی آگ بھڑک رہی ہے

شیطان رجیم
فصے میں بھرا
چلا رہا ہے -

فاؤسٹ

(بلند آواز سے) گریٹشن! گریٹشن!

مارگریٹے

(متوجہ ہو جاتی ہے) یہ تو میرے دوست کی آواز تھی!
(وہ اچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے بیڑیوں ٹوٹ کر گرتی ہیں)
وہ کہاں ہے؟ میں نے ابھی اُس کے پکارنے کی صدا سنی
تھی - میں آزاد ہوں! مجھے اب کرن روک سکتا ہے؟ میں
دور کر اُس کے گلے لگ جاؤں گی! اُس نے 'گریٹشن' کہہ کر
پکارا تھا! وہ دھامیز پر کھڑا تھا - میں نے جہنم کے شور و
شغب، اور شیطان کی غضب ناک طعن و تشنیع کے درمیان
اُس کی محبت بھری آواز پہچان لی -

فاؤسٹ

فور سے دیکھ، میں ہی تو ہوں!

مارگریٹے

تو ہی ہے! ایک بار پھر کہہ! (اُس سے لپٹ جاتی ہے)
ہاں بھشک تو ہی ہے! تو ہی ہے! اب وہ سارا درد و الم کہاں
کہا؟ وہ کال کوٹھری کا خوف؟ وہ زنجیروں کا درد؟ ہاں تو ہی ہے!
مجھے چھڑانے آیا ہے! میری خلاصی ہو گئی! - اب میری
نظر کے سامنے وہ سڑک ہے جہاں میں نے تجھے پہلی بار

دیکھا تھا اور وہ ہلستا ہوا باغ جہاں 'مارتھ' اور میں
تیرا انتظار کر رہی تھی —

فاؤسٹ

(چلنے کا قصد کرتے ہوئے) آمیرے ساتھ چل! جلدی
کر جلدی!

مار گریٹے

دم بھر تھیر! جہاں تو ہے وہاں سے ہٹنے کو جی نہیں
چاہتا۔ (پیار کرتی ہے)

فاؤسٹ

جلدی چل! تھیرنے میں ہوا خطرہ ہے —

مار گریٹے

ہائیں! تو مجھے پیار نہیں کرتا؟ چلدی ہی دن کی
جدائی میں ہو سہ لینا بھول گیا؟ تیرے آغوش میں میرا
دل کیوں دھڑکتا ہے؟ پہلے تو تیری باتوں میں، تیری نظروں
میں مجھے جلدت کا لطف آتا تھا تو اتنے بوسے لہتا تھا کہ میرا
دم گھٹنے لگتا تھا۔ مجھے پیار کر! ورنہ میں تجھے پیار گوتی
ہوں! (اُس سے لپٹ جاتی ہے)

ہاے تیرے ہونٹہ سرد ہیں

اور خاموش!

وہ تیری محبت

کہاں گئی؟

مجھے کس نے اُس سے محروم کر دیا

(منہ پھیر لیتی ہے)

فاؤست

آ! میرے ساتھ چل! میری پیادہ، دل کو مضبوط
کر لے! میں تجھے ہزار گنے جوش سے گلے لگاؤں گا! میرے
ساتھ چل! میری بس یہی التجا ہے!

مار گریٹے

(اُس کی طرف رخ کر کے) کیا تو ہی میرا عاشق ہے ؟
تجھے پورا یقین ہے ؟

فاؤست

ہاں میں ہی ہوں! خدا کے لئے چل!

مار گریٹے

تو نے میری بیڑیاں توڑ دیں، اور مجھے گلے لگایا۔ مگر
یہ کہا بات ہے کہ تجھے میرے پاس آتے کہیں نہیں آتی۔
اے بھلے آدمی تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کسے چھڑا
رہا ہے ؟

فاؤست

جلدی چل! اندھیری رات گزری جاتی ہے۔

مار گریٹے

میں نے اپنی ماں کی جان لی، اپنے بچے کو دریا میں
تھوڑ دیا۔ کہا تیرا اور میرا نہیں تھا؟ تیرا بھی تو
ہی ہے! مجھے یقین نہیں آتا۔ ذرا اپنا ہاتھ ادھر لا!
نہیں یہ خواب نہیں ہے! کہا پیارا ہاتھ ہے! مگر یہ تو

